کثیر الانتخابی سوالات

اخلاقِ نبوی ﷺ

نوٹ: مندرجہ ذیل میں سے درست جواب منتخب کیجیے۔

۱۔ سبق "اخلاقِ نبوی ﷺ" ________ نے تحریر کیا۔

☆ سید سلیمان ندوی ☆ محمد حسین آزاد ☆ سرسید ☆ مولانا شبلی نعمانی

۲۔ سبق "اخلاقِ نبوی ﷺ" ________ سے ماخوذ ہے۔

☆ قصص الہند ☆ مقالاتِ شبلی ☆ سیرت النبی ﷺ ☆ سیرت النعمان

۳۔ ترکی کے سلطان نے ______ کو تمغائے مجیدی عطا کیا۔

☆ الطاف حسین حالی ☆ مولانا شبلی نعمانی ☆ حفیظ جالندھری ☆ علامہ اقبال

۴۔ مولانا شبلی نعمانی کی لیاقت کی وجہ سے ______ نے علی گڑھ کالج میں عربی کا استاد مقرر کیا۔

☆ علامہ اقبال ☆ سید سلیمان ندوی ☆ سرسید احمد خان ☆ محمد حسین آزاد

۵۔ سیرت النبی ﷺ کو مولانا شبلی کی وفات کے بعد باقی جلدیں ______ نے مکمل کیں۔

☆ سرسید احمد خان ☆ سید سلیمان ندوی ☆ علامہ اقبال ☆ الطاف حسین حالی

۶۔ شبلی نعمانی سن ______ میں پیدا ہوئے۔

☆ ۱۸۸۳ء ☆ ۱۸۸۵ء ☆ ۱۸۸۶ء ☆ ۱۸۵۷ء

۷۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ آپ ﷺ کی خدمت میں زوجیت میں ______ رہی تھیں۔

☆ ۱۵ برس ☆ ۲۰ برس ☆ ۲۵ برس ☆ ۳۰ برس

۸۔ امہات المومنین میں حضرت ______ سے بڑھ کر کسی نے آپ ﷺ کے اوصاف کو نہیں بیان کیے ہیں۔

☆ خدیجۃ الکبریٰؓ ☆ عائشہ صدیقہؓ ☆ حفصہؓ ☆ زینبؓ

۹۔ سبق "اخلاقِ نبوی ﷺ" پڑھ کر مجموعی طور پر ______ کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

☆ پہلے خود سلام کرنے کا ☆ اچھے اخلاق پیدا کرنے کا ☆ بھوکوں کو کھانا کھلانے کا ☆ نرم لہجے میں بات کرنے کا

۱۰۔ حضرت علیؓ جو حضرت محمد ﷺ کے تربیت یافتہ تھے آغازِ نبوت سے آخر تک کم از کم ______ برس آپ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں رہے تھے۔

☆ ۲۲ ☆ ۲۳ ☆ ۲۴ ☆ ۲۵

۱۱۔ جریر بن عبداللہؓ کو دیکھ کر آپ ﷺ مسکرا دیا کرتے تھے ______

☆ محبت کی وجہ سے ☆ رشتے داری کی وجہ سے ☆ دوستی کی وجہ سے ☆ مروّت کی وجہ سے

۱۲۔ سعد بن عبادہؓ کے صاحبزادے کا نام ______ تھا۔

☆ قیسؓ ☆ خالدؓ ☆ عمرؓ ☆ ابوقتادہؓ

۱۳۔ "مصافحہ" کرنے کا مطلب ہے ______

☆ سلام کرنا ☆ گلے ملنا ☆ مسکرا کے ملنا ☆ ہاتھ ملانا

۱۴۔ ابوشعیبؓ کے غلام کی بازار میں ______ کی دکان تھی۔

☆ گوشت ☆ سبزی ☆ پھلوں ☆ کپڑے

۱۵۔ ایک دفعہ ______ کے ہاں سے ایک سفارت آئی۔

☆ قریش ☆ نجاشی ☆ قبیلۂ غطفان ☆ قبیلۂ قریظہ

JOIN FOR MORE!!!

اُردو

جماعت دہم

امید کی خوشی

نوٹ: مندرجہ ذیل میں سے درست جواب منتخب کیجئے۔

۱۔ سبق "امید کی خوشی" ـــــــــــــ نے تحریر کیا۔
☆ سید سلیمان ندوی ☆ محمد حسین آزاد ☆ سر سید احمد خان ☆ مولانا شبلی نعمانی

۲۔ سر سید احمد خان دہلی میں سن ـــــــــــــ میں پیدا ہوئے۔
☆ ۱۸۱۵ء ☆ ۱۸۱۶ء ☆ ۱۸۱۷ء ☆ ۱۸۱۸ء

۳۔ رسالہ تہذیب الاخلاق اور اسباب بغاوت ہند ـــــــــــــ نے تحریر کیا۔
☆ محمد حسین آزاد ☆ سر سید احمد خان ☆ سید سلمان ندوی ☆ الطاف حسین حالی

۴۔ سر سید نے اپنی ادبی زندگی کا آغاز اپنے اخبار ـــــــــــــ سے کیا۔
☆ رسالہ تہذیب الاخلاق ☆ اسباب بغاوت ہند ☆ سید الاخبار ☆ زمیندار

۵۔ سر سید کو جواد الدولہ اور عارف جنگ کے خطابات ـــــــــــــ نے دیے۔
☆ حکومت ہند ☆ بادشاہ بہادر شاہ ظفر ☆ انگریز حکومت ☆ مسلمانوں

۶۔ سبق "امید کی خوشی" ـــــــــــــ سے ماخوذ ہے۔
☆ مضامین سر سید ☆ تہذیب الاخلاق ☆ آثار الصنادید ☆ خطبات احمدیہ

۷۔ سبق "امید کی خوشی" میں مصنف کس سے مخاطب ہیں۔
☆ خیالات ☆ امید ☆ ناامیدی ☆ بچے

۸۔ مصیبت کی گھڑی میں سب کو تسلی دیتی ہے۔
☆ امید ☆ خیالات ☆ کامیابی ☆ خوشی

۹۔ یہ امید کی خوشیاں ماں کو اس وقت تھیں جب بچہ ـــــــــــــ میں ہوتا ہے۔
☆ غوں غاں ☆ گہوارے ☆ گود ☆ مہد

۱۰۔ وہ بے گناہ قیدی ـــــــــــــ اندھیرے کنوئیں میں سات تہ خانوں میں بند ہے۔
☆ حضرت آدمؑ ☆ حضرت یعقوبؑ ☆ حضرت یوسفؑ ☆ حضرت ابراہیمؑ

۱۱۔ بڈھے باپ کا غم اسکی روح کو صدمہ پہنچاتا ہے۔ بڈے باپ سے مراد ـــــــ
☆ حضرت آدمؑ ☆ حضرت ابراہیمؑ ☆ حضرت یعقوبؑ

۱۲۔ یہ ـــــــــــــ ہی تو ہے جسکے سہارے لوگ زندگی کے مشکل مرحلے طے کرتا ہے۔
☆ خواب ☆ امید ☆ کامیابی ☆ روشنی

JOIN FOR MORE!!!

قومی ہمدردی

نوٹ: مندرجہ ذیل میں سے درست جواب منتخب کیجیے۔

۱۔ سبق "قومی ہمدردی" کے مصنف ________ ہیں۔
☆ شبلی نعمانی ☆ سرسید احمد خان ☆ مولانا الطاف حسین ☆ مولانا محمد حسین آزاد

۲۔ سبق "قومی ہمدردی" ________ سے ماخوذ ہے۔
☆ مضامین سرسید ☆ کلیاتِ نثرِ حالی ☆ تہذیب الاخلاق ☆ مقالاتِ آزاد

۳۔ مولانا الطاف حسین حالی ---------- میں پیدا ہوئے۔
☆ دہلی ☆ ممبئی ☆ پانی پت ☆ لکھنو

۴۔ الطاف حسین حالی کی مشہور مسدس مدوجزر اسلام ---------- کے نام سے مشہور ہیں۔
☆ مسدس حالی ☆ حیات سعدی ☆ یادگارِ غالب ☆ حیاتِ جاوید

۵۔ الطاف حسین حالی نے محمد حسین آزاد کے ساتھ مل کر ---------- مشاعروں کی بنیاد ڈالی۔
☆ تنقیدی ☆ موضوعاتی ☆ معروضی ☆ بنیادی

۶۔ اردو میں قومی شاعری، سوانح نگاری اور تنقید نگاری کے بانی ---------- کو قرار دیا جاتا ہے۔
☆ مولانا محمد حسین آزاد ☆ مرزا غالب ☆ مولانا الطاف حسین ☆ میر تقی میر

۷۔ ہمدردی ایک خاصیت ---------- ہے۔
☆ قدرتی ☆ مصنوعی ☆ نمائشی ☆ تجارتی

۸۔ ---------- اپنی ضروریات میں ایک دوسرے کے محتاج ہیں۔
☆ پرندے ☆ انسان ☆ چوپائے ☆ فرشتے

۹۔ ہمارے ہم وطن بھی ---------- اصل سے بے خبر نہیں ہیں۔
☆ ہمدردی کی ☆ خودغرضی کی ☆ مجبوری کی ☆ دوستی کی

۱۰۔ زمانہ بھی طرح طرح سے ہم کو ---------- کی طرف مائل کر رہا ہے۔
☆ دوستی ☆ ہمدردی ☆ مروت ☆ زندگی

۱۱۔ قوم ایک ---------- کی مثال رکھتی ہے۔
☆ درخت ☆ زمین ☆ پانی ☆ ہوا

۱۲۔ جب تک درخت کی جڑ ہری ہے اُس کی ---------- اور پتے بھی ہرے ہیں۔
☆ تنا ☆ ٹہنیاں ☆ پتیاں ☆ خوشبو

۱۳۔ جو خوبیاں قدرت نے حیوانات کو عنایت کی ہیں، انسان اُن کا زیادہ تر ---------- ہے۔
☆ حق دار ☆ شراکت دار ☆ مستحق ☆ محتاج

۱۴۔ انسانوں میں ہمدردی نہ ہو تو یہ تمام کارخانہ ---------- ہو جائے۔
☆ دَرہَم بَرہَم ☆ زیروزبر ☆ عبث ☆ تباہ

۱۵۔ مذہب بھی ہم کو بہت زور سے ---------- کی طرف کھینچتا ہے۔
☆ خودغرضی ☆ اخلاق ☆ ہمدردی ☆ دوستی

۱۶۔ جب جڑ کو پانی نہ پہنچے گا، ٹہنیاں اور پتے سب ---------- جائیں گے۔
☆ ہرے ☆ خشک ☆ سوکھ ☆ تروتازہ

JOIN FOR MORE!!!

رشتہ ناتا

نوٹ: مندرجہ ذیل میں سے درست جواب منتخب کیجئے۔

۱۔ سبق رشتہ ناتا کے مصنف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہیں۔

☆ مولانا شبلی نعمانی ☆ سرسید احمد خان ☆ مولانا الطاف حسین ☆ مولانا محمد حسین آزاد

۲۔ سبق رشتہ ناتا محمد حسین آزاد کی تصنیف ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ سے ماخوذ ہے۔

☆ سیرت النعمان ☆ خطبات احمدیہ ☆ مقالات محمد حسین آزاد ☆ کلیات نثر حالی

۳۔ محمد حسین آزاد کا انتقال۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میں ہوا۔

☆ ۱۹۰۸ء ☆ ۱۹۰۹ء ☆ ۱۹۱۰ء ☆ ۱۹۱۱ء

۴۔ محمد حسین آزاد کو ۱۸۸۷ء میں حکومت کی جانب سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کا خطاب ملا۔

☆ شمس العلماء ☆ خان بہادر ☆ رہبر

۵۔ آب حیات، قصص الہند جیسی کتب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ نے تحریر کیں۔

☆ سرسید احمد خان ☆ ڈپٹی نذیر احمد ☆ الطاف حسین حالی ☆ محمد حسین آزاد

۶۔ حکومت کی جانب سے دیے گئے اعزازی نام کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کہتے ہیں۔

☆ خطاب ☆ لقب ☆ تخلص ☆ کنیت

۷۔ لفظ خرد کے معنی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہیں۔

☆ خود غرض ☆ مغرور ☆ چھوٹا ☆ بڑا

۸۔ رشتہ ایک خدائی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہے کہ ٹوٹ نہیں سکتا۔

☆ جوڑ ☆ پیوند ☆ مخلوق ☆ مدد

۹۔ بچے کی پرورش ممکن نہیں اگر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کو محبت نہ ہو۔

☆ بہن بھائی ☆ ماں باپ ☆ دوستوں ☆ پڑوسیوں

۱۰۔ استاد کا رتبہ بھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کے برابر ہے۔

☆ دادا ☆ نانا ☆ فرشتوں ☆ باپ

۱۱۔ بزرگوں کی عقل پختہ اور۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہوتی ہے۔

☆ ناقص ☆ تجربہ کار ☆ بے مثال ☆ ناتجربہ کار

۱۲۔ دنیا کی ہر بات میں نزدیکی اور دوری کے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہیں۔

☆ نظارے ☆ رشتے ☆ احکامات ☆ مزے

۱۳۔ رشتوں کی رعایت اور پابندی کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کہتے ہیں۔

☆ قانون فلسفہ ☆ قانون شہادت ☆ قانون کیمیا ☆ قانون ادب

۱۴۔ بزرگوں کی خدمت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ سے حاصل ہوتی ہے۔

☆ خدا کی خوشنودی ☆ دنیا کی دولت ☆ عزت دار ملازمت ☆ دنیا کی نعمتیں

۱۵۔ تمہارا ہر ایک بھائی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہے۔

☆ باپ ☆ تعظیم ☆ قوت بازو ☆ طاقت

۱۶۔ جب تم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہوگے تو اُسی طرح تمہارے خُرد تمہاری خدمت کریں گے۔

☆ طاقت ور ☆ بڑے ☆ چھوٹے ☆ باپ

۱۷۔ اول مرتبہ بزرگی کا دنیا میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کا ہے۔

☆ باپ ☆ ماں ☆ اللہ ☆ بڑوں

JOIN FOR MORE!!!

نظریہ پاکستان

نوٹ: مندرجہ ذیل میں سے درست جواب منتخب کیجئے۔

۱۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان ۱۹۱۲ء میں ---------- میں پیدا ہوئے۔

☆ پانی پت ☆ دہلی ☆ جبل پور ☆ گجرات

۲۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان ---------- میں ہجرت کر کے پاکستان آئے۔

☆ ۱۹۴۷ء ☆ ۱۹۴۸ء ☆ ۱۹۵۰ء ☆ ۱۹۵۱ء

۳۔ حکومت پاکستان نے "اقبال اور قرآن" کتاب لکھنے پر صدارتی ایوارڈ ---------- سے نوازا۔

☆ نشان حیدر ☆ نشان جرات ☆ ستارۂ امتیاز ☆ ستارۂ پاکستان

۴۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے سن ---------- میں وفات پائی۔

☆ ۲۰۰۵ء ☆ ۲۰۰۸ء ☆ ۲۰۱۱ء ☆ ۲۰۱۲ء

۵۔ سبق "نظریہ پاکستان" ---------- نے تحریر کیا۔

☆ سرسید احمد خان ☆ غلام رسول مہر ☆ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ ☆ ڈاکٹر علامہ اقبال

۶۔ بادشاہ ---------- نے ہندوؤں کی بے جا رواداری کی جس سے ہندوستان میں کافرانہ طور طریقے رائج ہو گئے تھے۔

☆ بہادر شاہ ظفر ☆ اکبر ☆ اورنگ زیب ☆ شاہ جہاں

JOIN FOR MORE!!!

۷۔ اکبر کے آخری دور میں اسلام کی سربلندی کے لیے ---------- کھڑے ہوئے۔

☆ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ ☆ ڈاکٹر علامہ اقبال ☆ مجدد الف ثانی ☆ مولانا محمد علی جوہر

۸۔ مجدد الف ثانی کی کوششوں سے شاہ جہاں اور اس کا بیٹا ---------- دین کا خادم بنا۔

☆ بہادر شاہ ظفر ☆ اکبر ☆ عالمگیر ☆ اورنگ زیب

۹۔ ---------- کے بعد اسکے بیٹوں کے باہمی نفاق اور کمزوری کی وجہ سے مغلیہ سلطنت کا زوال شروع ہو گیا۔

☆ اکبر ☆ اورنگ زیب ☆ بہادر شاہ ظفر ☆ شاہ جہاں

۱۰۔ اسلام کو سربلند کرنے کے لیے ---------- کے سلطان حیدر علی اور ان کے بیٹے سلطان ٹیپو نے ہندوؤں کا مقابلہ کیا۔

☆ بنگال ☆ میسور ☆ حیدر آباد ☆ لکھنؤ

۱۱۔ ---------- میں ہندوؤں نے کانگریس کی بنیاد ڈالی۔

☆ ۱۸۸۲ء ☆ ۱۸۸۳ء ☆ ۱۸۸۴ء ☆ ۱۸۸۵ء

۱۲۔ ہندوؤں نے مسلمانوں کی مشترکہ زبان اردو کے مقابلے میں ---------- کو قائم کر دیا۔

☆ انگریزی زبان ☆ فارسی زبان ☆ ہندی زبان ☆ سنسکرت زبان

۱۳۔ مسلم لیگ کا قیام سن ---------- میں عمل میں آیا۔

☆ ۱۹۰۶ء ☆ ۱۹۰۷ء ☆ ۱۹۰۸ء ☆ ۱۹۰۹ء

۱۴۔ کل ہند مسلم لیگ مسلمانوں کی ایک الگ تنظیم کی بنیاد ---------- نے ڈالی۔

☆ سرسید احمد خان ☆ نواب محسن الملک ☆ نواب وقار الملک ☆ علامہ اقبال

۱۵۔ مسلم لیگ کی تنظیم ---------- میں قائم ہوئی تھی۔

☆ دہلی ☆ علی گڑھ ☆ ڈھاکہ ☆ ممبئی

۱۶۔ پہلی جنگ عظیم سن ---------- میں چھڑ گئی۔

☆ ۱۹۱۰ء ☆ ۱۹۱۱ء ☆ ۱۹۱۲ء ☆ ۱۹۱۳ء

۱۷۔ تحریک خلافت ---------- نے شروع کی۔

☆ برادران علی ☆ مولانا ظفر علی ☆ محمد علی جناح ☆ علامہ اقبال

۱۸۔ ہندوؤں نے مسلمانوں کو ہندو بنانے کے لئے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔تحریک شروع کی۔

☆ عدم تعاون ☆ سنگھٹن ☆ شدھی ☆ کافرانہ

۱۹۔ ہندوؤں نے مسلمانوں کو ختم کرنے کے لئے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بھی شروع کی۔

☆ شدھی تحریک ☆ تحریک عدم وتعاون ☆ سنگھٹن تحریک ☆ تحریک خلافت

۲۰۔ نہرو رپورٹ سن ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میں شائع ہوئی ہے۔

☆ ۱۹۲۸ء ☆ ۱۹۲۹ء ☆ ۱۹۳۰ء ☆ ۱۹۳۱ء

۲۱۔ نہرو رپورٹ کے جواب میں قائداعظم محمد علی جناح کے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔سامنے آئے۔

☆ دس نکات ☆ بارہ نکات ☆ چودہ نکات ☆ بیس نکات

۲۲۔ خطبہ الہ آباد سن ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میں پیش کی گئی۔

☆ ۱۹۲۹ء ☆ ۱۹۳۰ء ☆ ۱۹۳۱ء ☆ ۱۹۳۲ء

۲۳۔ قرارداد پاکستان (یوم پاکستان) ہر سال ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کو منایا جاتا ہے۔

☆ ۲۳ مارچ ☆ ۲۵ مارچ ☆ ۱۴ اگست ☆ ۲۵ دسمبر

۲۴۔ یوم آزادی ہر سال ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کو منایا جاتا ہے۔

☆ ۲۳ مارچ ☆ ۲۵ مارچ ☆ ۱۴ اگست ☆ ۱۶ دسمبر

۲۵۔ نظریہ پاکستان کا مقصد ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہے۔

☆ سیاست کرنا ☆ اسلامی وفلاحی مملکت بنانا

☆ اسلامی اصولوں کی ترویج کرنا ☆ اسلامی اصولوں کو یاد کرنا

۲۶۔ ہمارا جینا مرنا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہونا چاہیے۔

☆ اپنے لیے ☆ دوستوں کے لیے ☆ پڑوسیوں کے لیے ☆ پاکستان کے لیے

JOIN FOR MORE!!!

اصغری نے لڑکیوں کا مکتب بٹھایا

سوال: مندرجہ ذیل میں سے درست جواب منتخب کیجئے۔

۱۔ سبق "اصغری نے لڑکیوں کا مکتب بٹھایا" ---------------- نے تحریر کیا۔
☆ علامہ راشد الخیری ☆ محمد حسین آزاد ☆ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ ☆ ڈپٹی نذیر احمد

۲۔ سبق "اصغری نے لڑکیوں کا مکتب بٹھایا" مصنف کے ناول ---------------- سے ماخوذ ہے۔
☆ توبۃ النصوح ☆ مراۃ العروس ☆ ابن الوقت ☆ بنات النعش

۳۔ ڈپٹی نذیر احمد سن ---------- میں پیدا ہوئے۔
☆ ۱۸۲۹ء ☆ ۱۸۳۰ء ☆ ۱۸۳۱ء ☆ ۱۸۳۲ء

۴۔ ڈپٹی نذیر احمد کا انتقال سن ---------- میں ہوا۔
☆ ۱۹۰۹ء ☆ ۱۹۱۰ء ☆ ۱۹۱۱ء ☆ ۱۹۱۲ء

۵۔ توبۃ النصوح، مراۃ العروس، بنات النعش اور ابن الوقت ---------- کی تصانیف ہیں۔
☆ سرسید احمد خان ☆ محمد حسین آزاد ☆ ڈپٹی نذیر احمد ☆ الطاف حسین حالی

۶۔ حکیم صاحب کے چھوٹے بھائی ---------- تھے۔
☆ روح اللہ خان ☆ فتح اللہ خان ☆ امان اللہ خان ☆ امر اللہ خان

۷۔ فتح اللہ خان نے اندور میں ---------- کی املاک خریدی۔
☆ سیکڑوں روپے ☆ ہزاروں روپے ☆ لاکھوں روپے ☆ اربوں روپے

۸۔ فتح اللہ خان کی ---------- بیٹیاں تھیں۔
☆ دو ☆ تین ☆ چار ☆ پانچ

۹۔ جمال آرا نواب ---------- کے بیٹے سے بیاہی گئی تھیں۔
☆ شوکت علی ☆ وقار الملک ☆ اسفندیار خان ☆ جمجم

۱۰۔ شاہ زمانی بیگم ان لڑکیوں کی ---------- تھیں۔
☆ پھوپھی ☆ نانی ☆ خالہ ☆ دادی

۱۱۔ شاہ زمانی کی چھوٹی بہن کا نام ---------- تھا۔
☆ جمال آرا ☆ حسن آرا ☆ ریحانہ بیگم ☆ سلطانہ بیگم

۱۲۔ شاہ زمانی بیگم ---------- سے اتریں۔
☆ پالکی ☆ رکشے ☆ بگھی ☆ گھوڑے

۱۳۔ محمد فاضل کی چھوٹی بہو کا نام ---------- تھا۔
☆ اکبری ☆ اصغری ☆ انوری ☆ افسری

۱۴۔ محمد فاضل کی چھوٹی بہو ---------- تھی۔
☆ کام چور ☆ کم عقل ☆ عمر رسیدہ ☆ پڑھی لکھی

۱۵۔ سلطانہ بیگم چلتے ہوئے اصغری بیگم کو ---------- دے گئی۔
☆ اشرفی ☆ بریانی ☆ کپڑے ☆ مٹھائی

۱۶۔ اصغری بیگم کی ساس کا نام ---------- تھا۔
☆ زمانی بیگم ☆ اکبری بیگم ☆ مہر النساء ☆ دیانت النساء

۱۷۔ "اصغری نے لڑکیوں کا مکتب بٹھایا" ہیئت کے لحاظ سے ---------- ہے۔
☆ ڈراما ☆ کہانی ☆ افسانہ ☆ خاکہ

JOIN FOR MORE!!!

بوڑھی کاکی

نوٹ: مندرجہ ذیل میں سے درست جواب منتخب کیجئے۔

۱۔ سبق "بوڑھی کاکی" کے مصنف کا نام ---------- ہے۔
☆ سرسید احمد خان ☆ ڈپٹی نذیر احمد ☆ منشی پریم چند ☆ الطاف حسین

۲۔ منشی پریم چند کا اصل نام ---------- تھا۔
☆ کشور کمار ☆ دھنپت رائے ☆ جو ہرلال نہرو ☆ گاندھی

۳۔ سبق "بوڑھی کاکی" مصنف کے ---------- سے ماخوذ ہے۔
☆ پریم بتیسی ☆ پریم پچیسی ☆ پریم چالیسی ☆ پریم چند کے منتخب افسانے

۴۔ پریم چند نے فارسی اور اردو کی تعلیم ---------- سے حاصل کی۔
☆ مدرسہ ☆ اسکول ☆ سرسید ☆ مولوی صاحب

۵۔ پریم چند کا شمار اردو کے ---------- افسانہ نگاروں میں ہوتا ہے۔
☆ تنقیدی ☆ اولین ☆ خوشامدی ☆ عارضی

۶۔ پریم چند نے کل ---------- ناول لکھے۔
☆ ۲۷ ☆ ۲۸ ☆ ۲۹ ☆ ۳۰

۷۔ بڑھاپا ---------- دورِ ثانی ہوا کرتا ہے۔
☆ طفولت کا ☆ بچپن کا ☆ بلوغت کا ☆ جوانی کا

۸۔ بوڑھی کاکی میں ---------- کے سوا کوئی حس باقی نہ تھی۔
☆ ذائقے ☆ سمعی ☆ بصری ☆ چھونے

۹۔ بڑھیا کے ---------- جوان بیٹے مر گئے تھے۔
☆ پانچ ☆ چھ ☆ سات ☆ آٹھ

۱۰۔ بدھ رام بڑھیا کا ---------- تھا۔
☆ بھانجا ☆ بھتیجا ☆ نواسا ☆ پوتا

۱۱۔ بدھ رام آدمی طبیعت کے ---------- تھے۔
☆ چالاک ☆ مکار ☆ نیک ☆ بے وقوف

۱۲۔ بدھ رام کو کبھی کبھی اپنی ---------- کا احساس ہوتا۔
☆ ظلم ☆ بے انصافی ☆ عدل ☆ نیکی

۱۳۔ بدھ رام کی چھوٹی لڑکی ---------- تھی۔
☆ روپا ☆ من چلی ☆ ضدی ☆ لاڈلی

۱۴۔ بدھ رام کے دروازے پر ---------- بج رہی تھی۔
☆ دستک ☆ شہنائی ☆ تالیاں ☆ ڈھولک

۱۵۔ بدھ رام کے لڑکے ---------- کا تلک آیا ہے۔
☆ رام سنگھ ☆ دکھ رام ☆ سکھ رام ☆ چندرام

۱۶۔ ہندوؤں میں ٹیکا لگانے کی رسم جو بیٹے کو گدی نشین کرانے کے لیے انجام دیتے ہیں اُس کو ---------- کہتے ہیں۔
☆ ٹیکا ☆ تلک ☆ جانشین ☆ سرداری

۱۷۔ روپا ---------- میں سو رہی تھی۔
☆ آنگن ☆ کمرے ☆ کوٹھری ☆ برآمدے

JOIN FOR MORE!!!

سیانا بادشاہ

نوٹ: مندرجہ ذیل میں سے درست جواب منتخب کیجیے۔

۱۔ سبق "سیانا بادشاہ" کے مصنف ------------ ہیں۔
☆ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان ☆ ڈاکٹر نبی بخش بلوچ ☆ ڈپٹی نذیر احمد ☆ سر سید احمد خان

۲۔ سبق "سیانا بادشاہ" مصنف کے ------------ سے ماخوذ ہے۔
☆ مراۃ العروس ☆ تاریخ ہند ☆ لوک کہانیاں حصہ اول ☆ لوک کہانیاں حصہ دوم

۳۔ سبق "سیانا بادشاہ" کی مترجم ------------ ہیں۔
☆ ایاز علی شیخ ☆ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان ☆ مہر النساء ☆ سعدیہ نسیم آرا سرتاج

۴۔ ڈاکٹر نبی بخش بلوچ کی سن ولادت ------------ ہے۔
☆ ۱۹۱۶ء ☆ ۱۹۱۷ء ☆ ۱۹۱۸ ☆ ۱۹۱۹ء

۵۔ ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ کی وفات سن ------------ ہے۔
☆ ۲۰۱۱ء ☆ ۲۰۱۲ء ☆ ۲۰۱۳ء ☆ ۲۰۱۴ء

۶۔ لوک کہانیاں عوام کے خیالات کی ترجمان ہوتی ہیں جو تحریری شکل کے بجائے ------------ دوسری نسل تک پہنچی ہیں۔
☆ رُو بہ رُو ☆ کہاوت ☆ سینہ در سینہ ☆ حروف بہ حروف

۷۔ ساہوکار کے ------------ بیٹے تھے۔
☆ تین ☆ چار ☆ پانچ ☆ چھ

۸۔ چار دیگیں ------------ پایوں کے نیچے دفن ہیں۔
☆ پلنگ کے ☆ کرسی کے ☆ میز کے ☆ چارپائی کے

۹۔ ہر ایک نے ------------ کر کے اپنا اپنا پایا مقرر کر لیا۔
☆ اتحاد ☆ جھگڑا ☆ قرعہ اندازی ☆ یکجہتی

۱۰۔ ایک دیگ میں ------------ رکھے ہیں۔
☆ سونے ☆ ہیرے جواہرات ☆ گندم ☆ چاول

۱۱۔ دوسری دیگ ------------ سے بھری ہے۔
☆ ہیرے جواہرات ☆ گندم ☆ چاول ☆ سونے

۱۲۔ ایک میں صرف مٹھی بھر ------------ پڑی ہے۔
☆ ریت ☆ دال ☆ مٹی ☆ گندم

۱۳۔ دوسرے میں دو چار سوکھی ------------ ہیں۔
☆ لکڑیاں ☆ ہڈیاں ☆ ٹہنیاں ☆ شاخیں

۱۴۔ آخر ان کی تکرار بڑھی اور بات چار ------------ لوگوں تک پہنچی۔
☆ معتبر ☆ معزز ☆ جاگیر ☆ سردار

۱۵۔ تب وہ چاروں ملک کے بادشاہ کے پاس ------------ کے لیے گئے۔
☆ فیصلہ ☆ انصاف ☆ تقسیم ☆ عدل

۱۶۔ اس ملک کا بادشاہ ------------ تھا۔
☆ نادان ☆ بیوقوف ☆ دانا ☆ ظالم

۱۷۔ چاروں بیٹوں میں ملکیت ------------ تقسیم ہوئی۔
☆ برابر ☆ آدھا، آدھا ☆ نصف ☆ پوری، پوری

JOIN FOR MORE!!!

شہید

نوٹ: مندرجہ ذیل میں سے درست جواب منتخب کیجئے۔

۱۔ سبق "شہید" کے مصنف کا نام۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہے۔

☆ سرسید احمد خان ☆ امتیاز علی تاج ☆ میرزا ادیب ☆ مرزا غالب

۲۔ سبق "شہید" مصنف کا ناول۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ سے ماخوذ ہے۔

☆ خاک نشیں ☆ مٹی کا دیا ☆ ناخن کا قرض ☆ لہو اور قالین

۳۔ سبق "شہید" ہیئت کے لحاظ سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہے۔

☆ ڈراما ☆ افسانے ☆ کہانی ☆ قصے

۴۔ صحرانورد کے خطوط کے مصنف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہیں۔

☆ مرزا غالب ☆ میرزا ادیب ☆ سرسید احمد خان ☆ الطاف حسین حالی

۵۔ شہید ہونے والے نوجوان کا نام۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تھا۔

☆ راشد منہاس ☆ زبیر ☆ جاوید ☆ امتیاز

۶۔ شہید جاوید کا تعلق۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ شہر سے تھا۔

☆ علی گڑھ ☆ دہلی ☆ پنجاب ☆ قصور

۷۔ شہید جاوید کی بہن کا نام۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تھا۔

☆ رضیہ ☆ اصغری ☆ سلطانہ ☆ زینب

۸۔ جاوید کی شہادت ۶ ستمبر سن۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میں ہوئی۔

☆ ۱۹۶۲ء ☆ ۱۹۶۳ء ☆ ۱۹۶۵ ☆ ۱۹۷۱ء

۹۔ شہر قصور صوبہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کا شہر ہے۔

☆ پنجاب ☆ سندھ ☆ خیبر پختونخواہ ☆ بلوچستان

۱۰۔ ۶ ستمبر کو جاوید کی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ سالگرہ تھی۔

☆ اکیسویں ☆ بائیسویں ☆ تیسوئیں ☆ چوبیسویں

۱۱۔ رضیہ نے سایہ دیکھ کر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کا نام لیا۔

☆ جاوید ☆ بھائی جان ☆ شہید ☆ بھیا

۱۲۔ ڈرامہ "شہید" میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کردار ہیں۔

☆ دو ☆ تین ☆ چار ☆ پانچ

۱۳۔ جاوید شہید کی والدہ کا نام۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہے۔

☆ رضیہ ☆ سلطانہ ☆ فاطمہ ☆ عائشہ

۱۴۔ ڈرامہ "شہید" وطن سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کو ظاہر کرتا ہے۔

☆ نفرت ☆ محبت ☆ درد ☆ مرنے

JOIN FOR MORE!!!

نام دیو۔۔۔۔مالی

نوٹ: مندرجہ ذیل میں سے درست جواب منتخب کیجئے۔

۱۔ سبق "نام دیو۔۔۔۔مالی" کے مصنف ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہیں۔
☆ سرسید احمد خان ☆ مولانا محمد حسین آزاد ☆ ڈپٹی نذیر احمد ☆ مولوی عبدالحق

۲۔ سبق "نام دیو۔۔۔۔مالی" مصنف کی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ سے ماخوذ ہے۔
☆ توبۃ النصوح ☆ چند ہم عصر ☆ صبح زندگی ☆ تہذیب الاخلاق

۳۔ "نام دیو۔۔۔مالی" ایک ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہے۔
☆ آپ بیتی ☆ ڈرامہ ☆ افسانہ ☆ کہانی

۴۔ نام دیو ایک ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تھا۔
☆ ڈرائیور ☆ چوکیدار ☆ مالی ☆ خانساماں

۵۔ مولوی عبدالحق میرٹھ کے ضلع ہاپڑ میں سن ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میں پیدا ہوئے۔
☆ ۱۸۷۷ء ☆ ۱۸۷۰ء ☆ ۱۹۷۰ء ☆ ۱۹۷۱ء

۶۔ مولوی عبدالحق کو ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔
☆ شمس العلماء ☆ بابائے قوم ☆ بابائے اردو ☆ بابائے اسلام

۷۔ انجمن ترقی اردو کی بنیاد ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ نے رکھی۔
☆ سرسید احمد خان ☆ مولوی عبدالحق ☆ ڈپٹی نذیر احمد ☆ الطاف حسین حالی

۸۔ مولوی عبدالحق کی آخری آرام گاہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میں ہے۔
☆ قائداعظم کے مزار ☆ اردو یونیورسٹی ☆ کراچی یونیورسٹی ☆ ہمدرد یونیورسٹی

۹۔ شخصیت نگاری پر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ان کی مشہور تصنیف ہے۔
☆ خطبات احمدیہ ☆ ابن الوقت ☆ چند ہم عصر ☆ صبح زندگی

۱۰۔ نام دیو مقبرہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کے باغ میں مالی تھا۔
☆ جہانگیر ☆ رابعہ دورانی ☆ اورنگ زیب ☆ نظام الدین چشتی

۱۱۔ نام دیو اپنے پودوں اور پیڑوں کو اپنی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ سمجھتا تھا۔
☆ اولاد ☆ مال و متاع ☆ بھائی بہن ☆ ماں باپ

۱۲۔ باغوں میں رہتے رہتے اسے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کی بھی شناخت ہوگئی تھی۔
☆ کھیتی باڑی ☆ پودوں ☆ جڑی بوٹیوں ☆ درختوں

۱۳۔ باغ کے داروغہ کا نام ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تھا۔
☆ عبدالرحمٰن خان ☆ عبدالرحیم خان ☆ عبدالغفار خان ☆ عبدالجبار خان

۱۴۔ باغ کے داروغہ خود بھی بڑے کارگزار اور ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ شخص ہیں۔
☆ مُستعِد ☆ چست ☆ چالاک ☆ محنتی

۱۵۔ ایک سال ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ بہت کم ہوئی۔
☆ فصل ☆ ہریالی ☆ بارش ☆ محنت

۱۶۔ باغ پر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ٹوٹ پڑی۔
☆ تکلیف ☆ مصیبت ☆ شہد کی مکھیاں ☆ آفت

۱۷۔ گدلا پانی پودوں کے حق میں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تھا۔
☆ آب کوثر ☆ آب حیات ☆ آب رواں ☆ آب زم زم

JOIN FOR MORE!!!

۱۸۔ ڈاکٹر صاحب کو آدمی پرکھنے میں بھی ـــــــــــ تھا۔

☆ کمال ☆ اندازہ ☆ خیال ☆ جمال

۱۹۔ ڈاکٹر صاحب شاہی باغ کو حقیقت میں ـــــــــــ بنانا چاہتے تھے۔

☆ خوبصورت ☆ آئینہ ☆ شاہی باغ ☆ مغلیہ باغ

۲۰۔ ڈاکٹر صاحب نام دیو کے بڑے ـــــــــــ تھے۔

☆ قہرمان ☆ طلبگار ☆ شکرگزار ☆ قدردان

۲۱۔ "نام دیو نے سارے چمن کو آئینہ بنا رکھا تھا" اس جملے میں آئینہ بنانے کا مطلب ـــــــــــ ہے۔

☆ خوبصورت بنا دینا ☆ رنگوں سے سجا دینا ☆ صاف ستھرا کر دینا ☆ نرم و نازک کر دینا

۲۲۔ ماں اپنے بچوں کو دیکھ کر ـــــــــــ ہوتی ہے۔

☆ ناراض ☆ خوش ☆ افسردہ ☆ ملول

۲۳۔ نام دیو غریب تھا اور تنخواہ بھی ـــــــــــ تھی۔

☆ زیادہ ☆ بہت زیادہ ☆ کم ☆ بہت کم

۲۴۔ ہر شخص میں قدرت نے کوئی نہ کوئی ـــــــــــ رکھی ہے۔

☆ صلاحیت ☆ قابلیت ☆ خوبی ☆ ودیعت

۲۵۔ صلاحیت کو درجہ کمال تک پہنچنے کی کوشش ہی میں انسان ـــــــــــ بنتا ہے۔

☆ بڑا ☆ انسان ☆ عظیم ☆ اشرف المخلوقات

JOIN FOR MORE!!!

ڈسٹرکٹ بورڈ کی ڈسپنسری

نوٹ: مندرجہ ذیل میں سے درست جواب منتخب کیجیے۔

۱۔ سبق "ڈسٹرکٹ بورڈ کی ڈسپنسری" کے مصنف کا نام ---------- ہے۔

☆ سرسید احمد خان ☆ قدرت اللہ شہاب ☆ ڈپٹی نذیر احمد ☆ میرزا ادیب

۲۔ قدرت اللہ شہاب سن ---------- میں پیدا ہوئے۔

☆ ۱۹۱۴ ☆ ۱۹۱۵ ☆ ۱۹۱۶ ☆ ۱۹۱۷

۳۔ قدرت اللہ شہاب کی وفات کا سن ---------- ہے۔

☆ ۱۹۸۴ ☆ ۱۹۸۵ ☆ ۱۹۸۶ ☆ ۱۹۸۷

۴۔ سبق "ڈسٹرکٹ بورڈ کی ڈسپنسری" ---------- سے ماخوذ ہے۔

☆ چند ہم عصر ☆ شہاب نامہ ☆ مٹی کا دیا ☆ کلیات نثر حالی

۵۔ قدرت اللہ شہاب آزاد کشمیر میں سیکریٹری جنرل اور جھنگ میں ---------- کے عہدوں پر کام کیا۔

☆ وزیر اعلیٰ ☆ وزیر اعظم ☆ ڈپٹی کمشنر ☆ جنرل سیکریٹری

۶۔ قدرت اللہ شہاب ---------- میں پاکستان کے سفیر بھی رہے۔

☆ ہالینڈ ☆ جرمنی ☆ جاپان ☆ سعودی عرب

۷۔ "شہاب نامہ" قدرت اللہ شہاب کی ---------- ہے۔

☆ تصنیف ☆ آپ بیتی ☆ شاعری کا مجموعہ ☆ جگ بیتی

۸۔ قومی خدمات کے اعتراف میں حکومت پاکستان نے ---------- کے تمغے سے نوازا۔

☆ ستارہ پاکستان ☆ ستارہ امتیاز ☆ نشان حیدر ☆ نشان جرات

۹۔ یا خدا، نفسانے، ماں جی اور سرخ فیتہ ---------- کی تصانیف ہیں۔

☆ سرسید احمد خان ☆ ڈپٹی نذیر احمد ☆ مولانا محمد حسین آزاد ☆ قدرت اللہ شہاب

۱۰۔ ۱۹۵۰ء کے سیلاب کے نتیجے میں ڈاک بنگلے کی ---------- غائب ہوگئی۔

☆ دیوار ☆ چھت ☆ کھڑکی ☆ گھڑی

۱۱۔ ڈاک بنگلے کی رعایت سے ---------- یاد آگئی۔

☆ ایک ڈسپنسری ☆ ایک عمارت ☆ ایک مسجد ☆ ایک گاڑی

۱۲۔ چینی کے بنے ہوئے ظروف ---------- سال پرانے تھے۔

☆ پچاس ☆ ایک سو ☆ ایک سو پچاس ☆ دو سو

۱۳۔ چینی کے بنے ہوئے ظروف پر سن ---------- درج تھا۔

☆ ۱۸۵۱ ☆ ۱۸۵۲ ☆ ۱۸۵۳ ☆ ۱۸۵۴

۱۴۔ مصنف کی وضع قطع میں ---------- کی کوئی علامت موجود نہیں تھی۔

☆ ڈپٹی ڈائریکٹر ☆ ڈپٹی سیکریٹری ☆ ڈپٹی کمشنر ☆ ڈپٹی کنٹرولر

۱۵۔ آنکھ سب کچھ دیکھتی ہے ---------- کی۔

☆ پتھر ☆ انسان ☆ حیوان ☆ فرشتے

۱۶۔ جو اصطبل نظر آیا وہ دراصل ---------- تھا۔

☆ ڈاک بنگلہ ☆ ڈاک خانہ ☆ اسپتال ☆ عجائب گھر

JOIN FOR MORE!!!

۱۷۔ ڈاکٹر صاحب ------- اور بنیان پہنے کرسی پر اکڑوں بیٹھے تھے۔

☆ شلوار ☆ پینٹ ☆ دھوتی ☆ پاجامہ

۱۸۔ مریض اپنی ------- کے مطابق اپنے مرض کی خود تشخیص کرتا تھا۔

☆ حیثیت ☆ بساط ☆ عقل ☆ سمجھ

۱۹۔ ڈاکٹر صاحب کا نسخہ ------- کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔

☆ دوا ☆ علاج ☆ شفا ☆ تعویز

۲۰۔ ڈسپنسری کا آخری معائنہ ------- میں ہوا تھا۔

☆ ۱۹۳۰ء ☆ ۱۹۳۱ء ☆ ۱۹۳۲ء ☆ ۱۹۳۳ء

۲۱۔ ڈاکٹر صاحب پورے ------- برس سے مسیحائی فرما رہے تھے۔

☆ سات ☆ آٹھ ☆ نو ☆ دس

۲۲۔ ہسپتال کے ان ڈور وارڈ میں ڈاکٹر صاحب کی ------- باندھی جاتی تھی۔

☆ بکری ☆ بھینس ☆ گائے ☆ مرغیاں

۲۳۔ معائنے کے بعد ڈاکٹر صاحب نے مجھے ------- پیش کی۔

☆ مبارک باد ☆ رائٹرزنگ ☆ وزیٹرزبک ☆ چائے

۲۴۔ مصنف نے ڈاکٹر صاحب سے کہا مجھے وہم ہونے لگتا ہے کہ میں ضلع ------- کا ڈپٹی کمشنر لگ گیا ہوں۔

☆ آزاد کشمیر ☆ دہلی ☆ پنجاب ☆ جھنگ

JOIN FOR MORE!!!

اُدھم

نوٹ: مندرجہ ذیل میں سے درست جواب منتخب کیجئے۔

۱۔ سبق "اُدھم" کے مصنف کا نام ---------- ہے۔

☆ نیرزا ادیب ☆ مرزا غالب ☆ مرزا فرحت اللہ بیگ ☆ ڈپٹی نذیر احمد

۲۔ مرزا فرحت اللہ بیگ دہلی میں سن ---------- میں پیدا ہوئے

☆ ۱۸۸۲ ☆ ۱۸۸۳ ☆ ۱۸۸۴ ☆ ۱۸۸۵

۳۔ سبق "اُدھم" مصنف کے ---------- مضامین سے ماخوذ ہے۔

☆ مجموعہ فرحت اللہ بیگ ☆ مولوی نذیر احمد کی کہانی کچھ میری کچھ ان کی زبانی

☆ چند ہم عصر ☆ مضامین سرسید

۴۔ طالب علموں کو دیکھو تو ---------- کا زور سب سے زیادہ ہوتا ہے۔

☆ لاپرواہی ☆ اُدھم ☆ کاہلی ☆ وقت کی پابندی

۵۔ طالب علموں کے لیے اُدھم بہت ہی ---------- ہوتی ہے۔

☆ بے معنی ☆ کارآمد ☆ بامعنی ☆ بے کار

۶۔ ماں باپ مر گئے تو ---------- موجود ہے۔

☆ نانا/نانی ☆ دادا/دادی ☆ پنشن ☆ جائداد

۷۔ "قرضہ دینے کو ساہوکار تیار ہیں پھر پڑھ لکھ کر اپنا وقت کیوں ضائع کریں" یہ جملہ سبق ---------- کا ہے۔

☆ سیانا بادشاہ ☆ کچھ ورق تاریخ سے ☆ اُدھم ☆ رشتہ ناتا

۸۔ گھر والی کی ---------- سب سے خطرناک اُدھم ہوتی ہے۔

☆ کاہلی ☆ اُدھم ☆ چستی ☆ ڈانٹ

۹۔ "اُدھم" کر کے چپ ہونے سے لڑکے ---------- ہو جاتے ہیں۔

☆ شریر ☆ باادب ☆ دلیر ☆ نافرمان

۱۰۔ الماری کے پیچھے سے ---------- کا ٹوٹا سامان نکلا۔

☆ مٹی اور شیشے ☆ پلاسٹک اور کاغذ ☆ اسٹیل اور تانبے ☆ شیشے اور چینی

۱۱۔ بچوں نے دیواروں پر ---------- سے لکیریں کھینچیں۔

☆ چاک ☆ کوئلے ☆ رنگ ☆ چونے

۱۲۔ ہر معاملے کی دو ہی صورتیں ہیں ----------

☆ شکست یا فتح ☆ کامیابی یا ناکامی ☆ فتح یا شکست ☆ ناکامی یا کامیابی

۱۳۔ بچوں نے دروازوں پر ---------- سے کیڑے مکوڑے بنائے۔

☆ چاک ☆ کوئلے ☆ رنگ ☆ پنسل

۱۴۔ میاں بیوی کی اُدھم بعض دفعہ وہ کام کر جاتی ہے جو بڑے ---------- بھی نہیں کر سکتے۔

☆ فلاسفر ☆ افلاطون ☆ شیکسپیر ☆ پہلوان

JOIN FOR MORE!!!

کچھ ورق تاریخ سے

نوٹ: مندرجہ ذیل میں سے درست جواب منتخب کیجئے۔

۱۔ سبق "کچھ ورق تاریخ سے" ــــــــــ نے تحریر کیا۔
☆ سرسید احمد خان ☆ شبلی نعمانی ☆ مولوی عبدالحق ☆ حکیم محمد سعید

۲۔ سبق "کچھ ورق تاریخ سے" ــــــــــ سے ماخوذ ہے۔
☆ چند اہم عصر ☆ لندن اور کیمبرج ☆ حکیم محمد سعید کی ڈائری ☆ سفرنامہ

۳۔ حکیم محمد سعید دہلی میں ــــــــــ میں پیدا ہوئے۔
☆ ۱۹۲۰ء ☆ ۱۹۳۰ء ☆ ۱۹۴۰ء ☆ ۱۹۵۰ء

۴۔ حکیم محمد سعید کی وفات کا سن ــــــــــ ہے۔
☆ ۱۹۹۵ ☆ ۱۹۹۶ ☆ ۱۹۹۷ ☆ ۱۹۹۸

۵۔ حکیم محمد سعید ــــــــــ سال کی عمر میں حافظ قرآن ہو گئے۔
☆ سات ☆ آٹھ ☆ نو ☆ دس

JOIN FOR MORE!!!

۶۔ حکیم صاحب کا پاکستان میں ــــــــــ بچوں کا رسالہ بہت مشہور ہے۔
☆ تعلیم و تربیت ☆ نونہال ☆ ماہنامہ اقراء ☆ بچوں کی ڈائری

۷۔ حکیم محمد سعید صوبہ ــــــــــ کے گورنر بھی رہے۔
☆ پنجاب ☆ بلوچستان ☆ سندھ ☆ خیبر پختونخوا

۸۔ برٹش میوزیم دنیا کی سب سے مشہور اور اہم ــــــــــ ہے۔
☆ عجائب خانہ ☆ لائبریری ☆ میوزیم پارک ☆ کیمبرج

۹۔ برٹش میوزیم کی لائبریری دنیا کی ــــــــــ سب سے بڑی لائبریریوں میں شمار ہوتی ہے۔
☆ دو ☆ تین ☆ چار ☆ پانچ

۱۰۔ عالمی کانگریس ــــــــــ میں ہوئی۔
☆ پاکستان ☆ تہران ☆ لندن ☆ ایران

۱۱۔ پیرس کی لائبریری ــــــــــ ہے۔
☆ ببلیوتک نیشنل ☆ ببلیوتک پراونشل ☆ ببلیوتک ڈویژنل ☆ ببلیوتک ایجنل

۱۲۔ برطانیہ کی لائبریری میں ــــــــــ کتابیں موجود ہیں۔
☆ ۵۰ لاکھ ☆ ۶۰ لاکھ ☆ ۷۰ لاکھ ☆ ۸۰ لاکھ

۱۳۔ البیرونی کا نام ــــــــــ تھا۔
☆ ابو علی الحسن ☆ ابو ریحان بن احمد ☆ ابن الہیثم ☆ ابن سینا

۱۴۔ البیرونی نے اپنی زندگی کے ــــــــــ سال علم حاصل کرنے اور کتابیں لکھنے میں گزار دیے۔
☆ بیس ☆ تیس ☆ چالیس ☆ پچاس

۱۵۔ البیرونی کے اہم سائنسی کارناموں میں ــــــــــ کا معلوم کرنا ہے۔
☆ روشنی کا اصول ☆ طول البلد اور عرض البلد
☆ شمس و قمر ☆ ستاروں

۱۶۔ البیرونی کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کتاب نے شہرت دی۔

☆ سائنسی معلومات ☆ اسلامی معلومات ☆ کتاب الہند ☆ سفرنامہ

۱۷۔ ہندوستان کے لوگ البیرونی سے متاثر ہو کر انھیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کہنے لگے۔

☆ شمس العلماء ☆ علم کا دریا ☆ گنج بخش ☆ سرچشمہ حریت

۱۸۔ البیرونی کا انتقال۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔عیسوی میں ہوا۔

☆ ۱۹۴۸ ☆ ۱۰۴۷ ☆ ۱۰۴۸ ☆ ۱۹۴۷

۱۹۔ ابن الہیثم کا اصل نام۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تھا۔

☆ ابن بطوطہ ☆ ابوریحان بن احمد ☆ ابو علی الحسن ☆ حکیم محمد سعید

۲۰۔ "روشنی" کتاب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔نے لکھی۔

☆ البیرونی ☆ ابن بطوطہ ☆ علامہ اقبال ☆ ابن الہیثم

۲۱۔ کیمرے کا بانی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہیں۔

☆ ابن الہیثم ☆ البیرونی ☆ ابن بطوطہ ☆ ابن سینا

۲۲۔ ابن الہیثم نامور سائنس دان کا انتقال۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میں ہوا۔

☆ ۱۰۴۸ء ☆ ۱۰۴۳ء ☆ ۱۰۴۴ء ☆ ۱۹۴۸ء

۲۳۔ برٹش میوزیم لندن پر سفرنامہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔نے لکھا۔

☆ ابن الہیثم ☆ ابو علی الحسن ☆ سید حسن نصر ☆ حکیم محمد سعید

۲۴۔ برٹش میوزیم کی ڈائریکٹر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تھیں۔

☆ ڈاکٹر سعدیہ نسیم آرا ☆ مس ریت ☆ مادام شان یون ☆ مس الزبتھ

۲۵۔ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ریاضی اور فلکیات کے ماہر تھے۔

☆ البیرونی ☆ ابن بطوطہ ☆ ابن سینا ☆ ابن الہیثم

JOIN FOR MORE!!!

غالبؔ کے خطوط

نوٹ: مندرجہ ذیل میں سے درست جواب منتخب کیجیے۔

۱۔ سبق ''غالب کے خطوط" ـــــــــــــــــــــ کی تحریر ہے۔

☆ مولوی عبدالحق　☆ ڈپٹی نذیر احمد　☆ مرزا ادیب　☆ مرزا اسداللہ خاں غالب

۲۔ "غالب کے خطوط" سبق ـــــــــــــــــــــ سے ماخوذ ہے۔

☆ مجموعہ غالب　☆ کلیاتِ اقبال　☆ غالب کے خطوط　☆ کلیاتِ نثر حالی

۳۔ غالب کے خطوط ـــــــــــــــــــــ نے مرتب کیا۔

☆ مولوی عبدالحق　☆ خلیق انجم　☆ شیخ ایاز　☆ ڈاکٹر سعدیہ نسیم آرا

۴۔ "غالب کے خطوط" میں پہلا خط ـــــــــــــــــــــ کے نام ہے۔

☆ میر مہدی مجروح　☆ تفضل حسین خان　☆ ہرگوپال تفتہ　☆ ان میں سے کوئی نہیں

۵۔ مرزا غالب نے گوپال تفتہ کو خط میں لکھا جس کا خط آیا، میں نے جانا کہ وہ شخص ـــــــــــــــــــــ لایا۔

☆ تشریف　☆ خوش خبری　☆ پیغام　☆ تحفہ

۶۔ آدھ آنے میں ـــــــــــــــــــــ نہ کرو۔

☆ تنگ　☆ بخل　☆ سخاوت　☆ فروخت

۷۔ گوپال تفتہ سے خط لکھنے کی تاکید کرتے ہوئے کہا: ایسا ہی تو ـــــــــــــــــــــ بھیجو۔

☆ بے وسواس　☆ بے خوف　☆ بیرنگ　☆ ملازم کے ہاتھ

۸۔ "غالب کے خطوط" میں دوسرا خط ـــــــــــــــــــــ کا ہے۔

☆ میر مہدی مجروح　☆ ہرگوپال تفتہ　☆ تفضل حسین　☆ ان میں سے کوئی نہیں

۹۔ میرا مکان ڈاک گھر کے قریب اور ڈاک منشی میرا ـــــــــــــــــــــ ہے۔

☆ بھائی　☆ چچا　☆ دوست　☆ خالو

۱۰۔ ہاہاہا! میرا پیارا ـــــــــــــــــــــ آیا۔

☆ میر مہدی　☆ میر تقی میر　☆ میر درد　☆ میر حسن

۱۱۔ غالب نے ـــــــــــــــــــــ سے میر مہدی مجروح کے نام خط تحریر کیا۔

☆ دہلی　☆ لکھنو　☆ میسور　☆ رام پور

۱۲۔ دارالسّرور کے معنی ـــــــــــــــــــــ کے ہیں۔

☆ لطف کی جگہ　☆ خوشی کی جگہ　☆ آرام کی جگہ　☆ ان میں سے کوئی نہیں

۱۳۔ دریائے کوسی رام پور سے ـــــــــــــــــــــ قدم پر ہے۔

☆ ایک سو　☆ دو سو　☆ تین سو　☆ چار سو

۱۴۔ آبِ حیات ـــــــــــــــــــــ کو بڑھاتا ہے۔

☆ مال　☆ دولت　☆ فاصلے　☆ عمر

۱۵۔ میر مہدی مجروح کو خط لکھنے کی تاریخ ـــــــــــــــــــــ ہے۔

☆ ۲۷ دسمبر ۱۸۵۸ء　☆ فروری ۱۸۶۰ء　☆ ۲۸ دسمبر ۱۸۵۸ء　☆ فروری ۱۹۶۱ء

JOIN FOR MORE!!!

حصہ نظم

حمد

نوٹ: مندرجہ ذیل میں سے درست جواب منتخب کیجئے۔

۱۔ درسی کتاب میں دی گئی حمد مشہور شاعر-----------------نے لکھی ہے۔
☆ حفیظ جالندھری ☆ ظفر علی خان ☆ اسماعیل میرٹھی ☆ الطاف حسین حالی

۲۔ مولوی محمد اسماعیل میرٹھی میرٹھ میں سن-----------میں پیدا ہوئے۔
☆ ۱۸۴۴ ☆ ۱۸۴۵ ☆ ۱۸۴۶ ☆ ۱۸۴۷

۳۔ اسماعیل میرٹھی کا انتقال سن-----------میں ہوا۔
☆ ۱۹۱۶ ☆ ۱۹۱۷ ☆ ۱۹۱۸ ☆ ۱۹۱۹

۴۔ اسماعیل میرٹھی کو-----------قرار دیا جاتا ہے۔
☆ عوامی شاعر ☆ عورتوں کا شاعر ☆ قومی شاعر ☆ بچوں کا شاعر

۵۔ اسماعیل میرٹھی کی حمد-----------سے ماخوذ ہے۔
☆ کلیاتِ اقبال ☆ کلیاتِ حالی ☆ کلیاتِ اسماعیل میرٹھی ☆ دیوانِ غالب

۶۔ ایسی نظم جس میں اللہ کی تعریف کی گئی ہو اسے-----------کہتے ہیں۔
☆ حمد ☆ منقبت ☆ نعت ☆ مناجات

۷۔ ہر شعر کے دو حصے ہوتے ہیں اور ہر حصے کو-----------کہا جاتا ہے۔
☆ رباع ☆ مصرع ☆ ثانی ☆ اُولیٰ

۸۔ پہلے مصرعے کو مصرعِ اُولیٰ اور دوسرے مصرعے کو مصرع-----------کہتے ہیں۔
☆ اُولیٰ ☆ ثانی ☆ ثانیہ ☆ رباعی

۹۔ اس حمد میں ۹ مصرعے اور-----------اشعار ہیں۔
☆ ۱۶ ☆ ۱۵ ☆ ۱۷ ☆ ۱۸

۱۰۔ ایک شعر میں-----------مصرعے ہوتے ہیں۔
☆ دو ☆ چار ☆ چھ ☆ آٹھ

۱۱۔ حمد کے پانچویں شعر میں بن تیل کے چراغوں سے مراد-----------ہے۔
☆ پھول ☆ ستارے ☆ بلب ☆ ہیرے

۱۲۔ اس دنیا کی ہر چیز قائم-----------سے ہے۔
☆ تدبیر ☆ تکبیر ☆ زنجیر ☆ تقدیر

۱۳۔ اس حمد میں لفظ آئین کا-----------مطلب ہے۔
☆ طریقہ ☆ قانون ☆ ضابطہ ☆ اصول

۱۴۔ کائنات میں سب کھیل-----------کے ہیں۔
☆ ہمت ☆ قدرت ☆ عزت ☆ فرصت

۱۵۔ اس کا پہلا مصرع اُولیٰ لکھ کر شعر مکمل کیجئے۔
-----------اگر تُو نہ ہوتا، تو ہوتا ہی کیا؟
☆ تصور تری ذات کا ہے محال
☆ خُدایا نہیں کوئی تیرے سوا
☆ بنائی ہے تونے یہ کیا خوب چھت
☆ یہ قائم ہیں تیری ہی تقدیر سے

JOIN FOR MORE!!!

نعت

نوٹ: مندرجہ ذیل میں سے درست جواب منتخب کیجئے۔

۱۔ درسی کتاب میں دی گئی نعت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کی تحریر کردہ ہے۔
☆ مولانا ظفر علی خان ☆ علامہ اقبال ☆ مولوی محمد اسماعیل میرٹھی ☆ امیر مینائی

۲۔ امیر مینائی لکھنو میں سن ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میں پیدا ہوئے
☆ ۱۸۲۷ ☆ ۱۸۲۸ ☆ ۱۸۲۹ ☆ ۱۸۳۰

۳۔ امیر احمد مینائی کی وفات ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میں ہوئی۔
☆ ۱۸۹۹ ☆ ۱۹۰۰ ☆ ۱۹۱۰ ☆ ۱۹۱۵

۴۔ امیر مینائی کی نعت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ سے ماخوذ ہے۔
☆ خیابانِ آفرینش ☆ محامد خاتم النبیین ☆ انتخاب یادگار ☆ مینائے سخن

۵۔ جس نظم میں حضور ﷺ کی تعریف و سیرت بیان کی جائے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کہلاتی ہے۔
☆ نعت ☆ حمد ☆ وائی ☆ منقبت

۶۔ اس کا مصرع ثانی لکھ کر شعر مکمل کیجئے۔
خلق کے سرور، شافع محشر ﷺ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
☆ نورِ مجسم، نیرِ اعظم سرورِ عالم، مونسِ آدم ☆ مرسلِ داور، خاص پیمبر ﷺ
☆ نوح کے ہم دم، خضرؑ کے رہبر ﷺ ☆ مالکِ جنت، قاسمِ کوثر ﷺ

۷۔ شاعر نے رسول اکرم ﷺ کو نوحؑ کا ۔۔۔۔۔۔۔۔ کہا ہے۔
☆ دوست ☆ ہم دم ☆ بزرگ ☆ رہبر

۸۔ شاعر نے بحرِ سخاوت ۔۔۔۔۔۔۔۔ کو کہا ہے۔
☆ حضرت آدمؑ ☆ حضرت موسیٰؑ ☆ حضرت عیسیٰؑ ☆ حضرت محمد ﷺ

۹۔ آیہ رحمت سے مراد ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہے۔
☆ اللہ کی رحمت کا نشانی ☆ بہت سخی / فیاض
☆ روشن کرنے والا ☆ روشن ستارہ

۱۰۔ نعت میں توصیف ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کی، کی جاتی ہے۔
☆ اللہ تعالیٰ ☆ رسول اکرم ﷺ ☆ انبیائے کرام ☆ صحابہ کرامؓ

۱۱۔ تارکِ دنیا سے مراد ۔۔۔۔۔۔۔۔ ہے۔
☆ دنیا کو چاہنے والا ☆ دنیا سے بےزار ☆ دنیا کو چھوڑنے والا ☆ دنیا میں مصروف

۱۲۔ اس نعت میں مذکور ۔۔۔۔۔۔۔۔ انبیاء کی تعداد ہے۔
☆ چار ☆ پانچ ☆ چھ ☆ سات

۱۳۔ وہ لفظ یا الفاظ جو قافیے کے بعد آتے ہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کہلاتے ہیں۔
☆ قافیہ ☆ ردیف ☆ مطلع ☆ مقطع

۱۴۔ محشر کا قافیہ ۔۔۔۔۔۔۔۔ ہے۔
☆ سرور ☆ خضر ☆ پیمبر ☆ زمزمہ

۱۵۔ مہر سے مَملُو سے مراد ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہے۔
☆ سورج سے بھرا ہوا ☆ رقم سے بھرا ہوا ☆ محبت سے بھرا ہوا ☆ چاند کی طرح

JOIN FOR MORE!!

برسات کا تماشا

نوٹ: مندرجہ ذیل میں سے درست جواب منتخب کیجئے۔

۱۔ نظم "برسات کا تماشا"۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کی تحریر کردہ ہے۔

☆ اسماعیل میرٹھی ☆ ظفر علی خان ☆ نظیر اکبر آبادی ☆ اکبر الہ آبادی

۲۔ نظم "برسات کا تماشا" شاعر کی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔سے ماخوذ ہے۔

☆ کلیات نظیر اکبر آبادی ☆ مجموعہ نظیر اکبر آبادی ☆ بنجارہ نامہ ☆ ہنس نامہ

۳۔ نظیر اکبر آبادی کا اصل نام۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تھا۔

☆ علی محمد ☆ ولی محمد ☆ نبی محمد ☆ ولی بخش

۴۔ نظیر اکبر آبادی کی پیدائش کا سن۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہے۔

☆ ۱۷۳۳ ☆ ۱۷۳۴ ☆ ۱۷۳۵ ☆ ۱۷۳۶

۵۔ نظیر اکبر آبادی کی وفات کا سن۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہے۔

☆ ۱۸۳۰ ☆ ۱۸۳۱ ☆ ۱۸۳۲ ☆ ۱۸۳۳

۶۔ نظم "برسات کا تماشا" صنف شاعری میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کہلاتی ہے۔

☆ رباعی ☆ مخمس ☆ ثلاثہ ☆ مسدس

۷۔ مخمس کے ہر بند میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مصرعے ہوتے ہیں۔

☆ تین ☆ چار ☆ پانچ ☆ چھ

۸۔ دو سے زیادہ مصرعوں کا مجموعہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کہلاتا ہے۔

☆ مصرعے ☆ بند ☆ رباعی ☆ ثلاثہ

۹۔ نظیر اکبر آبادی کو اردو کے پہلے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔شاعر کا درجہ حاصل ہے۔

☆ خاص ☆ عام ☆ امیر ☆ عوامی

۱۰۔ آدمی نامہ، بنجارہ نامہ، برسات کی بہاریں، ہنس نامہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کی تخلیق ہیں۔

☆ الطاف حسین حالی ☆ نظیر اکبر آبادی ☆ جگر مراد آبادی ☆ اکبر الہ آبادی

۱۱۔ خورشید سے مراد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہے۔

☆ چاند ☆ آسمان ☆ لڑکا ☆ سورج

۱۲۔ خورشید۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہو کر گھر سے نکلا ہے۔

☆ گرم ☆ ٹھنڈا ☆ موٹا ☆ دبلا

۱۳۔ بارش کی وجہ سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تازے تازے موجود ہیں۔

☆ پھل ☆ میوے ☆ زردے ☆ پکوان

۱۴۔ کالی گھٹا سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔چنگھاڑ رہے ہیں۔

☆ ہاتھی ☆ مور ☆ کوئل ☆ بگلے

۱۵۔ کالی گھٹا میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اُڑ رہی تھیں۔

☆ کویلیں ☆ بگلوں ☆ بجلیاں ☆ کوکلیں

۱۶۔ صبا سے ہوا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کی مراد ہے۔

☆ سمندر ☆ باغ ☆ صحرا ☆ ریگستان

JOIN FOR MORE!!!

۱۷۔ بارش میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تیار ہوتے ہیں۔
☆ پھل ☆ پھول ☆ پکوان ☆ لباس

۱۸۔ آئی ہوا بھی لے کر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کو ہر نگر سے۔
☆ قاصد ☆ نوید ☆ مینہ ☆ بادل

۱۹۔ ہو کو وہ۔۔۔۔۔۔۔کو بھی کہتے ہیں یوسنا کر
☆ صحرا ☆ دشت ☆ ریگستان ☆ باغ

۲۰۔ جب یہ نوید پہنچی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میں ایک باری
☆ صحرا ☆ دشت ☆ ریگستان ☆ باغ

۲۱۔ ہومست۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔گرجا کوئل کی کوک آئی۔
☆ ہوا ☆ بادل ☆ رعد ☆ شیر

۲۲۔ موسم کے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بھی آتے ہیں باری باری
☆ پھل ☆ پھول ☆ لباس ☆ جانور

۲۳۔ کوکلا سے مراد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔پرندہ ہے۔
☆ چڑیا ☆ بلبل ☆ ہدہد ☆ مور

۲۴۔ چشموں میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کے بھی ہوئی سب کی انتظاری
☆ پانی ☆ کوہ ☆ برسات ☆ بادل

۲۵۔ بدلی نے کیا مزے کی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جھڑی لگائی۔
☆ مینہ ☆ برسات کی ☆ رم جھم ☆ ہوا کی

JOIN FOR MORE!!!

دنیائے اسلام

نوٹ: مندرجہ ذیل میں سے درست جواب منتخب کیجئے۔

۱۔ نظم "دنیائے اسلام" کے شاعر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہیں۔

☆ نظیر اکبر آبادی ☆ الطاف حسین حالی ☆ علامہ اقبال ☆ مرزا غالب

۲۔ علامہ اقبال سیالکوٹ میں سن۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میں پیدا ہوئے۔

☆ ۱۸۷۶ ☆ ۱۸۷۷ ☆ ۱۸۷۸ ☆ ۱۸۷۹

۳۔ علامہ اقبال کا انتقال سن۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میں لاہور میں ہوا۔

☆ ۱۹۳۵ ☆ ۱۹۳۶ ☆ ۱۹۳۷ ☆ ۱۹۳۸

۴۔ علامہ اقبال کو پاکستان میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کا درجہ حاصل ہے۔

☆ عوامی شاعر ☆ خواب ☆ بانی ☆ قومی شاعر

۵۔ علامہ اقبال کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کا بھی خطاب دیا گیا۔

☆ شاعر مشرق ☆ شاعر مغرب ☆ علامہ مشرقی ☆ عوامی شاعر

۶۔ کلیات اقبال کا مجموعہ بانگ درا، ضرب کلیم، ارمغان حجاز اور۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہے۔

☆ بال عزریل ☆ بال اسرافیل ☆ بال جبریل ☆ بال کلیم

۷۔ نظم "دنیائے اسلام" کلیات اقبال کے مجموعہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ سے ماخوذ ہے۔

☆ بانگ درا ☆ ضرب کلیم ☆ ارمغان حجاز ☆ بال جبریل

۸۔ نظم "دنیائے اسلام" سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کا سبق ملتا ہے۔

☆ نفاق ☆ اتحاد ☆ خوش اخلاقی ☆ جنگ

۹۔ امتیاز رنگ وخوں سے مراد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہے۔

☆ گورے کالا کا فرق ☆ رنگ اور خون کا فرق

☆ رنگت اور نسل کی بنیاد پر فرق کرنا ☆ عربی اور عجمی کا فرق کرنا

۱۰۔ اس نظم "دنیائے اسلام" میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کی داستان سنانے کا ذکر ہے۔

☆ ایران وتوران ☆ مشرق ومغرب ☆ ترک وعرب ☆ شمال وجنوب

۱۱۔ ایک ہوں مُسلم حرم کی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کے لیے

☆ شہادت ☆ پاسبانی ☆ ترقی ☆ حفاظت

۱۲۔ کاشغر شہر۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کا ہے۔

☆ عربستان ☆ افغانستان ☆ ترکستان ☆ چین

۱۳۔ جو امتیاز رنگ وخوں کرے گا وہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ گا

☆ باقی رہے ☆ خوش رہے ☆ مٹ جائے ☆ ترقی کرے

۱۴۔ نظم "دنیائے اسلام" میں نیل سے مراد۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہے۔

☆ ندی ☆ نیلا رنگ ☆ جھیل ☆ دریا

۱۵۔ مِلّت بیضا سے مراد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہے۔

☆ اتحاد ☆ مسلمان ☆ انڈا ☆ اتفاق

۱۶۔ ٹکڑے ٹکڑے جس طرح سونے کو کر دیتا ہے گاز" گاز سے مراد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

☆ چاقو ☆ ہوا ☆ تیزاب ☆ قینچی

۱۷۔ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجھ سے کچھ پنہاں نہیں اسلامیوں کا سوز وساز۔ مصرعہ اولی لکھ کر شعر مکمل کیجئے۔

☆ وہ صبح اور وہ چھاؤں ستاروں کی اور وہ نور ☆ اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا

☆ کیا سناتا ہے مجھے ترک وعرب کی داستاں ☆ حکمت مغرب سے ملت کی یہ کیفیت ہوئی

JOIN FOR MORE!!!

سرِ راہ شہادت

نوٹ: مندرجہ ذیل میں سے درست جواب منتخب کیجئے۔

۱۔ نظم "سرِ راہ شہادت" کے شاعر کا نام ---------- ہے۔

☆ نظیر اکبر آبادی ☆ الطاف حسین حالی ☆ علامہ اقبال ☆ حفیظ جالندھری

۲۔ نظم "سرِ راہ شہادت" شاعر کی طویل نظم ---------- سے ماخوذ ہے۔

☆ مسدس مدوجزر اسلام ☆ شاہنامہ اسلام ☆ دیوان حالی ☆ کلیات اقبال

۳۔ شاعر حفیظ جالندھری سن ---------- میں پیدا ہوئے۔

☆ ۱۹۰۰ ☆ ۱۹۰۱ ☆ ۱۹۰۲ ☆ ۱۹۰۳

۴۔ حفیظ جالندھری کا انتقال سن ---------- میں ہوا۔

☆ ۱۹۸۱ ☆ ۱۹۸۲ ☆ ۱۹۸۳ ☆ ۱۹۸۴

۵۔ پاکستان کے قومی ترانے کے خالق کا نام ---------- ہے۔

☆ مولانا حالی ☆ علامہ اقبال ☆ حفیظ جالندھری ☆ جمیل الدین عالی

۶۔ نظم "سرِ راہ شہادت" میں ---------- صحابی کا تذکرہ ہے۔

☆ حضرت بلالؓ ☆ حضرت عمرؓ ☆ حضرت عباسؓ ☆ حضرت حمزہؓ

۷۔ حضرت حمزہ کا حضور ﷺ سے رشتہ ---------- کا تھا۔

☆ ماموں ☆ چچا ☆ صحابی ☆ تایا

۸۔ حضرت حمزہؓ نے ---------- معرکہ میں شہادت نوش کیا۔

☆ غزوہ بدر ☆ غزوہ احد ☆ غزوہ خندق ☆ غزوہ تبوک

۹۔ حضرت حمزہ کا اقدام شہادت ---------- پر تھا۔

☆ غلبہ اسلام ☆ شکست باطل ☆ حسن نیت ☆ جنگ میں فتح

۱۰۔ اہل عرب کو امیر حمزہؓ کی ---------- خوبی پر ناز تھا۔

☆ خوش اخلاقی ☆ شان و شوکت ☆ طاقت ☆ رحم دلی

۱۱۔ وہ صحابی جن کے شوق شہادت سے خوش ہو کر حضور ﷺ نے ---------- کی پیشانی چومی۔

☆ حضرت طلحہؓ ☆ حضرت حمزہؓ ☆ حضرت مصعبؓ ☆ حضرت خالدؓ

۱۲۔ ہُوا ارشاد اے عمِ خجستہ فام، بسم اللہ ---------- مصرعہ ثانی لکھ کر مصرعے مکمل کریں۔

☆ محمد ﷺ اُس پہ راضی ہے جو اللہ کی مشیت ہے

☆ تصور مطمئن تھا مرضیِ عرشِ مُصطفیٰ پر

☆ خدا حافظ ہے کیجیے نصرت اسلام بسم اللہ

☆ وفورِ نور حق سے چہرہ حمزہؓ چمک اٹھا

۱۳۔ شعر میں "اے عمِ" سے مراد ----------

☆ میرے دوست ☆ میرے بھائی ☆ میرے شہید ☆ میرے چچا

JOIN FOR MORE!!!

اصطلاحات

۱۔ حمد وہ نظم ہے جس میں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کی تعریف بیان کی جاتی ہے۔ (اللہ تعالٰی)

۲۔ نعت وہ نظم ہے جس میں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کی تعریف کی جاتی ہے۔ (رسول اکرم ﷺ)

۳۔ منقبت وہ نظم ہے جس میں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کی تعریف کی جاتی ہے۔ (صحابہ کرام، علماء اور اولیاء کرام)

۴۔ قصیدہ وہ نظم ہے جس میں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کی تعریف ہوتی ہے۔ (بادشاہوں، مشہور لوگوں)

۵۔ ایسی نظم جس میں ہم صدق دل سے اللہ تعالٰی سے دعا کرتے ہیں ۔۔۔۔۔ کہلاتی ہے۔ (مناجات)

۶۔ ۔۔۔۔۔۔۔۔ ایسی نظم کو کہتے ہیں جو کسی کے مرنے کے بعد سوگ میں لکھی جاتی ہے۔ (مرثیہ)

۷۔ ایسی نظم جس میں پیار، محبت والی باتیں کی جاتی ہیں ۔۔۔۔ کہلاتی ہے۔ (غزل)

۸۔ ۔۔۔۔۔۔۔ میں مطلع، مقطع، قافیہ ردیف پایا جاتا ہے۔ (غزل)

۹۔ ایسا شعری مجموعہ جس میں بہت سے اشعار موجود ہوں مگر موضوع ایک ہی ہو ۔۔۔۔۔۔۔۔ کہلاتا ہے۔ (نظم)

۱۰۔ ایسی نظم جس میں ہر بند چار مصرعوں پر مشتمل ہو ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کہلاتی ہے۔ (رباعی)

۱۱۔ مخمس ایسی نظم کو کہتے ہیں جس میں ہر بند ۔۔۔۔۔۔ مصرعوں پر مشتمل ہوتا ہے۔

۱۲۔ مسدس ایسی نظم ہوتی ہے جس میں ہر بند ۔۔۔۔۔۔۔ پر مشتمل ہوتا ہے۔ (چھ مصرعوں)

۱۳۔ تین مصرعوں پر مشتمل اردو شعری نظم ۔۔۔۔۔۔۔ کہلاتی ہے۔ (ہائیکو)

۱۴۔ ہائیکو ایک ۔۔۔۔۔۔ صنف ہے جو اردو میں بعد میں آئی۔ (جاپانی)

۱۵۔ قافیہ کے معنی ہیں ۔۔۔۔۔۔۔ (بار بار آنیوالی)

۱۶۔ شعر میں ردیف سے پہلے آنے والے ہم معنی اور ہم وزن لفظ کو ۔۔۔۔۔ کہا جاتا ہے۔ (قافیہ)

۱۷۔ وہ لفظ جو غزل یا قصیدے کے شعر کے آخر میں قافیہ کے بعد بار بار آئے ۔۔۔ کہلاتا ہے۔ (ردیف)

۱۸۔ مطلع کے لفظی معنی ہیں ۔۔۔۔۔ کی جگہ (طلوع ہونے)

۱۹۔ مطلع غزل کے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ شعر کو کہتے ہیں۔ (پہلے)

۲۰۔ اگر غزل میں مطلع کی طرح دوسرا شعر بھی آجاتا ہے جسکے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کہلاتے ہیں۔ (حسن مطلع)

۲۱۔ غزل کے آخری شعر کو ۔۔۔۔۔۔۔۔ کہتے ہیں۔ (مقطع)

۲۲۔ مقطع میں شاعر اپنا ۔۔۔۔۔۔۔ استعمال کرتا ہے۔ (تخلص)

JOIN FOR MORE!!!

۱۔

حمد

۱۔ سبق میں دی گئی حمد مشہور شاعر ---------- کی ہے۔ (اسماعیل میرٹھی)

۲۔ اسماعیل میرٹھی ---------- میں پیدا ہوئے۔ (۱۸۴۴ء)

۳۔ اسماعیل میرٹھی کا انتقال ---------- میں ہوا۔ (۱۹۱۷ء)

۴۔ اسماعیل کا شمار ---------- کے اہم شاعروں میں ہوتا ہے۔ (بچوں)

۵۔ بندھے ہیں ---------- سخت زنجیر سے۔ (نجم)

۶۔ وہ ---------- کیا ہے؟ کشش باہمی۔ (زنجیر)

۷۔ بنائی ہے تو نے یہ کیا ---------- چھت۔ (خوب)

۸۔ یہ تیری ہی ---------- کے سب کھیل ہیں۔ (قدرت)

۹۔ تصور تیری ذات کا ہے ----------۔ (محال)

۱۰۔ نظم میں چھت سے مراد ---------- ہے۔ (آسمان)

۱۱۔ شاعر نے ---------- کو زنجیر کہا ہے۔ (کشش باہمی)

۱۲۔ لعل و گوہر سے شاعر کی مراد ---------- ہے۔ (سورج، چاند، ستارے)

۱۳۔ حمد کے چوتھے شعر میں بن تیل کے چراغوں سے مراد ---------- ہیں۔ (ستارے)

۱۴۔ اس نظم میں لفظ آئین کا مطلب ---------- ہے۔ (اصول)

۱۵۔ کائنات میں سب کھیل ---------- کے ہیں۔ (قدرت)

JOIN FOR MORE!!!

۲۔

نعت

۱۔ سبق میں دی گئی نعت ---------- نے لکھی ہے۔ (امیر مینائی)

۲۔ نعت میں ---------- کی تعریف کی جاتی ہے۔ (رسولِ خدا)

۳۔ اس نعت میں آیہ رحمت سے ---------- مراد ہیں۔ (آنحضور ﷺ)

۴۔ اس نعت ---------- نبیوں کا ذکر آیا ہے۔ (چار)

۵۔ قاسمِ کوثر سے مراد ---------- کی ذات مبارکہ ہے۔ (آنحضور ﷺ)

۶۔ شاعر نے رسول اکرم ﷺ کو ---------- کا ہمدم کہا ہے۔ (حضرت نوحؑ)

۷۔ شاعر نے بحرِ سخاوت ---------- کو کہا ہے۔ (آنحضور ﷺ)

۸۔ تارکِ دنیا سے مراد ---------- کو چھوڑنے والا ہے۔ (دنیا)

۹۔ مالکِ عقبیٰ کا مطلب ---------- کا مالک ہے۔ (آخرت)

۱۰۔ ہاتھ کا تکیہ، خاک کا بستر بنانے کا مطلب ہوتا ہے سر کے نیچے ہاتھ رکھ ---- پر لیٹ جانا (زمین)

۱۱۔ ﷺ کا مطلب ہے ----------

۵۔ سرِراہِ شہادت

۱۔ "سرِراہِ شہادت" نظم ـــــــــــــ نے لکھی ہے۔ (حفیظ جالندھری)

۲۔ ابوالاثر حفیظ جالندھری ـــــــــــــ کے خالق ہیں۔ (قومی ترانے)

۳۔ ابوالاثر حفیظ جالندھری ـــــــــــ میں پیدا ہوئے۔ (۱۹۰۰ء)

۴۔ ابوالاثر حفیظ جالندھری ـــــــــ میں فوت ہوئے۔ (۱۹۸۲ء)

۵۔ حضرت حمزہؓ حضور پاک ﷺ کے ـــــــــــــ تھے۔ (چچا)

۶۔ حضرت حمزہؓ ـــــــــــــــ میں شہید ہوئے۔ (جنگِ احد)

۷۔ حضرت حمزہؓ کی بہادری پر ـــــــــــ کو ناز تھا۔ (اہلِ عرب)

۸۔ رسول پاک ﷺ کے چہرے پر ـــــــــــ نمایاں تھی۔ (رقت)

۹۔ حضرت حمزہؓ کا اقدام شہادت ـــــــــــ مبنی تھا۔ (حسنِ نیت)

۱۰۔ آنحضور ﷺ نے ـــــــــــــ کے شوقِ شہادت سے خوش ہو کر ان کی پیشانی چومی۔ (حضرت حمزہؓ)

۱۱۔ ہوا ارشاد اے عم ـــــــــ، بسم اللہ (خجستہ فام)

۱۲۔ دفورِ نورِ حق سے ـــــــ چمک اٹھا۔ (چہرہ حمزہؓ)

۶۔ گرمی کی شدت

۱۔ نظم "گرمی کی شدت" ـــــــــــ نے لکھی ہے۔ (میر انیس)

۲۔ میر انیس کے ـــــــــ بہت مشہور ہیں۔ (مرثیے)

۳۔ نظم "گرمی کی شدت" ہیئت کے لحاظ سے ـــــــ ہے۔ (مسدس)

۴۔ کسی مرنے والے کی یاد میں لکھی گئی نظم ـــــــــ ہوتی ہے۔ (مرثیے)

۵۔ اس نظم میں نہرِ علقمہ ـــــــــــ کو کہا گیا ہے۔ (نہر)

۶۔ کتاب میں دی گئی نظم "گرمی کی شدت" میں بند کی تعداد ـــــــــ ہے۔ (چار)

۷۔ اس نظم میں میر انیس نے ـــــــ کی گرمی کا تذکرہ کیا ہے۔ (کوفہ)

۸۔ اڑتی تھی ـــــــ خشک تھا چشمہ حیات کا۔ (خاک)

۹۔ خیمے جو تھے ـــــ کے تپتے تھے سب کے سب (حبابوں)

۱۰۔ گرمی یہ تھی کہ ـــــــــ سے دل سب کے سرد تھے۔ (زیست)

JOIN FOR MORE!!!

۳۔ **برسات کا تماشا**

۱۔	نظم "برسات کا تماشا" ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ نے لکھی ہے۔	(نظیر اکبر آبادی)
۲۔	نظیر اکبر آبادی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ شاعری کے بانی ہے۔	(نیچرل)
۳۔	برسات کے موسم میں خورشید یعنی سورج گھر سے خوب ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہو کر نکلا ہے۔	(گرم)
۴۔	قاصد صبا نے کوہ و دشت کو کہا کہ برسات میں نہا کر ایک بار پھر ۔۔۔۔۔ ہو جاؤ۔	(سرسبز و شاداب)
۵۔	ساخت کے اعتبار سے یہ نظم ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہے۔	(مخمس)
۶۔	آئی ہوا بھی لے کر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کو ہر نگر سے۔	(بادل)
۷۔	ہر کوہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کو بھی کہتے ہیں یوں سنا کر	(دشت)
۸۔	جب یہ نوید پہنچی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میں ایک باری	(صحرا)
۹۔	ہو مست ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ گرجا کویل کی کوک آئی۔	(رعد)
۱۰۔	کالی گھٹا میں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اڑ رہی ہیں۔	(بگلیں)

۴۔ **دنیائے اسلام**

۱۔	دنیائے اسلام نظم ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ نے لکھی ہے۔	(علامہ اقبال)
۲۔	علامہ اقبال ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میں پیدا ہوئے۔	(سیالکوٹ)
۳۔	علامہ اقبال سن ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میں پیدا ہوئے۔	(۱۸۷۷ء)
۴۔	علامہ اقبال سن ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میں فوت ہوئے۔	(۱۹۳۸ء)
۵۔	امتیاز رنگ و خون سے مراد ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کا تعصب ہے۔	(نسل اور ملک)
۶۔	اس نظم میں نیل سے مراد مصر کا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مراد ہے۔	(دریا)
۷۔	نظم دنیائے اسلام سے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کا درس ملتا ہے۔	(اتحاد)
۸۔	اس نظم میں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کی داستان سنانے کا ذکر ہے۔	(ترک و عرب)
۹۔	کاشغر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کا شہر ہے۔	(چین)
۱۰۔	جو امتیازِ رنگ و خون کرے گا ۔۔۔۔۔۔ جائے گا۔	(مٹ)
۱۱۔	ملت بیضاء کے ربط و ضبط میں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کی نجات ہے۔	(مشرق)
۱۲۔	گاز سونے کے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کر دیتا ہے۔	(ٹکڑے)
۱۳۔	مجھ سے کچھ پنہاں نہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کا سوز و ساز۔	(اسلامیوں)
۱۴۔	ایک ہوں مسلم حرم کی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کے لیے۔	(پاسبانی)
۱۵۔	ترک خرگاہی سے مراد ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کی فوج کا سپہ سالار۔	(ترک)
۱۶۔	اعرابی و گہر سے مراد ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کا بہت بڑا تاجر۔	(عرب)

JOIN FOR MORE!!!

۷۔ جیوے جیوے پاکستان

۱۔ "جیوے جیوے پاکستان" کے شاعر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہیں۔ (جمیل الدین عالیؔ)

۲۔ اک سجی ہوئی پھلواری سے شاعر کی مراد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہے (ہمارا پیارا پاکستان)

۳۔ جھیل گئے دکھ "جھیلنے والے سے مراد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہیں جنہیں ملک پاکستان کے لیے قربانیاں دیں۔ (ہمارے آباؤ اجداد)

۴۔ ایک ہے نام ہمارا سے مراد۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہے۔ (پاکستان)

۵۔ بچھڑے ہوؤں کو ایک۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ پر لایا۔ (مرکز)

۶۔ ستاروں کے جھرمٹ سے مراد۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کے ممالک ہیں۔ (دنیا)

۷۔ ہماری دھن۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہے۔ (پاکستان)

۸۔ من پنچھی جب۔۔۔۔۔۔ ہلائے کیا کیا سر بکھرائے۔ (پنکھ)

JOIN FOR MORE!!!

۸۔ کرکٹ اور مشاعرہ

۱۔ "کرکٹ اور مشاعرہ" کے شاعر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہیں۔ (دلاور فگار)

۲۔ اس نظم میں شاعر نے کرکٹ کا موازنہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ سے کیا ہے۔ (مشاعرہ)

۳۔ اس نظم کی شاعری اصناف سخن میں۔۔۔۔۔۔۔ کہلاتی ہے۔ (مزاح)

۴۔ مشاعرے کا بھی تفریح۔۔۔۔۔۔۔۔ ہوتا ہے۔ (ایم)

۵۔ مشاعرے کو کرکٹ کی طرح۔۔۔۔۔۔۔۔ کہا گیا ہے۔ (گیم)

۶۔ کرکٹ میں کھلاڑی مشاعرے میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہوتے ہیں۔ (شاعر)

۷۔ لفظ مشاعرے سے مراد۔۔۔۔۔۔۔۔ ہے۔ (شعر سننے سنانے کی محفل)

۸۔ کرکٹ کی طرح شاعری میں بھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہوتے ہیں۔ (پلیئر)

۹۔ یہ نظم مضمون کے لحاظ سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہے۔ (مزاحیہ)

۱۰۔ ہاں جو لوگ اناڑی ہوتے ہیں وہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کاٹتے ہیں (وقت)

۱۱۔ میرے خیال کو اہلِ نظر کر لیں گے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ (کیچ)

۱۲۔ کرکٹ میں پریکٹس اور مشاعرے میں۔۔۔۔۔ کا ٹھیک ہونا بہت ضروری ہے۔ (گلے)

حصہ غزل

غزل نمبر۱:

۱۔ "فقیرانہ آئے صدا کر چلے" ۔۔۔۔۔۔۔ کی لکھی ہوئی غزل ہے۔

۲۔ میر تقی میرؔ کو ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کہا جاتا ہے۔

۳۔ اس غزل میں لفظ "میاں" ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کے لیے استعمال ہوا۔

۴۔ میرؔ کے کلام کی نمایاں خصوصیت ۔۔۔۔۔۔۔۔ ہے۔

۵۔ دکھائی دیئے یوں کہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کیا۔

۶۔ جہاں میں تم آئے تھے کیا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ چلے؟

۷۔ فقیرانہ آئے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کر چلے۔

۸۔ اس غزل میں شاعر نے ۔۔۔۔۔۔۔۔ کی بات کی۔

۹۔ غزل کے پہلے شعر کو ۔۔۔۔۔۔۔ کہتے ہیں۔

۱۰۔ غزل کے آخری شعر کو ۔۔۔۔۔۔۔ کہتے ہیں۔

میر تقی میرؔ

(میر تقی میرؔ)
(خدائے سخن)
(ذات محبوب)
(درد و غم)
(بے خود)
(کر)
(صدا)
(وفا)
(مطلع)
(مقطع)

غزل نمبر۲:

۱۔ "دہن پر ہیں گمان کیسے کیسے" ۔۔۔۔۔۔۔ کی غزل ہے۔

۲۔ حیدر علی آتش کی شاعری ۔۔۔۔۔۔۔ اور حوصلے کی شاعری ہے۔

۳۔ اس غزل میں لفظ ۔۔۔۔۔۔۔ کسطرح اور کتنے کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

۴۔ لفظ آتش کے لفظی معنی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کے ہیں۔

۵۔ لفظ اندوہ کے معنی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کے ہیں۔

۶۔ نہ گورِ سکندر ہے نہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ دارا۔

۷۔ زمینِ چمن ۔۔۔۔۔۔ کھلاتی ہے کیا کیا۔

۸۔ کلام آتے ہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کیسے کیسے

۹۔ کرے جس قدر ۔۔۔۔۔ نعمت وہ کم ہے۔

۱۰۔ ہمارے بھی مہربان ہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

خواجہ حیدر علی آتش

(خواجہ حیدر علی آتش)
(امید)
(کیسے کیسے)
(آگ)
(غم)
(قبر)
(گل)
(درمیان)
(شکر)
(کیسے کیسے)

JOIN FOR MORE!!!

غزل نمبر ۳: اسداللہ خان غالبؔ

۱۔	"ہر ایک بات پہ کہتے ہو" ------- کی غزل ہے۔	(اسداللہ خان غالبؔ)
۲۔	اسداللہ خان الب کو اردو کا پہلا ------- شاعر کہتے ہیں۔	(فلسفی)
۳۔	اسداللہ غالبؔ ---------- میں پیدا ہوئے۔	(۱۷۹۷ء)
۴۔	اسداللہ غالبؔ کا سنِ وفات ------- ہے۔	(۱۸۶۹ء)
۵۔	غزل کے مقطع میں شاعر اپنا ----- استعمال کرتا ہے۔	(تخلص)
۶۔	اس غزل میں پیراہن کے معنی --------- ہیں۔	(لباس)
۷۔	غالب نے اس غزل میں خود کو ------- کہا ہے۔	(شہہ کا مصاحب)
۸۔	شاہ کا مصاحب سے مراد --------- ہوتا ہے۔	(بادشاہ کا دوست یا ساتھی)
۹۔	غالبؔ نے اس غزل میں شاہ -------- کو کہا ہے۔	(بہادر شاہ ظفرؔ)
۱۰۔	آخری مغل بادشاہ --------- نے اسداللہ خان غالب کو اپنا استاد مقرر کیا تھا۔	(بہادر شاہ ظفرؔ)

غزل نمبر ۴: بہادر شاہ ظفرؔ

۱۔	"لگتا نہیں جی مرا اجڑے دیار میں" ------- کی غزل کا مطلع ہے۔	(بہادر شاہ ظفرؔ)
۲۔	بہادر شاہ ظفرؔ ------- مغل بادشاہ تھے۔	(آخری)
۳۔	------- نے بہادر شاہ ظفرؔ کو رنگون میں قید کر دیا تھا۔	(انگریزوں)
۴۔	بہادر شاہ ظفر کی شاعری واقعیت، صداقت اور -------- پر مبنی ہے۔	(حقیقت)
۵۔	سبق میں موجود غزل --------- سے لی گئی ہے۔	(دیوانِ ظفرؔ)
۶۔	اس غزل میں بہادر شاہ ظفرؔ نے خود کو -------- کہا ہے۔	(بلبل)
۷۔	انگریزوں کو اس غزل میں -------- کہا گیا ہے۔	(صیاد)
۸۔	اللہ تعالیٰ کو اس غزل میں -------- کہا گیا ہے۔	(باغباں)
۹۔	قسمت میں ------ لکھی تھی فصلِ بہار میں	(قید)
۱۰۔	دو -------- زمین بھی نہ ملی کوئے یار میں۔	(گز)

JOIN FOR MORE!!!

غزل نمبر ۵:

مولانا حسرت موہانی

۱۔ دعا میں ذکر کیوں ہو مدعا کا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کی غزل ہے۔	(حسرت موہانی)
۲۔ حسرت موہانی کی یہ غزل۔۔۔۔۔۔۔ کی شکل میں ہے۔	(حمد)
۳۔ اہلِ رضا سے مراد۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہیں۔	(راضی رہنے والے)
۴۔ کرم تیرا ہے اک۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کا۔	(دریا)
۵۔ تقاضا یہی تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کا۔	(خوئے وفا)
۶۔ گناہ گار چلو، عفوِ الٰہی بہت۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہے عرض خطا کا۔	(مشتاق)
۷۔ مدعا کے معنی ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اور غرض وغیرہ۔	(مقصد)
۸۔ نثار کے معنی ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔ ہونا یا ہو جانا۔	(قربان)
۹۔ خوئے وفا سے مراد۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کی عادت یا تقاضا۔	(وفا)
۱۰۔ تمھیں حق نہیں ہے ان سے۔۔۔۔۔۔۔ کا۔	(چون وچرا)

غزل نمبر ۶:

جگر مرادآبادی

۱۔ جب تک انساں پاک طینت ہی نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کی غزل ہے۔	(جگر مرادآبادی)
۲۔ علم و حکمت کے لیے انساں کو۔۔۔۔۔۔۔ ہونا چاہیے۔	(پاک طینت)
۳۔ غزل کے مطابق زندگی کے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ضروری ہے۔	(صداقت)
۴۔ اس غزل میں۔۔۔۔۔۔۔۔ شعر موجود ہیں۔	(پانچ)
۵۔ وہ محبت وہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہی نہیں۔	(عداوت)
۶۔ صرف نقالی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کی جگر۔	(مغرب)
۷۔ سینہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ بھی تھا جس سے گداز۔	(آہن)
۸۔ آدمی کے پاس سب کچھ ہے مگر، تنہا۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہی نہیں۔	(آدمیت)
۹۔ اس غزل میں مصرعوں کی تعداد۔۔۔۔۔۔۔ ہے۔	(دس)
۱۰۔ اگر کل کہہ کر جز ومراد لیا جائے تو اسے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کہتے ہیں۔ جیسے اس غزل میں سینہ کہہ کر مراد دل لیا گیا ہے۔	(مجاز مرسل)
۱۱۔ اس غزل کا پہلا شعر مطلع اور دوسرا شعر۔۔۔۔۔ ہے۔	(حسنِ مطلع)

JOIN FOR MORE!!!

غزل نمبر ۷:

آداجعفری

۱۔ "ہونٹوں پہ کبھی ان کے میرا نام ہی آئے" -------- کی لکھی ہوئی ہے۔ (آداجعفری)

۲۔ شاعرہ کے نزدیک اسکا نام ----------- پر آئے۔ (ہونٹوں)

۳۔ شاعرہ نے اپنے شعر میں ---------- سے گلہ کیا۔ (ہم سفروں)

۴۔ اس غزل کے مقطع میں شاعرہ نے اپنا -------- استعمال کیا ہے۔ (آدا)

۵۔ اس غزل کی ردیف -------- ہے۔ ("ہی آئے")

۶۔ خوش بو کی زبانی تیرا -------- ہی آئے۔ (پیغام)

۷۔ باقی نہ رہے ------ آدا دشت جنوں کی۔ (ساکھ)

۸۔ کام آئے تو پھر جذبہ -------- ہی آئے۔ (ناکام)

۹۔ "لب بستہ ہیں" سے مراد ----- ہیں۔ (چپ، خاموش)

۱۰۔ درو بام سے مراد -------- ہے۔ (گھر)

JOIN FOR MORE!!!

مختصر سوالات اور ان کے جوابات

اخلاقِ نبوی ﷺ

مصنف: مولانا شبلی نعمانی

سوال نمبر: درج ذیل سوالات کے جواب دیجیے۔

(الف) حضرت خدیجہ الکبریٰؓ زمانہ آغاز وحی میں آپ ﷺ کو کن الفاظ میں تسلی دیتی تھیں۔

جواب: حضرت خدیجہ الکبریٰؓ زمانہ آغاز وحی میں آپ ﷺ کو ان الفاظ میں تسلی دیتی تھیں۔
خدا کی قسم! خدا آپ ﷺ کو کبھی غمگین نہ کرے گا آپ ﷺ صلہ رحمی کرتے ہیں، مقروضوں کا بار اٹھاتے ہیں، غریبوں کی اعانت کرتے ہیں، مہمانوں کی فیاضت کرتے ہیں، حق کی حمایت کرتے ہیں، مصیبتوں میں لوگوں کے کام آتے ہیں۔

(ب) حضرت علیؓ نے آنحضرت ﷺ کے کیا اخلاق بیان فرمائے؟

جواب: حضرت علیؓ نبی مہربان کے اخلاق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ
"آپ ﷺ خندہ جبیں، نرم خُو، مہربان طبع تھے۔ سخت مزاج اور تنگ دل نہ تھے"۔

JOIN FOR MORE!!!

(ج) آپ ﷺ جریر بن عبداللہؓ کو دیکھ کر کیا کرتے تھے؟

جواب: جریر بن عبداللہؓ ایک صحابی ہیں جن کو دیکھ کر آپ ﷺ محبت سے مسکرا دیا کرتے تھے ان کا بیان ہے کہ کبھی ایسا نہ ہوا کہ میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا ہوں اور آپ ﷺ نے مسکرا نہ دیا ہو۔

(د) آپ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں ہند بن ابیؓ کیا فرماتے ہیں؟

جواب: ہند بن ابی ہالہؓ جو گیا آنحضرت ﷺ کے آغوش پروردہ تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نرم خو تھے، سخت مزاج نہ تھے۔ کسی کی توہین روا نہ رکھتے تھے، چھوٹی چھوٹی باتوں پر اظہار تشکر فرماتے تھے، کھانا جس قسم کا سامنے آتا، تناول فرماتے اور اُس کو برا بھلا نہ کہتے۔

(ہ) حضرت عتبان بن مالکؓ نے آنحضرت ﷺ سے کیا درخواست کی؟

جواب: عتبان بن مالکؓ جو اصحاب بدر تھے۔ ان کی بینائی میں فرق آ گیا تھا۔ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آکر درخواست کی کہ میں اپنے محلے کی مسجد میں نماز پڑھاتا ہوں۔ لیکن جب بارش ہو جاتی ہے تو مسجد تک جانا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لیے اگر آپ ﷺ میرے گھر میں تشریف لا کر نماز پڑھ لیتے تو میں اس جگہ سجدہ گاہ بنا لیتا۔

(ر) آنحضرت ﷺ نے اپنے نفس سے کن تین چیزیں دور کر دی تھیں۔ نیز کن تین باتوں سے پرہیز کیا کرتے تھے؟

جواب: آنحضرت ﷺ نے اپنے نفس سے تین چیزیں "بحث و مباحثہ، ضرورت سے زیادہ بات کرنا اور جو بات مطلب کی نہ ہو اس میں پڑنا"۔ بالکل دور کر دی تھیں۔ دوسروں کے متعلق بھی تین باتوں سے پرہیز کیا کرتے تھے "کسی کو برا نہیں کہتے تھے۔ کسی کی عیب گیری نہیں کرتے تھے اور کسی کے اندرونی حالات کی ٹوہ میں نہیں رہتے تھے"۔

امید کی خوشی

مصنف: سر سید احمد خان

سوال: درج ذیل سوالات کے جواب دیجیے۔

(الف) مصنف نے "امید" کو خوشی کیوں قرار دیا؟

جواب: مصنف سر سید احمد خان امید کو مخاطب کر کے اوصاف بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اے اُمید! یہ تو ہی ہے جس کے سہارے لوگ زندگی کے مشکل مرحلے طے کرتے ہیں اگر انھیں امید کا سہارا نہ ہو تو وہ منزل زندگی کی دشوار گھاٹیاں طے نہ کر سکیں اور کسی کھائی میں گر یں مگر انھیں تیرے ہی خیال سے رہ کر منزل پر پہنچنے کا احساس قدم اُٹھانے پر آمادہ کرتا ہے۔

(ب) ماں بچے کو کیا لوری دیتی ہے؟

جواب: ماں بچے کو زبان سے یوں لوری دیتی ہے۔ سورہ میرے بچے سورہ، (یعنی سو جا) اے اپنے باپ کی مورت اور میرے دل کی ٹھنڈک سورہ.......... تیرا مکھڑا چاند سے بھی زیادہ روشن ہوگا۔

ماں اپنے بچے کو لوری دیتے ہوئے کہتی ہے سو جا میرے بچے سو جا اپنے باپ کی جیسی پیاری شکل اور میرے دل میں ٹھنڈک پیدا کرنے والے سو جا وہ اس کو دعائیں دیتی جاتی ہے اور سلاتی ہے۔

(ج) بے گناہ قیدی رنجیدہ کیوں تھا؟

جواب: بے گناہ قیدی سے مراد حضرت یوسفؑ ہیں جب ان کے بھائی کنوئیں میں دھکا دے کر بھاگ گئے تھے اور وہ تنہا اس قید خانہ میں تھے اور سامنے ان کے اپنے بڑھے باپ کا چہرہ دکھائی دے رہا تھا۔ قید خانے کی مصیبت، اسکی تنہائی اس کا گہرا اندھیرا اور اس پر اپنی بے گناہی کا خیال اس کو نہایت ہی رنجیدہ رکھتا ہے لیکن زندہ رہنے والی اُمید اُس ہی میں ان کو خوشی محسوس ہو رہی تھی۔

(د) امید ہماری زندگی میں کیا تبدیلی لا سکتی ہے؟

جواب: امید ہی کی برکت ہے کہ انسان کو عزت، شہرت اور ناموری ملتی ہے انسان فیاضی، بہادری اور نیکی کے کام اس لیے سرانجام دیتا ہے کہ اس توقع ہوتی ہے کہ وہ عزت پائے گا۔

(ہ) آپ کی کون سی اُمید آپ کے والدین کے لیے خوشی کا باعث ہے؟

جواب: یہی ہمدردی جو کہ ہمارے والدین کے لیے خوشی کا باعث ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

قومی ہمدردی

مصنف: مولانا الطاف حسین حالی

سوال: درج ذیل سوالات کے جواب دیجئے۔

(الف) "ہمدردی" کا لفظ کن کاموں سے مرکب ہے؟

جواب: "ہمدردی" کا لفظ "ہم" اور "درد" دو فارسی کلموں سے مرکب ہے۔ "درد" کے معنی دکھ اور تکلیف کے ہیں اور "ہم" کا لفظ اشتراک کے معنی دیتا۔

(ب) "ہمدردی" سے کیا مراد ہے؟

جواب: "ہمدردی" کے لفظ سے دو یا کئی شخصوں کا دکھ اور تکلیف میں شریک ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ خواہ ارادے سے ہو، خواہ بے ارادہ ہو۔ مگر آج کل کے استعمال میں ہم دردی سے وہ شرکت مراد لی جاتی ہے۔ جو ارادے سے کی جائے، مثلاً ایک شخص بیمار ہے اور دوسرا رحم یا محبت سے اُسکی دوا دارو کرتا ہے تو دوسرے کو پہلے کا ہم درد کہیں گے۔

JOIN FOR MORE!!!

(ج) انسان میں اگر ہم دردی کا جذبہ نہ ہو تو کیا ہوگا؟

جواب: ہم دردی انسان میں اس لیے پیدا کی گئی ہے کہ کارخانہ دنیا کا انتظام درہم برہم نہ ہونے پائے، کیوں کہ انسان اپنی ضروریات میں ایک دوسرے کے محتاج ہیں۔ ایک کی گاڑی دوسرے کی مدد کے بغیر نہیں چل سکتی۔ پس اگر انسانوں میں ہمدردی نہ ہوتو یہ تمام کارخانہ دَرہم بَرہم ہو جائے۔

(د) کن خیالات نے دنیا کے تنزل اور ترقی پر اثر کیا ہوا؟

جواب: صرف دو خیالات ہیں جنھوں نے دنیا کے تنزل اور ترقی پر بہت کچھ اثر کیا۔ ایک یہ کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے دوسرے یہ کہ سب کچھ کر سکتے ہیں۔ پہلے خیال کا نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ نہ ہوا اور دوسرے خیال نے دنیا میں بڑے بڑے عجائبات ظاہر کیے۔

(ہ) حیوانات میں ہم دردی کسطرح پائی جاتی ہے؟ کوئی دو مثالیں دیجیے۔

جواب: ہم دردی حیوانات میں بھی پائی جاتی ہے۔ بچوں کو ایک مدت تک پرورش کرنا، ان کے لیے غذا بہم پہنچانا، تا بہ مقدور ان کو دشمن کے حملے سے بچانا، سب جانوروں کی عام خصلت ہے۔ اسکے سوا عام ہم دردی بھی اُن میں دیکھی گئی ہے۔

جنگلی بطخوں کا غول جب کسی کھیت میں اُترتا ہے اور وہاں کسی طرح کا کھٹکا نہیں پاتا تو سب کے سب ایک صف باندھ کر دانہ چگتے ہیں، مگر اُن میں سے ایک ایک بطخ نوبت بہ نوبت اپنے ہم جنسوں کی چوکسی کرتی ہے اور جب تک پہرا دیتی رہتی ہے ایک دانہ نہیں کھاتی۔

چیونٹا جب کہیں اناج کا ذخیرہ پاتا ہے تو کبھی تن پروری نہیں کرتا، بلکہ اُسی وقت اپنے ہم جنسوں کو خبر کر دیتا ہے اور تھوڑی سی دیر میں لاکھوں چیونٹوں کو وہاں جمع کر دیتا ہے۔

رشتہ ناتا

مصنف: مولانا محمد حسین آزاد

سوال: درج ذیل سوالات کے جواب دیجئے۔

(الف) قانون ادب سے کیا مراد ہے۔

جواب: رشتہ ایک خدائی پیوند ہے کو ٹوٹ نہیں سکتا۔ اسی طرح بھائی، بہن، چچا، پھوپھی وغیرہ مختلف رشتے دار جو ہر طرح سے ہمارے کاروبار میں معین و مددگار ہوتے ہیں، اگر سب اپنی اپنی جگہ کنارے بیٹھے رہیں تو گزارہ دنیا میں نہ ہو سکے۔ دنیا کی ہر بات میں نزدیکی اور دوری کے رشتے میں ان کی رعایت اور پابندی کو "قانون ادب" کہتے ہیں۔

(ب) دنیا کی بہبود کے لیے کون کون سی چیزیں ضروری ہیں؟

جواب: ادب اور تعظیم اور رعایت دنیا کی بہبود اور کاروائی کے لیے ضروری ہیں۔ اگر ہم کسی کے ساتھ بے ادبی یا بے تو جہی سے پیش آئیں گے تو ہمارا کون ادب یا وقت پر کام کرے گا۔

JOIN FOR MORE!!!

(ج) اگر بزرگ تم سے خوش ہوں گے تو کیا ہوگا؟

جواب: اگر بزرگ تم سے خوش ہوں گے۔ اللہ تمہارا تم سے خوش ہوگا۔ اور ریادہ تر عنایت۔ و انعام فرمائے گا اور دنیا کے فوائد علاوہ اُسکے رہے۔ اُس میں سے ایک لطف یہ بھی ہوگا کہ جب تم بڑے ہوگے تو اُسی طرح تمہارے خرد تمہاری خدمت کریں گے۔

(د) ماں باپ کی اطاعت کس طرح کرنی چاہیے؟

جواب: ماں باپ کی اطاعت یہ ہے کہ اُن کی خدمت میں حاضر رہو، اُن کی مرضی اور خوشنودی کی جستجو رکھو کہ جس طرح اُن کا جی چاہتا ہے وہی کام تم سے عمل میں آئے۔ اگر اسطرح نہ معلوم ہو تو عرض کر کے دریافت کر و اور جس طرح حکم دیں عمل کرو۔ اگر اتفاقاً کسی سبب سے انھوں نے ایک کام کو نہ کہا ہو، لیکن تم سمجھتے ہو، پس اُسکے سرانجام میں دل سے کوشش کرو۔

(ہ) جو اولاد اپنے ماں باپ کا کہا نہیں مانتی اس کا کیا انجام ہوتا ہے؟

جواب: تجربے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو اولاد اپنے ماں باپ کی اطاعت میں رہے وہ صاحب اقبال ہوتے ہیں۔ اور جو ان سے برگشتہ (دور) رہتے ہیں وہ ہمیشہ بداقبال اور ذلیل وخوار ہوتے ہیں اگر زمانے کے حالات کی طرف غور کریں تو ہزاروں مثالیں اس طرح کی نظر آئیں گی۔

(و) عورت کا اپنے میکہ سے نسبت سے متعلق تحریر کریں۔

جواب: اگرچہ عورت اپنے خاوند کے گھر میں خوش حال ہو لیکن جب اسکے باپ یا بھائی پر کوئی صدمہ ہوتا ہے تو گویا اُس کی جان پر صدمہ ہوتا ہے۔ دل بے قرار ہو جاتا ہے جو عورت دونوں گھروں یعنی خاوند اور ماں باپ کی طرف سے بےفکر ہوتی ہے اُس کا دل خوشی سے باغ باغ ہوتا ہے۔ مثل مشہور ہے کہ بیٹا بیٹی سے زیادہ بھائی بہن پیارے ہوتے ہیں۔ واضح ہو کہ ماں باپ کے رشتے قدرتی ہیں اور اپنے اختیار سے باہر ہیں۔

نظریہ پاکستان

مصنف: ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان

سوال: درج ذیل سوالات کے جواب دیجئے۔

(الف): **نظریہ پاکستان کا کیا مفہوم ہے؟**

جواب: نظریہ پاکستان کا مفہوم انسانی اخوت، مساوات، دیانت، خدا پرستی، ہمدردی اور عظمت کردار ہے۔ اس میں اسلامی زندگی کا تصور بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں نظریہ پاکستان اسلامی طرز معاشرت کا آئینہ دار ہے۔

(ب): **شاہ ولی اللہ کی تحریک کا کیا مقصد ہے؟**

جواب: مسلمانوں نے دین میں غیر اسلامی رسومات کو شامل کر لیا تھا۔ حضرت مجدد الف ثانی نے ان غیر اسلامی رسومات کے خلاف آواز بلند کی۔ شاہ صاحب کی تحریک کا مقصد مجدد الف ثانی کی اس تحریک کو مزید بڑھانا تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ مسلمان قرآن کو ضابطہ حیات سمجھ کر پڑھیں اور اس پر عمل کریں اس طرح لادینی قوتوں کے خلاف صف بستہ ہوں۔

(ج): **سرسید احمد خان کا ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں قوموں کے بارے میں کیا نظریہ تھا؟**

جواب: سرسید احمد خان کا ہندو اور مسلمان دونوں قوموں کے بارے میں یہ نظریہ تھا کہ یہ دونوں قومیں عقیدہ، مذہب، تصور حیات، دین، رہن سہن، اور رسم و رواج میں ہر اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ان کا دین جدا، ان کی تہذیب الگ اور ان کی معاشرت ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہے۔ اس لیئے مسلمانوں کا ہندوؤں کے ساتھ کسی طور پر بھی پرخلوص اور پائیدار تعاون نہیں ہو سکتا۔

(د): **کانگریس کا اصل مقصد کیا تھا؟ اور مسلم لیگ کا قیام کیوں عمل میں آیا؟**

جواب: ۱۸۸۵ء میں ہندوؤں نے کانگریس کی یہ کہہ کر بنیاد ڈالی تھی کہ یہ جماعت ہندوستان کی ساری اقوام کے لیئے ہے۔ لیکن ان کا اصل مقصد اپنے حقوق کا تحفظ تھا۔ انہوں نے مسلمانوں کو ان کے کاروبار سے محروم کیا اور ہندوستان کی مشترکہ زبان اردو کو ہٹا کر ہندی قائم کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ جب مسلمانوں کو اس بات کا اندازہ ہو گیا کہ کانگریس مسلمانوں کی راہ میں مشکلات پیدا کر رہی ہے۔ تو انہوں نے اپنے حقوق اور مفاد کے تحفظ کے لیئے ایک نئی تنظیم کی بنیاد ۱۹۰۶ء میں، مسلم لیگ کے نام سے ڈالی۔ جس کی بنیاد سرسید کے ایک رفیق نواب محسن الملک نے ڈھاکہ میں ڈالی۔

(ہ): **دنیا میں قومیت کی تشکیل کے دو بنیادی نظریات کونسے ہیں؟**

جواب: دنیا میں قومیت کی تشکیل کی دو بنیادیں ہیں۔ ایک وہ جو مغربی مفکرین نے قائم کی ہے۔ دوسری وہ جو رسول مقبول ﷺ کی قائم کی ہوئی ہے۔ اہل مغرب نے خاندانی، نسلی اور قبائلی بنیادوں میں ذرا وسعت پیدا کر کے قومیت کی بنیادیں جغرافیائی حدود پر قائم کی۔ مسلمانوں کی قومیت جو لا الہ الا اللہ پر قائم ہے یعنی یہ کہ نسل، رنگ اور وطن کی بنیاد پر نہیں بلکہ ایک نظریے ایک عقیدے، ایک کلمے کی بنیاد پر وجود میں آئی ہے۔

(و): **مسلمانوں کی قومیت ایک نظریاتی قومیت کیوں ہے؟**

جواب: مسلمانوں کی قومیت ایک نظریاتی قومیت اس لیئے ہے کہ اس کی بنیاد "لا الہ الا اللہ" پر قائم ہے۔ اور اس قوم کا ہر فرد اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے اصول زندگی پر عمل پیرا رہتا ہے۔ اور ایک مرکز کے تابع ہوتے ہوئے ایک کتاب کو مانتا ہے۔ اور اس کا خدا واحد ہے اور ایک ہی اس کا رسول ہے۔ اس میں رنگ نسل، علاقے یا زبان کا کوئی دخل نہیں۔ اس لیئے یہ ایک نظریاتی مملکت ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

اصغری نے لڑکیوں کا مکتب بٹھایا

مصنف: ڈپٹی نذیر احمد

سوال: درج ذیل سوالات کے جواب دیجیے۔

(الف): فتح اللہ خاں کی کتنی بیٹیاں تھیں؟ اُن کے نام بتائیے۔

جواب: فتح اللہ خاں کی دو بیٹیاں تھیں، بڑی بیٹی جمال آرا اور چھوٹی بیٹی حُسن آرا

(ب): سلطانہ کے رنجیدہ رہنے کی اصل وجہ کیا تھی؟

جواب: سلطانہ کو دنیا کے سب عیش میسر تھے لیکن لڑکیوں کی طرف سے رنجیدہ رہا کرتی تھیں خاص طور پر اپنی چھوٹی لڑکی حُسن آرا کی طرف سے بہت فکر مند رہتی تھیں۔

(ج): حُسن آرا مزاج کے لحاظ سے کیسی تھی؟

جواب: حُسن آرا کے مزاج کی اُفتاد (ڈھب) ایسی بُری پڑی تھی کہ اپنے گھر ہی میں سب سے بگاڑ تھا۔ نہ ماں کا لحاظ، نہ آپا کا ادب، نہ باپ کا ڈر۔ نوکر الگ بے زار تھے، لونڈیاں (نوکرانیاں) ہیں کہ الگ پناہ مانگتی ہیں غرض حُسن آرا سارے گھر کو سر پر اٹھائے رہتی تھی۔

JOIN FOR MORE!!!

(د): شاہ زمانی بیگم کے آنے پر حُسن آرا نے کیا تماشا کیا ہوا تھا؟

جواب: شاہ زمانی بیگم کے آنے سے چاہیے تھا کہ بڑی خالہ سمجھ کر حُسن آرا گھڑی دو گھڑی کو چپ ہو کر بیٹھ جاتی، کیا ذکر! شاہ زمانی بیگم کو پالکی سے اترے دیر نہ ہوئی تھی کہ لگا تار دو تین شکایتیں آئیں کہ بیگم صاحب دیکھیے چھوٹی صاحب زادی نے میری نئی اوڑھنی لیر لیر (ٹکڑے ٹکڑے) کر ڈالی۔ اب مجھے کون بنا کر دے گا؟ گلاب بلبلا اٹھی کہ ہائے! میرا کان خونا خون ہو گیا، باورچی خانے سے ماما نے دہائی دی۔ اچھی، خدا کے لیے کوئی اُن کو سمجھاتا۔ سالن کی پتیلیوں میں مٹھیاں بھر بھر کر راکھ جھونک رہی ہیں۔

(ہ): شاہ زمانی بیگم نے حُسن آرا سے کیا کہا؟ یا شاہ زمانی بیگم کے آنے پر حُسن آرا کا کیا حلیہ تھا؟

جواب: شاہ زمانی بیگم نے آواز دی۔ "حُسنا! یہاں آؤ"۔

خالہ کی آواز پہچان، حُسن آرا چلی تو آئی لیکن نہ سلام نہ دیا۔ ہاتھوں میں راکھ۔ پاؤں میں کیچڑ۔ اسی حالت میں دوڑ، خالہ سے لپٹ گئی، خالہ نے کہا۔ "حُسنا تم بہت شوخی کرنے لگی ہو"۔

حُسن آرا نے کہا "اس سُنبل چڑیل نے شکایت کی ہوگی"۔

یہ کہہ کر خالہ کی گود سے نکل، لپک کر سُنبل کا سر کھسوٹ لیا۔ بہتیرا خالہ "ایں ایں" کرتی رہیں ایک نہ سُنی۔

(و): شاہ زمانی بیگم نے حُسن آرا کی تعلیم کے بارے میں چھوٹی بہن کو کیا مشورہ دیا؟

جواب: شاہ زمانی بیگم اپنی بہن کی طرف مخاطب ہر کر بولیں:

"بوا سلطانہ، اس لڑکی کے لیے تو اللہ کے واسطے کوئی استانی رکھو"۔

(ز): اصغری نے حُسن آرا کو پڑھانے کے لیے کہاں بلایا؟

جواب: اصغری نے حُسن آرا کو پڑھانے کے لیے اپنے گھر پر بلایا۔

بوڑھی کاکی

مصنف: منشی پریم چند

سوال: درج ذیل سوالات کے جواب دیجیے۔

(الف): بوڑھی کاکی نے اپنی ساری جائیداد بدھ رام کے نام کیوں لکھ دی تھی؟

جواب: بوڑھی کاکی کے شوہر کو مرے ہوئے ایک زمانہ گزر گیا تھا۔ سات بیٹے جوان ہو کر انتقال کر گئے تھے اور اب ایک بھتیجے بدھ رام کے سوا دنیا میں ان کا کوئی نہ تھا۔ اسی بھتیجے کے نام انھوں نے ساری جائیداد لکھ دی تھی۔

(ب): بدھ رام نے جائیداد حاصل کرنے کے بعد بوڑھی کاکی سے کیسا سلوک کیا؟

جواب: بدھ رام نے جائیداد اپنے نام لکھاتے وقت تو خوب لمبے چوڑے وعدے کیے لیکن وہ وعدے صرف سبز باغ تھے۔ اس جائیداد کی سالانہ آمدنی ڈیڑھ دو سو روپے سے کم نہ تھی لیکن بوڑھی کاکی کو اب پیٹ بھر روکھا دانہ بھی مشکل سے ملتا۔

(ج): بدھ رام کے گھر میں کس بات کا جشن منایا جا رہا تھا؟

جواب: بدھ رام کے دروازے پر شہنائی بج رہی تھی اور گاؤں کے بچوں کا جم غفیر نگاہ حیرت سے گانے کی داد دے رہا تھا۔ چار پائیوں پر مہمان لیٹے ہوئے نائیوں سے ٹکیاں لگوا رہے تھے بدھ رام کے لڑکے سکھ رام کا تلک (ہندوؤں میں ٹیکا لگانے کی رسم جو بیٹے کو گدی نشین کرانے کے لیے انجام دیتے ہیں) آیا ہے۔ یہ اسی کا جشن منایا جا رہا تھا۔

(د): بوڑھی کاکی بھوک سے بے تاب ہو کر جب کڑاہ کے پاس پہنچی تو روپا نے ان کے ساتھ کیسا سلوک کیا؟

جواب: روپا نے بوڑھی کاکی کو کڑاہ کے پاس بیٹھے دیکھا تو جل گئی۔ غصہ نہ رک سکا۔ یہ خیال نہ رہا کہ پڑوسنیں بیٹھی ہوئی ہیں دل میں کیا کہیں گی۔ مردانے میں لوگ سنیں گے تو کیا کہیں گے۔ جیسے مینڈک کیچوے پر جھپٹتا ہے اسی طرح وہ بوڑھی کاکی پر جھپٹی اور انھیں دونوں ہاتھوں سے جھنجھوڑ کر بولی: "ایسے پیٹ میں آگ لگے، پیٹ ہے کہ آگ کا کنڈ ہے، کوٹھری میں بیٹھے کیا دم گھٹتا تھا۔ ابھی مہمانوں نے نہیں کھایا۔ جب تک صبر نہ ہو سکا۔ آ کر چھاتی پر سوار ہو گئیں۔ گاؤں دیکھے گا تو کہے گا کہ بڑھیا، پیٹ بھر کھانے کو نہیں پاتی، تب ہی تو اس طرح بوکھلائے پھرتی ہے"۔ اس خیال سے اس کا غصہ اور بھی تیز ہو گیا۔ "نام بیچنے پر لگی ہے، ناک کٹوا کے دم لے گی، اتنا ٹھونستی ہے نہ جانے کہاں بھسم ہو جاتا ہے۔ بھلا چاہتی ہو تو جا کر کوٹھری میں بیٹھو۔ جب گھر کے لوگ کھائیں گے تو تمھیں بھی ملے گا"۔

(ہ): لاڈلی نے اپنی گڑیوں کی پٹاری میں پوریاں کیوں چھپائی تھیں؟

جواب: لاڈلی نے اپنے حصے کی پوریاں بالکل بھی نہ کھائیں بلکہ اپنی گڑیوں کی پٹاری میں بند کر رکھی تھیں۔ وہ یہ پوریاں بوڑھی کاکی کے پاس لے جانا چاہتی تھی۔ اس کا دل بے قرار ہو رہا تھا بوڑھی کاکی میری آواز سنتے ہی اٹھ بیٹھیں گی۔ پوریاں دیکھ کر کیسی خوش ہوں گی۔ مجھے خوب پیار کریں گی۔ لاڈلی کاکی کے پاس جا کر انھیں تشفی دینا چاہتی تھی لیکن ماں کے خوف سے نہ جاتی تھی۔ اُس نے

(و): پوریوں کے ٹکڑے چن چن کر کھاتے دیکھ کر روپا کا کیا حال ہوا؟

جواب: بوڑھی کاکی پتلوں پر سے پوریوں کے ٹکڑے اُٹھا اُٹھا کر کھا رہی ہے۔ یہ دیکھ کر روپا کا کلیجا سن سا ہو گیا اُسکو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ روپا کو اپنی خود غرضی اور بے انصافی آج تک کبھی اتنی صفائی سے نظر نہ آتی تھی۔ ہائے! میں کتنی بے رحم ہوں۔ جسکی جائیداد سے مجھے دو سو روپے سال کی آمدنی ہو رہی ہے، اسکی یہ دُرگت اور میرے کارن! مجھ سے بڑا بھاری گناہ ہوا ہے۔ آج میرے بیٹے کا تلک تھا، سیکڑوں آدمیوں نے کھانا کھایا، میں ان کے اشارے کی غلام بنی ہوئی تھی۔ اپنے نام کے لیے، اپنی بڑائی کے لیے سیکڑوں روپے خرچ کر دیے۔ لیکن جسکی بہ دولت ہزاروں روپے کھائے اُسے اس تقریب کے دن بھی پیٹ بھر کر کھانا نہ دے سکی، محض اس لیے کہ وہ بڑھیا ہے، بے کس ہے، بے زبان ہے۔

(ز): رُوپا نے بوڑھی کاکی کو کھانے کا تھال دے کر کیا کہا؟

جواب: رُوپا نے رقت آمیز لہجے میں کہا:
"کاکی اٹھو! کھانا کھا لو۔ مجھ سے آج بڑی بھول ہوئی۔ اس کا برا نہ ماننا۔ پرماتما سے دعا کرو کہ میری خطا معاف کر دے"

JOIN FOR MORE!!!

سیانا بادشاہ

مصنف: ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ

JOIN FOR MORE!!!

سوال: درج ذیل سوالات کے جواب دیجیے۔

(الف): ساہوکار نے اپنے بیٹوں میں ملکیت کس طرح تقسیم کی؟

جواب: ساہوکار کے چار بیٹے تھے اس نے چار دیگیں منگوائیں اور اپنی ملکیت کے چار حصے کیے۔ کچھ ایک میں، کچھ دوسری میں، اسی طرح چاروں دیگوں میں کچھ نہ کچھ ڈال کر چاروں دیگیں جدا جدا، اپنی کھاٹ کے چاروں پایوں تک گاڑ دیں۔

(ب): ساہوکار نے بیٹوں کو بلا کر کیا کہا؟

جواب: ساہوکار کا جب سکرات کا وقت آیا تو چاروں بیٹوں کو بلا کر کہا:

"بیٹا! دھن دولت ایسی شے ہے جسکی وجہ سے ہمیشہ خون خرابہ ہوتا ہے۔ میں نے اپنی ساری ملکیت چاروں حصوں میں تقسیم کر دی ہے اور چاروں حصے الگ الگ اپنی چارپائی کے چاروں پایوں کے نیچے دفن کر دیے ہیں۔ میرے لیے تم چاروں ہی آنکھوں کے تارے ہو۔ اپنی ملکیت کا کوئی بھی حصہ میں نے چھوٹا بڑا نہیں کیا ہے۔ اس لیے تم میں سے ہر ایک، میرے رُوبہ رُو اپنا اپنا پایا مقرر کر لو اور میرے مرنے کے بعد ان کے نیچے جو بھی گڑا ہوا ہو سو کھود کر نکال لینا"۔

(ج): ساہوکار کے دو بیٹے کس بات پر سخت ناراض ہوئے۔

جواب: ساہوکار کے مرنے کے بعد بیٹوں نے قرعہ اندازی کر کے ہر ایک نے اپنا اپنا پایا مقرر کر لیا۔ ایک دیگ میں ہیرے جواہرات، دوسری سونے کے سکے سے بھری ہوئی۔ تیسری مٹی بھر مٹی اور چوتھی میں دو چار سوکھی ہڈیاں تھیں۔ باقی دو لڑکوں کو جو مٹی اور ہڈیوں کی دیگیں ملیں وہ سخت ناراض ہوئے اور بھائیوں سے کہا:

"اس مٹی اور ہڈیوں کا ہم کیا کریں گے! ہم اصل ملکیت سے ضرور حصہ لیں گے"۔

(د): چاروں بھائی فیصلے کے لیے کس کے پاس گئے۔

جواب: جب ان بھائیوں کی تکرار بڑھنے لگی اور بات چار معتبر لوگوں تک پہنچی۔ لیکن وہ بھی کسی فیصلے پر نہ پہنچ سکے اور بولے: "اس میں کوئی راز ہے۔ لہٰذا کسی دانا شخص سے انصاف کراؤ"۔

تب وہ چاروں ساتھ ساتھ ملک کے بادشاہ کے پاس انصاف کے لیے گئے

(ہ): بادشاہ نے کیا فیصلہ کیا؟

جواب: بادشاہ ان کی بات سُن کر پہلے تو سوچ میں پڑ گیا۔ لیکن پھر بھید کی گتھی سُلجھاتے ہوئے فیصلہ کیا:

تمہارے باپ نے بالکل صحیح فیصلہ کیا ہے۔ ہیرے جواہر والا ہیرے جواہر لے لے اور سونے والا سونا لے لے، جسے مٹی کی دیگ ملی ہے وہ باپ کی زمین سنبھالے اور جسے ہڈیاں ہاتھ آئی ہیں وہ چوپائے مال کا مالک ہے"۔

(و): اس کہانی سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟

جواب: اس کہانی سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہمیں اپنے بڑوں کے فیصلہ سے اتفاق کرنا چاہیے۔

شہید

مصنف: میرزا ادیب

سوال: درج ذیل سوالات کے جواب دیجئے۔

(الف): جاوید شہید کا تعلق کس شہر سے تھا؟

جواب: جاوید شہید کا تعلق قصور شہر سے تھا۔

(ب): جاوید کے مکان کی حالت کس وجہ سے خراب تھی؟

جواب: ستمبر ۱۹۶۵ء کی بھارتی بم باری کی وجہ سے جاوید کے مکان کی حالت بہت خراب تھی۔

JOIN FOR MORE!!!

(ج): رضیہ کیوں رو رہی تھی؟

جواب: رضیہ اپنے شہید بھائی کو یاد کر کے رو رہی تھی جو ۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کی جنگ میں شہید ہو گیا تھا۔ اور آج ۶ ستمبر اس کی شہادت اور سالگرہ کا دن تھا۔

(د): سال گرہ کے موقع پر جاوید کو کیا حکم ملا تھا نیز حکم ملتے ہی جاوید نے کیا کیا؟

جواب: سال گرہ کے موقع پر جاوید کو ڈیوٹی پر حاضر ہونے کا حکم ملا تھا۔ جاوید حکم ملتے ہی جانے لگا آج اُس کی سالگرہ بھی تھی گھر والوں نے روکا تو کہنے لگا:
"ماں! وطن نے مجھے پکارا ہے۔ اب میں کسی اور کام کے لیے نہیں رُک سکتا"

(ہ): رضیہ کے والد نے فاطمہ کو تسلی دینے کے لیے کیا جملے ادا کیے؟

جواب: رضیہ کے والد نے فاطمہ (والدہ) کو تسلی دیتے ہوئے کہا کہ یہ سعادت دنیا میں بہت خوش قسمت کے حصے میں آتی ہے۔ شہادت کو تم کیا سمجھتی ہو؟ وطن کی خاطر جان دے دینا، یہ شرف ہر ایک کو کہاں نصیب ہوتا ہے۔

(و): رضیہ نے سایہ دیکھ کر کس کا نام لیا؟

جواب: رضیہ نے سایہ دیکھ کر "بھائی جان آپ" کہا۔

(ز): شاداں نے ہار کو اٹھایا تو چیخ کر کیا بولی؟

جواب: شاداں نے ہار اٹھایا تو چیخ مار کر ہاتھ ہٹا لیا۔ سب نے یک دم کہا: "کیا ہوا؟" وہ چیخ کر بولی:
لہو، لہو، ہار پر لہو۔ سچ مچ لہو!

نام دیو۔۔۔۔۔۔۔۔مالی

مصنف: مولوی عبدالحق

سوال: درج ذیل سوالات کے جواب دیجئے۔

(الف): نام دیو کس باغ میں مالی تھا؟ مصنف کو نام دیو کی کون سی حرکتوں پر تعجب ہوتا تھا؟

جواب: نام دیو مقبرہ رابعہ دورانی، اورنگ آباد (حیدر آباد دکن) کے باغ میں مالی تھا۔
مصنف لکھتے لکھتے کبھی نظر اٹھا کر کھڑکی سے چمن کی طرف دیکھتا تو نام دیو کو اپنے کام میں معروف پاتا۔ بعض دفعہ اسکی حرکتیں دیکھ کر بہت تعجب ہوتا۔
مثلاً: کیا دیکھتا ہوں کہ نام دیو ایک پودے کے سامنے بیٹھا، پانی ڈال کر ڈول درست کی اور ہر رُخ سے پودے کو مُڑ مُڑ کر دیکھا۔ پھر اُلٹے پاؤں پیچھے ہٹ کر اُسے دیکھنے لگا۔ دیکھتا جاتا تھا اور مسکراتا اور خوش ہوتا تھا۔ یہ دیکھ کر مصنف کو حیرت اور خوشی ہوتی۔

(ب): اس سبق میں نام دیو مالی کی کون کون سی خوبیاں بیان کی گئی ہیں؟

جواب: نام دیو بہت سادہ مزاج، بھولا بھالا تھا۔ اس کے چہرے پر بشاشت اور لبوں پر مسکراہٹ رہتی۔ چھوٹے بڑے ہر ایک سے جھک کر ملتا۔ غریب تھا اور تنخواہ بھی کم تھی، اس پر بھی اپنے غریب بھائیوں کی بساط سے بڑھ کر مدد کرتا رہتا تھا۔ کام سے عشق تھا اور آخر کام کرتے کرتے ہی اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔

(ج): پانی کی قلت بڑھی تو نام دیو نے کیا کیا؟ پانی کی قلت کے زمانے میں نام دیو پودوں کو کیسے سیراب کرتا؟

جواب: ایک سال بارش بہت کم ہوئی۔ کنوؤں میں پانی برائے نام رہ گیا۔ باغ پر آفت ٹوٹ پڑی۔ بہت سے پودے اور پیڑ تلف (ضائع) ہو گئے۔ جو بچ رہے وہ مرجھائے ہوئے تھے۔ لیکن نام دیو کا چمن ہرا ابھرا تھا اور وہ دور دور سے ایک ایک گھڑا پانی کا سر پر اٹھا کے لاتا اور پودوں کو سینچتا۔ جب پانی کی قلت اور بڑھی تو اس نے راتوں کو بھی پانی ڈھوڈھو کر لانا شروع کیا۔ پانی کیا تھا۔ یوں سمجھیں کہ آدھا پانی اور آدھی کیچڑ ہوتی تھی لیکن یہی گدلا پانی پودوں کے حق میں آبِ حیات تھا۔

(د): مصنف نے نام دیو کو انعام کی پیش کش کی تو اس نے کیا کہہ کر انعام قبول کرنے سے انکار کر دیا؟

جواب: مصنف نے اس بے مثل کارگزاری پر اُسے انعام دینا چاہا۔ اس نے لینے سے انکار کر دیا۔ شاید اس کا کہنا ٹھیک تھا کہ اپنے بچوں کے پالنے پوسنے میں کوئی انعام کا مستحق نہیں ہوتا۔

(ہ): کسی پودے کو کیڑا لگ جاتا تو نام دیو کیا کرتا؟

جواب: کبھی کسی پودے میں اتفاق سے کیڑا لگ جاتا تو اسے بڑی فکر ہوتی۔ بازار سے دوائیں لاتا اور اس پودے کی ایسی سیوا (تیمارداری) کرتا جیسے کوئی ہمدرد اور نیک دل ڈاکٹر اپنے عزیز بیمار کی کرتا ہے۔ ہزار جتن کرتا اور اسے بچا لیتا اور جب تک وہ تن درست نہ ہو جاتا اسے چین نہ آتا۔

(و): نام دیو کو بچوں کے علاج میں کیسے مہارت حاصل ہوئی؟ نیز نام دیو بچوں کے علاج کے لیے ادویات کہاں سے حاصل کرتا؟

جواب: باغوں میں رہتے رہتے اسے جڑی بوٹیوں کی بھی شناخت ہو گئی تھی خاص کر بچوں کے علاج میں اسے بڑی مہارت حاصل ہوئی۔ بچوں کے علاج کے لیے ادویات وہ باغوں سے حاصل کرتا۔

(ز): نیکی کب تک نیکی رہتی ہے؟

جواب: نیکی اسی وقت تک نیکی ہے جب تک آدمی کو یہ نہ معلوم ہو کہ وہ کوئی نیک کام کر رہا ہے۔ جہاں اس نے یہ سمجھنا شروع کیا۔ نیکی، نیکی نہیں رہتی۔

(ی): نام دیو کی موت کا واقعہ لکھیں۔

جواب: ایک دن نہ معلوم کیا بات ہوئی کہ شہد کی مکھیوں کو یُورش ہوئی سب مالی بھاگ بھاگ کر چھپ گئے۔ نام دیو کام میں لگا رہا۔ اسے کیا معلوم تھا کہ قضا اس کے سر پر کھیل رہی ہے مکھیوں کا غضب ناک جھکڑ اس غریب پر ٹوٹ پڑا۔ اتنا کاٹا کہ وہ بے دم ہو گیا۔ اسی میں جان دے دی۔

JOIN FOR MORE!!!

ڈسٹرکٹ بورڈ کی ڈسپنسری

مصنف: قدرت اللہ شہاب

سوال: درج ذیل سوالات کے جواب دیجئے۔

(الف): چوکی دار نے ڈاک بنگلے کی چھت غائب نہ ہونے کی کیا وجہ بیان کی؟

جواب: چوکی دار نے ڈاک بنگلے کی چھت غائب ہونے کی وضاحت کی کہ دراصل یہ ۱۹۵۰ء کے سیلاب کا نتیجہ ہے۔

(ب): مصنف نے دیہات میں گھومنے کے شوق کی کیا وجہ بیان کی ہے؟

جواب: مصنف کو بغیر اطلاع دیے دور دراز دیہات میں اکیلے گھومنے کا بے حد شوق ہے۔ دراصل مصنف قدرت اللہ شہاب ایک ڈپٹی کمشنر کے عہدے پر فائز ہیں۔ اطلاع دینے سے یہ ہوتا جو کچھ وہ دیکھنا چاہتے تھے وہ دیکھ نہیں سکتے تھے اس لئے اچانک بغیر اطلاع کے وہ سب کچھ دیکھا جا سکتا ہے جو وہ دیکھنا چاہتے تھے۔

JOIN FOR MORE!!!

(ج): مصنف کو گاؤں میں جو اصطبل نظر آیا وہ دراصل کیا تھا!

جواب: مصنف کو گاؤں میں جو اصطبل نظر آیا وہ دراصل ایک اسپتال تھا۔

(د): مصنف نے اسپتال کے "انڈور وارڈ" کو کیسا پایا تھا؟

جواب: ڈاکٹر صاحب نے مصنف (ڈپٹی کمشنر) کو اسپتال کا انڈور وارڈ دکھایا جو میں غالباً ڈاکٹر صاحب کی بھینس باندھی جاتی تھی۔ کیوں کہ ایک کونے میں تازہ گوبر کے نشان تھے جنہیں ابھی ابھی صاف کیا گیا تھا۔

(ہ): گاؤں کے نمبردار کے بتانے پر ڈاکٹر صاحب کا کیا ردعمل تھا؟

جواب: ڈاکٹر صاحب بے تحاشا بھاگ کر اپنے کوارٹر میں گئے اور کچھ دیر کے بعد بنیان کے اوپر شیروانی پہنے اور ہاتھ میں اسٹیتھو سکوپ لے کر برآمد ہوئے اب انھوں نے خالص افسرانہ انداز میں میری تشریف آوری پر اپنی خوشنودی کا اظہار فرمایا اور مجھے اسپتال کا معائنہ کرنے کی دعوت دی۔

(و): ڈاکٹر صاحب کس حلیے میں مریضوں کا معائنہ کر رہے تھے؟

جواب: ڈاکٹر صاحب دھوتی اور بنیان پہنے کرسی پر اُکڑوں بیٹھے تھے اور اپنے گھٹنوں پر پرچیاں رکھے نسخے لکھ لکھ کر مریضوں کو دے رہے تھے۔

(ز): ڈاکٹر مسیحائی کا فریضہ کتنے عرصہ سے انجام دے رہے تھے؟ اور ڈسپنسری کا آخری معائنہ کب ہوا تھا؟

جواب: ڈاکٹر صاحب اس ڈسپنسری پر پورے نو برس سے مسیحائی فرما رہے تھے انھیں فخر تھا کہ اس دوران ملیریا کے مریضوں میں ۷۵ فی صد، پیچش کے مریضوں میں ۵۰ فی صد اور خارش کے امراض میں ۴۵ فی صد اضافہ ہو گیا تھا۔

ڈسپنسری کا آخری معائنہ ۱۹۳۱ء میں ہوا تھا۔

اُونہہ

مصنف: مرزا فرحت اللہ بیگ

سوال: درج ذیل سوالات کے جواب دیجئے۔

(الف): طالب علموں کے "اُونہہ" کرنے کی وجوہات تحریر کیجیے۔

جواب: طالب علموں کو دیکھو تو "اُونہہ" کا زور سب سے زیادہ انھی میں پایا جاتا ہے سال بھر کھیل کود میں گزار دیا امتحان کا خیال آیا تو "اُونہہ" کر دی یعنی کل سے پڑھیں گے آخر یہ "اُونہہ" یہاں تک کھنچی کہ امتحان آ گیا۔ فیل ہونے اس فیل ہونے پر بھی "اُونہہ" کر دی۔

(ب): اس سبق میں مصنف نے کہاں کہاں طنز اور کہاں کہاں مزاح سے کام لیا ہے؟ تین مواقع تحریر کیجئے۔

جواب: طالب علموں کی یہ "اُونہہ" بہت ہی بامعنی ہوتی ہے اسکے ایک معنی تو یہ ہیں کہ باپ زندہ ہیں، کھانے پینے اور اُڑانے کو بہت ملتا ہے اگر وہ کبھی مر گئے تو جائیداد موجود ہے۔

بچوں نے کوئلے سے دیواروں پر لکیریں کھینچیں دروازے پر پنسل سے کیڑے مکوڑے بنائے۔ پہلے تو یہ تھوڑی بہت بگڑیں پر "اُونہہ" کر کے چپ ہو گئیں۔

گھر والی کی "اُونہہ" سب سے خطرناک اُونہہ ہوتی ہے۔ کسی ماما پر خفا ہو رہی ہیں وہ برابر جواب دیے جاتی ہے یہ "اُونہہ" کر کے خاموش ہو جاتی ہیں لیجیے نوکر شیر ہو گئے گھر کا سارا انتظام درہم برہم ہو گیا۔ خود ان کے اختیارات سلب، گھر کی حکومت ان سے چھن ماماؤں کے ہاتھ میں چلی گئی کوئی چیز چوری ہو گئی بیگم صاحبہ اِدھر اُدھر ڈھونڈا۔ کچھ تھوڑا بہت غل مچایا آخر "اُونہہ" کر کے بیٹھ گئیں۔

(ج): اس سبق میں ابا اور اماں کی "اُونہہ" کا کیا مطلب ہے؟

جواب: بچوں کے فیل ہونے پر ادھر انھوں نے "اُونہہ" کی اور اُدھر ماں باپ نے "اُونہہ" کی۔ اس صورت میں ابا اور اماں کی "اُونہہ" کا دوسرا مطلب ہے۔ یعنی یہ کہ بچہ ابھی فیل ہوا ہے، دل ٹوٹا ہوا ہے۔ ذرا کچھ کہا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ رو رو کر اپنی جان ہلکان کر لے یا کہیں جا کر ڈوب مرے۔ غرض اس "اُونہہ" نے صاحبزادے صاحب کی تعلیم کا خاتمہ بالخیر کر دیا۔

(د): میاں بیوی کی "اُونہہ" کیسے فائدہ مند ہے؟

جواب: میاں بیوی کی "اُونہہ" بعض دفعہ وہ کام کر جاتی ہے جو بڑے بڑے افلاطون صلاح کار بھی نہیں کر سکتے۔ بیوی کو غصہ آیا، میاں نے "اُونہہ" کر دی۔ چلو لڑائی کا خاتمہ ہوا۔ میاں کسی بات پر بگڑے، بیوی نے "اُونہہ" کر دی، میاں کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔ اگر "اُونہہ" کی بجائے جواب دیا جاتا تو میاں کو گھر چھوڑنا اور بیوی کو میکے جانا پڑتا۔

JOIN FOR MORE!!!

کچھ ورق تاریخ سے

مصنف: حکیم محمد سعید

سوال: درج ذیل سوالات کے جواب دیجئے۔

(الف): برٹش میوزیم میں کیا کیا چیزیں موجود ہیں؟

جواب: برٹش میوزیم میں قلمی نسخے، پرانی کتابیں، سرکاری دستاویزات، نقشے اور ڈاک کے ٹکٹ ہیں اور دنیا بھر میں آثار قدیمہ کی کھدائی سے حاصل ہونے والے نادر اور نایاب کتبے، مٹی کے برتن، مورتیاں اور دوسری چیزیں ہیں جن سے تاریخ کے مختلف ادوار کی تہذیب اور تمدن کا پتا چلتا ہے۔

(ب): دنیا کی سب سے مشہور اور اہم لائبریری میں کیا کیا شاہ کار موجود ہیں؟

جواب: برٹش میوزیم دنیا کی سب سے مشہور اور اہم لائبریری ہے۔ یہ ایک آرٹ گیلری بھی ہے جہاں مجسمہ سازی، مصوری، نقاشی اور ظروف سازی کے بہترین نمونے موجود ہیں۔ جو دنیا بھر سے جمع کر کے یہاں رکھے گئے ہیں۔ اُن میں قدیم یونان، مصر، بابل، فارس، ہندوستان، چین اور جاپان کے نوادرات شامل ہیں یہاں تاریخ سے پہلے کے زمانے کی یادگار چیزوں کا بھی ایسا قیمتی ذخیرہ ہے جو دنیا کے کسی اور میوزیم میں نہیں ہے۔

(ج): "البیرونی" کو کس کتاب نے شہرت دی؟

جواب: البیرونی نے ہندوستان کا سفر کیا اور وہاں کے رسم درواج اور رہن سہن کے طریقوں کا غور سے مطالعہ کیا پھر غزنہ واپس آ کر "کتاب الہند" کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ ہندوستان کے لوگ البیرونی سے اتنا متاثر ہوئے کہ انھیں "علم کا دریا" کہنے لگے۔

(د): برٹش میوزیم کی لائبریری کو کتنے حصوں میں تقسیم کیا گیا اور ان میں کیا رکھا گیا ہے؟

جواب: برٹش میوزیم کی لائبریری کے تین بڑے حصے ہیں ایک حصہ مطبوعہ یعنی چھپی ہوئی، کتابوں کا ہے۔ اس میں کتابیں، دستاویزات، نقشے اور ڈاک کے ٹکٹ ہیں۔ دوسرا حصہ مخطوعات یعنی قلمی نسخوں کا ہے۔ یہاں تیسری صدی قبل مسیح سے اب تک کے یورپین مخطوعات ہیں۔ تیسرا حصہ مراکش سے لے کر جاپان تک کے مخطوطوں اور چھپی ہوئی کتابوں کا ہے۔ اخبارات کی الگ لائبریری ہے۔ برٹش میوزیم لائبریری کے مخطوعات کے حصے میں یونان کے آئین کے بارے میں ارسطو کی اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی ایک تحریر بھی موجود ہے۔

(ہ): "روشنی" کتاب کس نے لکھی؟ اُس میں کن باتون کا تذکرہ کیا گیا ہے؟

جواب: ابن الہیثم (ابوعلی الحسن) برسوں کی تحقیق کے بعد "روشنی" پر ایک کتاب لکھی۔ جس میں انہوں نے پہلی بار بتایا کہ روشنی کیا ہے؟ انھوں نے روشنی کو توانائی قرار دیا۔ جسے آج ساری دنیا تسلیم کرتی ہے۔ اس کتاب میں بتایا گیا ہے کہ آنکھ کیسے دیکھتی ہے اور اسکی اندرونی بناوٹ کیسی ہے۔ ابن الہیثم نے یہ اصول بیان کیا کہ جب روشنی کی شعاعیں کسی باریک سوراخ سے گزر کر کسی پردے پر پڑتی ہیں تو وہ اس پردے پر اُس جسم کا اُلٹا عکس ڈالتی ہیں۔ جس سے نکل کر وہ آ رہی ہیں انھوں نے عملی طور پر اس کا مظاہرہ کر کے دکھایا۔

(و): کیمرے کا بانی کون ہے؟

جواب: کیمرے کا بانی ابن الہیثم (ابوعلی الحسن) ہے۔

(ز): مسلمان نام اور سائنس دان ابن الہیثم کب پیدا ہوئے اور کب انتقال ہوا؟

جواب: مسلمان نام اور سائنس دان ابن الہیثم ۹۶۵ء میں پیدا ہوئے اور اس نام ور مسلمان سائنس دان کا انتقال ۱۰۴۳ء میں ہوا۔

JOIN FOR MORE!!!

غالب کے خطوط

مصنف: مرزا اسد اللہ خاں غالب

سوال: درج ذیل سوالات کے جواب دیجئے۔

(الف): غالب کس مقام سے میر مہدی مجروح کے نام خط تحریر کیا؟

جواب: غالب نے رام پور سے میر مہدی مجروح کے نام خط تحریر کیا۔

(ب): دریائے کوسی کہاں واقع ہے؟

جواب: دریائے کوسی رام پور سے تین سو قدم پر ایک دریا ہے اور کوسی اُس کا نام ہے۔

(ج): غالب نے دریائے کوسی کے پانی کی کیا خصوصیات بیان کی ہے؟

جواب: غالب نے دریائے کوسی کے پانی کو بے شبہ "چشمۂ آب حیات" کی خصوصیت بیان کی ہے۔

(د): بیرنگ خط سے کیا مراد ہے؟

جواب: بیرنگ خط سے مراد "بغیر ٹکٹ کے" ہے۔ غالب نے ہرگوپال تفتہ کو خط لکھنے کی تاکید کی اور کہا کہ تمہیں ٹکٹ لگوا کے خط بھیجنے میں مہنگا لگ رہا ہے تو ایسا ہی بیرنگ بھیج دو۔

(ہ): منشی ہرگوپال تفتہ کے نام خط کا آغاز کس طرح کیا گیا ہے؟

جواب: منشی ہرگوپال تفتہ کے نام خط کا آغاز بے تکلفانہ انداز میں کیا ہے۔ کیوں صاحب! رُوٹھے ہی رہو گے یا کبھی منو گے بھی؟ اور اگر کسی طرح نہیں منتے تو رُوٹھنے کی وجہ تو لکھو۔

(و): غالب نے میر مہدی مجروح کو بے وسواس خط بھیج دینے کا کیوں کہا؟

جواب: غالب نے میر مہدی مجروح کو بے وسواس خط بھیج دینے کا اس لیے کہا کہ غالب کا مکان ڈاک گھر کے قریب اور ڈاک منشی ان کا دوست ہے۔ اسلیے انہوں نے کہا کہ جو بھی خط آتا ہے وہ پہلے مجھے ہی دے جاتا ہے۔

(ز): مرزا غالب کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انہوں نے مراسلہ کو مکالمہ بنا دیا۔ اسکی وضاحت کیجئے۔

جواب: غالب کی مکتوب نگاری بے شمار خصوصیات کی حامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے خطوط اردو نثر اور فن مکتوب نگاری کی تاریخ میں منفرد مقام حاصل کر گئے۔
غالب کے خطوط کی سب سے بڑی خوبی انداز مکالمت ہے ان کے خطوط سے معلوم ہوتا ہے جیسے مخاطب سامنے بیٹھا ہے اور گفتگو کر رہا ہے خود ہرگوپال تفتہ کو لکھتے ہیں بھائی مجھ میں تم میں نامہ نگاری کا ہے کو ہے مکالمہ ہے۔
سادگی اور بے تکلفی ان کے خطوط کی نمایاں خصوصیت ہے اور اگر غالب کے خطوط سے لقاب و آداب نکال دیئے جائیں تو یہ علمی مقالات کا مجموعہ بن جائیں۔

JOIN FOR MORE!!!

مرکزی خیال

اخلاقِ نبوی ﷺ

حوالہ:

سبق "اخلاقِ نبوی ﷺ "اس کے مصنف مولانا شبلی نعمانی ہیں ان کی کتاب سیرۃ النبی ﷺ سے ماخوذ ہے۔

تعارف مصنف:

نام آپ کا محمد شبلی اور شمس العلماء خطاب تھا۔اعظم گڑھ (ہندوستان) میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم اعظم گڑھ کے مدرسے سے حاصل کی۔آپ کی قابلیت اور لیاقت کی وجہ سے سرسید نے علی گڑھ کالج میں عربی کا استاد مقرر کیا یہیں آپ کی تصنیفی زندگی کا آغاز ہوا۔ترکی کے سلطان نے آپ کو "تمغائے مجیدی" عطا کیا۔

JOIN FOR MORE!!!

مولانا شبلی نعمانی شاعر، ادیب، فلسفی، قانون دان، ماہر تعلیم، عالم دین اور مورّخ تھے آپ کی تصانیف میں المامون، سیرت النعمان، الفاروق، الغزالی، سوانح مولانا روم، مقالات شبلی اور سیرت النبی ﷺ جیسی بلند پایہ کتابیں ہیں۔

مرکزی خیال:

مولانا شبلی نعمانی نے اپنے مضمون "اخلاقِ نبوی ﷺ "میں یہ مرکزی خیال پیش کیا ہے کہ سیرت النبی ﷺ ہر دور میں انسانیت کا اعلیٰ ترین معیار رہا ہے بلاشبہ ان کی پیروی ہی معراج انسانیت ہے۔

اُمہات المومنین میں حضرت عائشہؓ سے بڑھ کر کسی نے آپ ﷺ کے اوصاف تفصیل سے نہیں بیان کیے ہیں فرماتی ہیں:)

"آنحضرت ﷺ کی عادت کسی کو برا بھلا کہنے کی نہ تھی برائی کے بدلے میں برائی نہیں کرتے تھے بلکہ درگزر کرتے تھے اور معاف فرما دیتے ہیں۔

ایک اور جگہ کسی نے ام المومنین حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ حضور اکرم ﷺ کے اخلاق کیسے تھے؟ انھوں نے کہا کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا ہے جو کچھ قرآن میں ہے وہ حضور ﷺ کے اخلاق تھے۔بقول اقبال

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

غرض آپ ﷺ کی ساری زندگی قرآن پاک کی عملی تفسیر تھی اور قرآن نے خود اُسکی شہادت دی اور کہا۔

اِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ

یعنی بے شک اے محمد ﷺ ! آپ حسن اخلاق کے بہت بڑے مرتبے پر ہیں۔

اس سبق میں حضور اکرم ﷺ کے اخلاق کے مختلف پہلوؤں کا نشاندہی کی ہے۔بقول شاعر

رُخِ مصطفیٰ ﷺ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزم خیال میں نہ دکان آئینہ ساز میں

حوالہ:

سبق "اخلاقِ نبوی ﷺ" اس کے مصنف مولانا شبلی نعمانی ہیں ان کی کتاب سیرۃ النبی ﷺ سے ماخوذ ہے۔

تعارفِ مصنف:

نام آپ کا محمد شبلی اور شمس العلماء خطاب تھا۔ اعظم گڑھ (ہندوستان) میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم اعظم گڑھ کے مدرسے سے حاصل کی۔ آپ کی قابلیت اور لیاقت کی وجہ سے سرسید نے علی گڑھ کالج میں عربی کا استاد مقرر کیا یہیں آپ کی تصنیفی زندگی کا آغاز ہوا۔ ترکی کے سلطان نے آپ کو "تمغائے مجیدی" عطا کیا۔

مولانا شبلی نعمانی شاعر، ادیب، فلسفی، قانون دان، ماہرِ تعلیم، عالمِ دین اور مورخ تھے آپ کی تصانیف میں المامون، سیرت النعمان، الفاروق، الغزالی، سوانح مولانا روم، مقالاتِ شبلی اور سیرت النبی ﷺ جیسی بلند پایہ کتابیں ہیں۔

JOIN FOR MORE!!!

خلاصہ:

حضرت خدیجہ الکبریٰؓ جو نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد ۲۵ برس آپ ﷺ کی خدمت زوجیت میں رہی تھیں۔ زمانہ آغاز وحی میں آپ ﷺ کو ان الفاظ میں تسلی دیتی تھیں خدا کی قسم! خدا آپ ﷺ کو کبھی غمگین نہ کرے گا۔ آپ ﷺ صلۂ رحمی کرتے ہیں مصیبتوں میں لوگوں کے کام آتے ہیں۔ امہات المومنین میں حضرت عائشہؓ سے بڑھ کر کسی نے آپ ﷺ کے اوصاف تفصیل سے نہیں بیان کیے ہیں فرماتی ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی عادت کسی کو برا بھلا کہنے کی نہ تھی برائی کے بدلے میں برائی نہ کرتے تھے بلکہ درگزر کرتے تھے اور معاف فرما دیتے تھے۔ حضرت علیؓ جو آنحضرت ﷺ کے تربیت یافتہ تھے حضرت امام حسینؓ نے اُن سے آپ ﷺ کے اخلاق و عادات کی نسبت سوال کیا فرمایا: آپ ﷺ خندہ جبیں، نرم خو، مہربان طبع تھے۔ سخت مزاج اور تنگ دل نہ تھے۔

آنحضرت ﷺ نے اپنے نفس سے تین چیزیں بالکل دور کر دی تھیں: بحث و مباحثہ، ضرورت سے زیادہ بات کرنا اور جو بات مطلب کی نہ ہو اس میں پڑنا"۔

دوسروں کے متعلق بھی تین باتوں سے پرہیز کرتے تھے۔ کسی کو برا نہیں کہتے تھے۔ کسی کی عیب گیری نہیں کرتے تھے، کسی کے اندرونی حالات کی ٹوہ میں نہیں رہتے تھے۔

الغرض آنحضرت ﷺ کی زندگی میں سادگی، عاجزی و انکساری حد سے زیادہ تھی آپ ﷺ کی زندگی کا ہر ہر پہلو مثالی ہے۔

آپ ﷺ کا چہرہ ہنستا تھا، وقار و متانت سے گفتگو فرماتے تھے۔ کسی کی خاطر شکنی نہیں کرتے تھے۔ معمول یہ تھا کہ کسی سے ملنے کے وقت ہمیشہ پہلے خود سلام و مصافحہ کرتے، کوئی شخص جھک کر آپ ﷺ کے کان میں کچھ بات کہتا تو اس وقت تک اس کی طرف سے رُخ نہ پھیرتے جب تک وہ خود منہ نہ ہٹا لے۔ مصافحے میں بھی یہی معمول تھا۔ یعنی کسی سے ہاتھ ملاتے تو جب تک وہ خود نہ چھوڑ دے اس کا ہاتھ نہ چھوڑتے مجلس میں بیٹھتے تو آپ ﷺ کے زانو ہم نشینوں سے آگے نکلے ہوئے نہ ہوتے۔

سلام میں پیش دستی فرماتے یعنی سلام کرنے میں ہمیشہ پہل کرتے۔ جب چلتے تو مرد، عورتیں، بچے جو سامنے آتے ان کو سلام کرتے ایک دفعہ آپ ﷺ راستے سے گزر رہے تھے ایک مقام پر مسلمان اور منافق دکا فریک جا بیٹھے ملے آپ ﷺ نے سب کو سلام کیا۔

خلق کے سرور، شافعِ محشر ﷺ
مُرسلِ داوَر، خاص پیمبر ﷺ

امید کی خوشی

حوالہ:

سبق "امید کی خوشی" اس کے مصنف سر سید احمد خان ہیں۔ یہ مضمون ان کے مضامین سر سید سے ماخوذ ہے۔

تعارف مصنف:

سر سید احمد خان دہلی میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم مکتب میں حاصل کی۔ پھر قرآن مجید، حدیث پاک اور فقہ کی تعلیم اٹھارہ سال کی عمر میں مکمل کر لی۔ سر سید نے اپنی ادبی زندگی کا آغاز اپنے اخبار "سید الاخبار" سے کیا۔ مسلمانوں کے اخلاق کی اصلاح کے لیے ایک رسالہ "تہذیب الاخلاق" نکالا۔ نیز مسلمانوں کی تعلیم کے لیے علی گڑھ میں ایک اسکول قائم کیا جو ترقی کر کر ایک عظیم الشان یونی ورسٹی بن گیا۔

مرکزی خیال:

JOIN FOR MORE!!!

سبق "امید کی خوشی" کا مرکزی خیال یہ ہے کہ مصنف نے بڑے خوبصورت انداز میں انسانوں پر یہ واضح کیا ہے کہ زندگی میں جو چیزیں زیادہ دور ہوتی ہے اور جس کا حصول دشوار ہوتا ہے وہی چیز جب محنت کے بعد حاصل ہو جاتی ہے تو زیادہ خوشی حاصل ہوتی ہے۔

اسی طرح جب حضرت آدمؑ نے شیطان کے بہکاوے میں آ کر غلطی کا ارتکاب کیا تو یہ امید ہی تھی جس نے ان کو مایوس نہ ہونے دیا۔

حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "اے نبی ﷺ! آپ میرے بندوں سے کہہ دیں کہ وہ میری رحمت سے مایوس نہ ہوں۔

اسی طرح ایک ماں اپنے بچہ کو لوری دیتے ہوئے اچھی اچھی دعائیں اور اچھے مستقبل کی باتیں کرتی ہیں یہ اچھی امیدیں ہی ہیں جو انسان کو آگے بڑھنے میں مدد کرتی ہیں اور انسان کسی بھی مشکل وقت میں گھبراتا نہیں بقول اقبال:

ارادے جن کے پختہ ہوں نظر جن کی خدا پر
تلاطم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتا

حوالہ:

سبق "امید کی خوشی" اس کے مصنف سر سید احمد خان ہیں۔ یہ مضمون ان کے مضامین سر سید سے ماخوذ ہے۔

تعارف مصنف:

سر سید احمد خان دہلی میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم مکتب میں حاصل کی۔ پھر قرآن مجید، حدیث پاک اور فقہ کی تعلیم اٹھارہ سال کی عمر میں مکمل کر لی۔ سر سید نے اپنی ادبی زندگی کا آغاز اپنے اخبار "سید الاخبار" سے کیا۔ مسلمانوں کے اخلاق کی اصلاح کے لیے ایک رسالہ "تہذیب الاخلاق" نکالا۔ نیز مسلمانوں کی تعلیم کے لیے علی گڑھ میں ایک اسکول قائم کیا جو ترقی کر کر ایک عظیم الشان یونی ورسٹی بن گیا۔

خلاصہ:

اس سبق "امید کی خوشی" میں سر سید نے بڑے دل نشین انداز میں امید کے رویے کا وصف بیان کیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ ہر شخص کے لیے زندگی میں امید کا دامن تھامے رکھنا اور کسی گھڑی ناامید نہ ہونے کا رویہ اختیار کیے رکھنا کیوں ضروری ہے۔

ماں کا بچہ کولوری دینا اس سے اس کے مستقبل کی اچھی اچھی باتیں کرنا اچھی امیدوں کے ساتھ اس کو دعائیں دینا حالانکہ یہ امید کی خوشیاں ماں کو اس وقت تھیں جب کہ بچہ غوں غاں بھی نہیں کرسکتا۔ لیکن یہ ہی امیدیں ہوتی ہیں جو انسان کے مہد سے لحد تک ساتھ ساتھ رہتی ہیں۔

سبق امید کی خوشی میں حضرت یوسفؑ کا ذکر بھی کیا گیا ہے کسطرح ان کے بھائیوں نے انھیں کنوئیں میں ڈھکیل کر وہاں سے چلے گئے اور وہ اس کنوئیں میں تنہا قید اور جب اس قید سے نکلتے ہیں تو اپنے وطن سے دور بے یار و مددگار، غیر قوم اور غیر مذہب کے لوگوں کے ہاتھوں میں قید اور ایسے میں بوڑھے باپ کا چہرہ سامنے آتا ہے اتنی سب مصیبتوں کے باوجود ایک امید ایک آس ہمیشہ زندہ رہنے والی خوشی اللہ کی رحمت کی آس انسان کو زندہ رکھتی اور آگے بڑھنے میں مدد کرتی ہے۔

مصنف امید کو مخاطب کر کے مزید کہتے ہیں کہ اے امید! یہ تو ہی ہے جو ہر مصیبت کی گھڑی میں سب کو تسلی دیتی ہے اور ہر ایک کی مدد کرتی ہے اے امید! یہ تو ہی ہے جسکی وجہ سے دور دراز اور مستقبل کی خوشیاں نزدیک اور بالکل قریب نظر آتی ہیں۔

حرف آخر:

انسانوں میں جتنی بھی خوبیاں ہیں اور وہ جس قدر بھی نیکی کے کام کرتے ہیں سب کچھ امید ہی کی بدولت ہیں۔ اگر انسان ناامید ہو جائے اور وہ ہمتی سے کام نہ لے تو دنیا کے سب کام کاج ٹھپ ہو جائیں اس لیے لازم آتا ہے کہ ہمیشہ امید کا دامن تھامے رکھنا چاہیے۔

JOIN
FOR
MORE!!!

قومی ہمدردی

حوالہ:

سبق "قومی ہمدردی" کے مصنف مولانا الطاف حسین حالؔی ہیں یہ مضمون حالی کی کلیات نثر حالی دوم سے ماخوذ ہے

تعارف مصنف:

نام الطاف حسین، تخلص حالؔی اور شمس العلماء آپ کا خطاب تھا۔ پانی پت میں ۱۸۳۷ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے پہلے قرآن پاک حفظ کیا پھر فارسی اور عربی کی تعلیم پائی۔ سترہ برس کی عمر میں شادی ہوئی پھر آپ دہلی چلے گئے جہاں آپ کو مشہور شعراء کی صحبت میسر آئی۔ یہیں انہوں نے مولانا محمد حسین آزاد کے ساتھ مل کر موضوعاتی مشاعروں کی بنیاد ڈالی۔ انھی مشاعروں میں حالؔی نے "برکھارُت، رحم و انصاف، حُبِّ وطن اور اُمید" کے عنوان سے نظمیں پڑھیں۔ حالؔی کا سب سے بڑا کارنامہ "مسدس مدوجزر اسلام" ہے۔ اس طویل نظم میں حالؔی نے اسلام کے عروج وزوال کی موثر تصویر کشی کر کے مسلمانوں کو اپنی ہستی کا احساس دلایا۔ ان کا یہ مضمون "قومی ہمدردی" بھی بڑی اہمیت کا حامل ہے کہ کسطرح خلق خدا کی خدمت اور قومی فلاح و بہبود کے لیے اپنی زندگی وقف کریں۔

درد دل کے واسطے پیدا کیا انساں کو
ورنہ اطاعت کے لئے کم نہ تھے کروبیاں

JOIN FOR MORE!!!

مرکزی خیال:

"قومی ہمدردی" کا مرکزی خیال یہ ہے کہ تمام انسان ایک دوسرے کی ہمدردی کے ذمے دار ہیں اور ہر شخص مصیبت کی حالت میں اپنے ہم جنسوں سے مدد لینے کا استحقاق رکھتا ہے۔ بقول اقبال

اپنے لئے تو سب ہی جیتے ہیں اس جہاں میں
ہے زندگی کا مقصد اوروں کے کام آنا

ہمدردی انسان میں اس لیے پیدا کی گئی ہے کہ کارخانہ دنیا کا انتظام درہم برہم نہ ہونے پائے۔ کیوں کہ انسان اپنی ضروریات میں ایک دوسرے کے محتاج ہیں۔ ایک کی گاڑی دوسرے کی مدد کے بغیر نہیں چل سکتی۔ پس اگر انسانوں میں ہمدردی نہ ہوتو یہ تمام کارخانہ درہم برہم ہو جائے۔

ہیں لوگ وہی جہاں میں اچھے
آتے ہیں جو کام دوسروں کے

خلاصہ:

سبق "قومی ہمدردی" کا خلاصہ یہ ہے کہ "درد" کے معنی دکھ اور تکلیف کے ہیں اور "ہم" کا لفظ اشتراک کے معنی دیتا ہے۔ پس "ہم دردی" کے لفظ سے دو یا کئی شخصوں کا دکھ اور تکلیف میں شریک ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ خواہ ارادے سے ہو، خواہ بے ارادہ۔

ہمارے ہم وطن بھی ہم دردی کی اصل سے بے خبر نہیں ہیں۔ کنویں بنوانے، سبیل لگانی محتاجوں کی خبر لینی، بیاہ شادیوں میں شریک ہو کر ایک دوسرے کا کام بنوانا، بیمار کی عیادت، میت کی تعزیت اور اسی طرح اور بہت سے باتیں ہمارے ملک میں بھی پائی جاتی ہیں۔ بعض اوقات یہ قدرتی خصلت جس کا نام ہم دردی ہے۔ مشق اور تعلیم سے تمام قوم میں پھیل جاتی ہے اور اس کا اثر کسقدر تیز ہو جاتا ہے۔

کیا وہ انسان ہے جو انسان کا غم خوار نہ ہو
بھائی پر آئے مصیبت تو مددگار نہ ہو

قوم ایک درخت کی مثال رکھتی ہے۔ جسکی ٹہنیاں اسکے مختلف خاندان ہیں اور اسکے پتے ہر ایک خاندان کے مرد و عورت۔ جب تک درخت کی جڑ ہری ہے اسکی ٹہنیاں اور پتے بھی ہرے ہیں۔ لیکن جب جڑ کو پانی نہ پہنچے گا، ٹہنیاں اور پتے سب سوکھ جائیں گے اور جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہماری کوشش سے تمام ملک کی حالت کیوں کر بدل سکتی ہے ان کی خدمت میں یہ عرض کیا جاتا ہے کہ بقول شاعر:

یہی ہے عبادت، یہی دین و ایماں
کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

JOIN
FOR
MORE!!!

حرف آخر:

قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ اس دنیا میں عزت اور کامیابی انہی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جو خلق خدا کو فائدہ پہنچاتے اور انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

"لوگوں میں اچھا وہ ہے جو لوگوں کو نفع دیتا ہے"

رشتہ ناتا

حوالہ:

سبق "رشتہ ناتا" کے مصنف مولانا محمد حسین آزاد ہیں۔ ماخوذ "مقالات مولانا محمد حسین آزاد، جلد دوم" سے ہے۔

تعارف مصنف:

آپ کا نام محمد حسین، تخلص آزاد ہے۔ آپ کا خطاب شمس العلماء تھا۔ والد کا نام مولوی محمد باقر تھا ابتدائی تعلیم والد صاحب سے حاصل کی۔ اعلیٰ ثانوی تعلیم دتی کالج سے حاصل کی۔ ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ اور والد صاحب کو سزائے موت ہونے پر آزاد نے بہ مشکل جان بچائی اور لکھنؤ پہنچ گئے لیکن یہاں بھی حالات سازگار نہ پا کر لاہور آ گئے اور محکمہ تعلیم سے منسلک ہو گئے اور درسی کتابیں تیار کیں۔ گورنمنٹ کالج لاہور میں عربی کے استاد بھی رہے۔ آزاد کی تصنیفات میں آب حیات، نیرنگ خیال، دربار اکبری، قصص ہند، مکاتب آزاد اور مقالات محمد حسین آزاد جلد اول و دوم قابل ذکر ہیں۔

مرکزی خیال:

سبق "رشتہ ناتا" کا مرکزی خیال یہ ہے کہ رشتہ ایک خدائی پیوند ہے کہ ٹوٹ نہیں سکتا۔ جو بات اللہ کی طرف سے ہو ہمیں بھی چاہئے کہ اس کی پیروی کریں اور اُسکی مضبوطی کو قوت دیں۔ بقول شاعر

وہی محسوس کرتے ہیں خلش درد محبت کی
جو اپنے آپ سے بڑھ کر کسی سے پیار کرتے ہیں

آج کل ایک ایسا نازک زمانہ ہے کہ جن پر طرح طرح سے ہمارے حقوق ثابت ہیں وہ بھی ان کی طرف لحاظ نہیں کرتے۔ چہ جائے کہ ہم اُن سے برخلافی کریں یقین ہے کہ ہمیں زندگی دشوار ہو جائے۔ بقول شاعر

وفا ہوتی اگر خون کے رشتوں میں
نہ بکتا یوسف مصر کے بازاروں میں

تمہارا ہر ایک بھائی قوت بازو ہے لیکن مثل مشہور ہے کہ بڑا بھائی باپ برابر۔ جو تم سے بڑا ہو اُس کو بڑا سمجھو۔ جو تمہارا بزرگ ہو اُسکی خدمت کرو۔

خلاصہ:

سبق "رشتہ ناتا" کا خلاصہ یہ ہے کہ ادب اور تعظیم اور رعایت دنیا کی بہبود اور کارروائی کے لیے ناگزیر ہیں۔ اگر ہم کسی کے ساتھ بے ادبی یا بے توجہی سے پیش آئیں گے تو ہمارا کون ادب یا وقت پر کام کرے گا۔ اگر بزرگ تم سے خوش ہوں گے، اللہ تم سے خوش ہوگا اور زیادہ تر عنایت و انعام فرمائے گا اور دنیا کے فوائد علاوہ اُسکے رہے۔ اُس میں سے ایک لطف یہ بھی ہوگا کہ جب تم بڑے ہو گے تو اُسی طرح تمہارے چھوٹے تمہاری خدمت کریں گے۔

JOIN FOR MORE!!!

اگر تم اپنے ماں باپ سے خودسر رہے ہو تو عجب نہیں کہ تمہاری اولاد بھی تم سے سرکش رہے۔ اس وقت نہ عقل مندوں کے نزدیک، نہ اللہ کی جناب میں کہیں تمہارا دعویٰ پیش کیا جاسکتا ہے کیوں کہ تم نے اپنے بزرگوں سے کیا سلوک کیا جو آج اپنے چھوٹوں سے توقع رکھتے ہو۔

ماں باپ کی اطاعت یہ ہے کہ ان کی خدمت میں حاضر رہو، اُن کی مرضی اور خوشنودی کی جستجو رکھو کہ جسطرح ان کا جی چاہتا ہے وہ کام تم سے عمل میں آئے۔ اگر اس طرح نہ معلوم ہو تو عرض کر کے دریافت کرو اور جس طرح حکم دیں عمل کرو۔ اگر اتفاقاً کسی سبب سے انھوں نے ایک کام کو نہ کہا ہو لیکن تم سمجھتے ہو پس اس کے سرانجام میں دل سے کوشش کرو۔

ماں نشان منزلِ آدم، تقدس کا پیام
ماں کے قدموں میں ہے جنت ماں کے قدموں کو سلام

حرفِ آخر:

انسان کو اشرف المخلوقات ہونے کے ناطے اللہ کی صفات کا مظہر ہونا چاہیئے۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

"وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کا احترام نہ کرے"

رحم کرنا اللہ کی سب سے غالب صفت ہے نبی کریم ﷺ کی اس حدیث میں خاص طور پر اس صفت رحمت پر زور دیا گیا ہے۔ رحم کے زیادہ حق دار ہمیشہ چھوٹے ہوا کرتے ہیں اور بالعموم بڑے عزت و تکریم کے حق دار ہوتے ہیں۔

JOIN FOR MORE!!!

نظریہ پاکستان

حوالہ:

سبق "نظریہ پاکستان" کے مصنف ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان ہیں۔

تعارف مصنف:

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان ۱۹۱۲ء میں جبل پور (ہندوستان) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم یہیں سے حاصل کی۔ تحصیل علم کا شوق علی گڑھ لے آیا۔ علی گڑھ کالج سے ایم۔ اے اور ناگ پور یونیورسٹی سے پی۔ ایچ۔ ڈی اور ڈی لٹ کی ڈگریاں حاصل کیں۔ اپنی علمی زندگی کا سفر علی گڑھ سے شروع کیا۔ اور ادب، شاعری، تاریخ اور تحقیق میں اہم نوعیت کے کام انجام دیئے ان کی تصانیف کی تعداد سو سے زیادہ ہے وہ اردو کے ساتھ عربی، فارسی، انگریزی اور ہندی زبانوں پر بھی عبور رکھتے تھے۔ ۱۹۴۸ء میں ہجرت کر کے پاکستان آئے۔

حکومت پاکستان نے "اقبال اور قرآن" کتاب لکھنے پر صدارتی ایوارڈ "ستارۂ امتیاز" سے نوازا۔ آپ کی تحریر کردہ کتابیں پاکستان کی جامعات میں پڑھائی جاتی ہیں۔

JOIN FOR MORE!!!

مرکزی خیال:

سبق "نظریہ پاکستان" کا مرکزی خیال یہ ہے کہ نظریہ کسی بھی قوم کے لیے قوت متحرکہ کا کام دیتا ہے دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے ساتھ ہی رنگ، نسل، زبان اور علاقے کے تمام امتیازات ختم ہو جاتے ہیں۔

مسلمانوں کا نظریہ یہ ہے کہ روئے زمین پہ بسنے والے تمام مسلمان ایک ملت ہیں اور اسی تصور کو بنیاد بنا کر پاکستان کی اساس رکھی گئی۔

بتان رنگ و خوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ تورانی رہے باقی، نہ ایرانی نہ افغانی

نظریہ پاکستان محض ایک نظریہ ہی نہیں بلکہ اس کا مقصد اسلامی زندگی اور قدروں کا تصور ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ زندگی کو اس طور سے گزارا جائے کہ مساوات، عدل و انصاف، خدا ترسی اور اعلیٰ کردار کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ قومی مفاد کو ذاتی مفاد پر مقدم رکھے ہر قسم کی گروہ بندی سے بالاتر ہو کر تمام پاکستانیوں کی فلاح و بہبود کی کوشش کرنی چاہیے۔

بقول اقبال:

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ﷺ ہاشمی

خلاصہ:

سبق "نظریہ پاکستان" میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نے نہایت عمدہ پیرائے میں نظریہ پاکستان کی وضاحت کی ہے۔ نظریہ پاکستان دراصل اسلامی قومیت کا نظریہ ہے۔ جس کی بنیاد "لا الہ الا اللہ" پر ہے۔ یہ نظریہ رنگ و نسل اور وطن کی اہمیت کو ختم کر دیتا ہے۔ اور ایک عقیدہ، ایک نظریہ اور ایک کلمے کے پڑھنے والوں کو ایک لڑی میں پرو دیتا ہے۔

نظریہ پاکستان کا مطلب یہی تھا کہ ایک عقیدہ اور ایک کلمہ کے پڑھنے والے ایک جگہ جمع ہو جائیں بلکہ ایک اہم مقصد یہ تھا کہ نئی مملکت ایک مثالی اسلامی حکومت قائم کرے جہاں اللہ کا قانون ہو اور جہاں کے لوگ اسلامی قواعدوں کے امین ہوں۔ غیر منقسم ہندوستان کے ہندوؤں کی ثقافت، مذہب، رہن سہن اور عقیدہ مسلمانوں سے بالکل مختلف تھا۔ اس کے علاوہ انہوں نے انگریزوں کے ساتھ ملکر نا صرف مسلمانوں پر مظالم توڑے بلکہ ان کے کاروبار اور ملازمت وغیرہ سے محروم کر کے غلامانہ زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دیا۔ ان حالات سے قیام پاکستان کا مطالبہ اور زیادہ شدت پکڑ گیا اور برصغیر کے مسلمانوں کے اتحاد کے آگے ہندوؤں اور انگریزوں کی ایک نہ چلی اور قائداعظم کی قیادت میں اللہ کے فضل وکرم سے ہمیں ایک آزادانہ مملکت ''پاکستان'' کی صورت حاصل ہوئی۔

پاکستان کے تحفظ اور بقاء میں نظریہ پاکستان بہت اہمیت رکھتا ہے۔ جس کی رو سے ہماری زندگی دیانت، ہمدردی، اخوت اور عظمت کردار کی حاصل ہونی چاہیئے۔ اتنے عرصے میں ہم نے جو ترقی کی ہے اس سے ملک کا شمار دنیا کی اہم ممالک میں ہوتا ہے۔ اگر ہم آئندہ بھی نظریہ پاکستان کو ملحوظِ خاطر رکھیں تو ترقی کی راہوں پر گامزن رہیں گے۔

ہمیں ایسا کوئی اقدام نہیں کرنا چاہیئے جس سے خدا اور اس کے رسول ﷺ کی پیروی نہ ہو۔ اس طرح ہم اللہ اور رسول ﷺ کی ناراضگی سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔

JOIN
FOR
MORE!!!

حرف آخر:

لہٰذا مصنف کہتے ہیں کہ نظریہ پاکستان کا مقصد محض ایک حکومت قائم کرنا نہیں تھا کیونکہ دنیا میں مسلمانوں کی حکومتیں اور بھی تھیں اصل مقصد اسلامی اصولوں کی ترویج واشاعت اور اہل علم کے لئے مثالی مملکت کا نمونہ فراہم کرنا ہے۔ ہمیں اپنے آباؤ اجداد کے نقش قدم پر چلنا چاہیے اور کوئی ایسا قدم نہیں اٹھانا چاہیے جس سے اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

اصغری نے لڑکیوں کا مکتب بٹھایا

حوالہ:

سبق "اصغری نے لڑکیوں کا مکتب بٹھایا" کے مصنف ڈپٹی نذیر احمد دہلوی ہیں۔ ان کے ناول "مراۃ العروس" سے ماخوذ ہے۔

تعارف مصنف:

نذیر احمد ضلع بجنور (ہندوستان) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی۔ تعلیم کا شوق انھیں دلّی لے آیا۔ یہاں مولوی عبدالخالق کے حلقہ درس میں شامل ہوئے۔ ڈپٹی نذیر احمد اُردو ادب کے پہلے "ناول نگار" تسلیم کئے جاتے ہیں۔ انہوں نے فرضی اور من گھڑت قصوں اور کہانیوں سے ہٹ کر عام آدمی کی زندگی کے مسائل کو اپنے ناولوں کا موضوع بنایا۔ انہوں نے مسلمان عورتوں کی اصلاح، اولاد کی تربیت، اندھا دھند مغربی تقلید کے نقصانات اور معاشرتی خرابیوں پر بہت کچھ تحریر کیا۔

ان کا طرزِ تحریر بہت سادہ، آسان، عام فہم اور رواں ہے۔ وہ محاورات کا بہت سلیقے سے برمحل استعمال کرتے ہیں۔ ان کی دلچسپی اور ظرافت کا ایسا عنصر ہوتا ہے کہ قاری کی دلچسپی ناول کے آخر تک قائم رہتی ہے۔ وہ دلّی کی خالص زبان لکھتے ہیں۔ ان کو گھریلو، روزمرہ اور خصوصاً عورتوں کی زبان لکھنے پر عبور حاصل تھا۔

تعارف سبق:

یوں ڈپٹی نذیر احمد کی تصانیف "تعزیرات کا ترجمہ، قرآن شریف کا ترجمہ، فسانہ مبتلا، توبۃ النصوح، ابن الوقت اور خاص طور پر لڑکیوں اور عورتوں کے لئے مراۃ العروس اور بنات النعش" قابل ذکر ہیں۔ "مراۃ العروس" اس ناول کا موضوع لڑکیوں کی تربیت ہے۔

مرکزی خیال:

سبق "اصغری نے لڑکیوں کا مکتب بٹھایا" کا مرکزی خیال یہ ہے کہ لڑکیوں کی تعلیم و تربیت صحیح خطوط پر کی جائے اگر لڑکی پڑھی لکھی اور سلیقہ مند ہوگی تو اس میں اپنے خاندان کے بدلتے ہوئے حالات اور بڑھتی ہوئی ذمہ داریوں کے مطابق اپنے آپ کو ڈھالنے کی صلاحیت پیدا ہوگی۔ لڑکیوں میں اُٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے اور گفتگو کرنے کا سلیقہ ہونا چاہئے۔ مہمانوں کا خیر مقدم کرنا آنا چاہیے۔ لڑکیوں کی خوشگوار زندگی کا راز بزرگوں کی اطاعت و فرمانبرداری میں ہے۔

دنیا بنانے والے نے بنائی ہر شے خوبصورت
دنیا کا دل جیت لیتی ہے مگر خوبسیرت

خلاصہ:

سبق "اصغری نے لڑکیوں کا مکتب بٹھایا" کا خلاصہ یہ ہے کہ فتح اللہ خاں کی دو بیٹیاں تھیں جمال آرا اور حُسن آرا۔ چھوٹی بیٹی حُسن آرا حد سے زیادہ بدتمیز تھی جسکی وجہ سے اس کی والدہ سلطانہ بیگم رنجیدہ اور پریشان رہتی تھیں۔ ان کی بڑی بہن شاہ زمانی بیگم اُس محلے میں رہتی تھیں جس میں اصغری کا میکہ تھا۔ اُس محلے میں اصغری کی لیاقت اور عقل مندی کا شور تھا۔ شاہ زمانی بیگم اصغری سے خوب واقف تھیں۔

JOIN FOR MORE!!!

شاہ زمانی بیگم اپنی چھوٹی بہن سلطانہ بیگم سے ملنے کے لیے آئیں بڑی خالہ سمجھ کر حسن آرا کو گھڑی دو گھڑی کے لئے خاموش بیٹھنا چاہیے تھا لیکن اس لڑکی نے ایسا اُودھم مچایا ہوا تھا کہ اللہ کی پناہ! شاہ زمانی بیگم نے آواز دی "حُسنا یہاں آؤ"۔ خالہ کی آواز پہچان کر حُسن آرا چلی تو آئی لیکن نہ سلام نہ دعا، ہاتھوں میں راکھ، پاؤں میں کیچڑ۔ اسی حالت میں دوڑ خالہ سے لپٹ گئی۔ خالہ نے کہا "حُسنا تم بہت شوخی کرنے لگی ہو"۔ حُسن آرا نے کہا "اس سُنبل چڑیل نے فریاد کی ہوگی"۔ یہ کہہ کر خالہ کی گود سے نکل، لپک کر سُنبل (نوکرانی) کا سر کھسوٹ لیا۔

بہتیرا خالہ "ایں ایں" کرتی رہیں ایک نہ سنی۔

شاہ زمانی بیگم نے اپنی بہن سے کہا: بوا سلطانہ، اس لڑکی کے لیے اللہ کے واسطے کوئی استانی رکھو۔ خود تمہارے محلے میں مولوی محمد فاضل کی چھوٹی بہو اصغری بیگم لاکھ استانیوں کی ایک اُستانی ہے۔ نوکرانی مانی جی کو بھیج کر معلوم کروایا گیا۔ اصغری کی گفتگو سن کر مانی لٹو ہوگئی۔

مانی جی نے آ کر کہا: استانی تو واقعی میں لاکھ استانیوں کی ایک استانی ہے۔ جسکی صورت دیکھنے سے آدمی بن جائے، پاس بیٹھنے سے انسانیت سیکھے۔ سایہ پڑ جانے سے سلیقہ سیکھے ہوا لگ جانے سے ادب پکڑے۔ لیکن وہ تو ایسی آدمی ہیں کہ مفت پڑھانے کو خوشی سے راضی ہیں۔ سلطانہ نے پوچھا: " کیا یہاں آ کر؟"

مانی جی بولی: بھلا بیگم صاحب جو نوکری کی پرواہ نہیں کرتا وہ یہاں کیوں آنے لگا؟ خیر اگلے دن دونوں بہنیں حُسن آرا کو لے کر اصغری کے گھر آئیں۔ دونوں بہنوں نے اصغری سے کہا کہ مہربانی کر کے اس کو دل سے پڑھا دیجیے۔

اصغری نے کہا: اول تو خود مجھ کو کیا آتا ہے مگر جو چار حرف بزرگوں کی عنایت سے آتے ہیں ان شاء اللہ ان کے بتانے میں اپنی مقدور بھر دریغ نہ کروں گی۔ غرض شاہ زمانی بیگم اور سلطانہ بیگم حُسن آرا کو اصغری کے حوالے کر کے چلی گئیں۔

زینے پہ ترقی کے چڑھا دیتی ہے تعلیم

قاعدہ جینے کا سکھا دیتی ہے تعلیم

JOIN FOR MORE!!!

بوڑھی کاکی

حوالہ:

سبق "بوڑھی کاکی" کے مصنف منشی پریم چند ہیں یہ مضمون مصنف کے ناول "پریم چند کے منتخب افسانے" سے ماخوذ ہے۔

تعارف مصنف:

منشی پریم چند کا اصل نام دھنپت رائے تھا۔ آپ ضلع بنارس کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے والد منشی عجائب لال ڈاک خانے میں کلرک تھے۔ پریم چند نے فارسی اور اردو کی تعلیم ایک مولوی صاحب سے حاصل کی۔ جب کہ انگریزی تعلیم بنارس میں حاصل کی۔ ۱۹۰۱ء میں ادبی زندگی کا آغاز کیا۔ پریم چند نے غریبوں کے حالات و واقعات کو اپنے افسانوں اور ناولوں کا موضوع بنایا۔ ان کا شمار اردو کے اولین افسانہ نگاروں میں ہوتا ہے۔ انہوں نے کل ۲۹ ناول لکھے جن میں سے چند یہ ہیں۔ "سوز وطن، واردات، بیوہ، بازار حسن، زادراہ، نرملا، میدان عمل، پریم بتیسی، پریم پچیسی، پریم چالیسی اور چوگان ہستی" ان کی مشہور تصانیف ہیں۔

JOIN FOR MORE!!!

مرکزی خیال:

سبق "بوڑھی کاکی" کا مرکزی خیال یہ ہے کہ انسانیت کی خدمت ہر مذہب میں اخلاقی فریضہ ہے۔ جس طرح اس مضمون میں مصنف نے ایک بیوہ بوڑھی عورت کا قصہ افسانہ کی شکل میں تحریر کیا ہے۔

وہی محسوس کرتے ہیں خلش دردِ محبت کی
جو اپنے آپ سے بڑھ کر کسی سے پیار کرتے ہیں

بدھ رام کو چاہیے تھا کہ وہ اپنی بوڑھی کاکی کا ہر طریقہ سے خیال رکھتا۔ کیونکہ وہ اور اُس کا خاندان جو عیش و عشرت کی زندگی گزار رہے تھے وہ اس بوڑھی کاکی کی بدولت تھا۔ لیکن وہ ساری جائداد لینے کے بعد اس بوڑھی کاکی اور جائداد لکھاتے وقت جو وعدے کیے تھے سب کچھ بھول گیا۔ اس کہانی میں چھوٹی بچی لاڈلی کا کردار بہت اعلیٰ ہے۔ جس نے اس بوڑھی کاکی کا ہر طریقہ سے خیال رکھا۔

مبارک ہیں جو دل میں دوسروں کا درد رکھتے ہیں
نہاں سینوں میں اشک گرم، آہ سرد رکھتے ہیں

خلاصہ:

سبق "بوڑھی کاکی" کا خلاصہ یہ ہے کہ بڑھاپا بچپن کا دورِ ثانی ہوا کرتا ہے۔ جسطرح یہ بوڑھی کاکی تھی۔ بوڑھی کاکی میں سوائے ذائقے کے سارے حس بے کار ہو چکے تھے اور بچوں کی طرح ضد کرنا، رونا بہ آواز بلند روتی تھیں۔ ان کے شوہر کے انتقال کو عرصہ ہو چکا تھا سات جوان بیٹے بھی ایک ایک کر کے انتقال کر چکے تھے ایک بھتیجے بدھ رام تھا جس کے نام انہوں نے اپنی پوری جائداد لکھ دی تھی۔

ان حضرات نے جائداد لکھاتے وقت تو خوب لمبے چوڑے وعدے کیے لیکن وہ وعدے صرف سبز باغ تھے۔ بوڑھی کاکی کو اب پیٹ بھر روکھا دانہ بھی مشکل سے ملتا ہے۔ بدھ رام کو کبھی کبھی اپنی بے انصافی کا احساس ہوتا، اور اسکی بیوی زود طبیعت کی تیز تھی لیکن اپنے شوہر سے ڈرتی تھی۔ اس لیے بوڑھی کاکی پر اس کی تیزی اتنی نہ کھلتی تھی جتنی بدھ رام کی نیکی سارے گھر میں اگر کسی کو بوڑھی کاکی سے محبت تھی تو وہ بدھ رام کی چھوٹی لڑکی لاڈلی کو تھی۔

مبارک ہیں جو دل میں دوسروں کا درد رکھتے ہیں
نہاں سینوں میں اشک گرم، آہ سرد رکھتے ہیں

بدھ رام کے لڑکے سکھ رام کا تلک آیا تھا گھر میں جشن کا سماں تھا۔ رُوپا مہمانوں کی دعوت کا سامان کرنے میں مصروف تھی۔ بوڑھی کاکی لذت آمیز خوش بو سے بے تاب ہو کر کڑاہ کے پاس آ بیٹھی۔ روپا نے اس بوڑھی کاکی کو کڑاہ کے پاس بیٹھے دیکھا تو جل گئی غصہ نہ رُک سکا یہ خیال نہ رہا کہ پڑوسنیں بیٹھی ہوئی ہیں۔ مردانے میں لوگ سنیں گے تو کیا کہیں گے۔ جیسے مینڈک کیچوے پر جھپٹتا ہے اسی طرح وہ بوڑھی کاکی پر جھپٹی اور انھیں دونوں ہاتھوں سے جھنجھوڑ کر بولی: "ایسے پیٹ میں آگ لگے۔ پیٹ ہے کہ آگ کا کُنڈ ہے کوٹھری میں بیٹھے کیا دم گھٹتا تھا۔ ابھی مہمانوں نے نہیں کھایا۔ تب تک صبر نہ ہو سکا۔ آ کر چھاتی پر سوار ہو گئیں۔ گاؤں دیکھے گا تو کہے گا کہ بڑھیا، بھر پیٹ کھانے کو نہیں پاتی، تب ہی تو اس طرح بوکھلائے پھرتی ہے۔ اس خیال سے اس کا غصہ اور بھی تیز ہو گیا۔ نام بیچنے پر لگی ہے ناک کٹوا کے دم لے گی اتنا ٹھونستی ہے نہ جانے کہاں بھسم ہو جاتا ہے۔ بھلا چاہتی ہو تو جا کر کوٹھری میں بیٹھو جب گھر کے لوگ کھانے لگیں گے تو تمھیں بھی ملے گا"۔ بوڑھی کاکی نے سر نہ اٹھایا۔ نہ روئیں نہ بولیں۔ چپ چاپ رینگتی ہوئی وہاں سے اپنے کمرے میں چلی گئیں۔

لاڈلی کو کاکی سے بہت اُنس تھا۔ وہ کاکی کے پاس جا کر انھیں تسلّی دینا چاہتی تھی لیکن ماں کے خوف سے نہ جاتی تھی۔ اس نے اپنے حصے کی پوریاں نہ کھائیں اپنی گڑیوں کی پٹاری میں بند کر رکھی تھیں۔ وہ یہ پوریاں کاکی کے پاس لے جانا چاہتی تھی۔ رات گیارہ بجے جب سب سو گئے وہ پٹاری لے کر بوڑھی کاکی کے پاس پہنچی "کاکی اٹھو میں پوریاں لائی ہوں"۔ کاکی پوریوں پر ٹوٹ پڑیں۔ لیکن پیٹ نہ بھرا۔ یکا یک لاڈلی سے بولیں: "میرا ہاتھ پکڑ کر وہاں لے چلو جہاں مہمانوں نے بیٹھ کر کھانا کھایا تھا"۔ لاڈلی ان کا منشا نہ سمجھ سکی۔ اس نے کاکی کا ہاتھ پکڑا اور انھیں لا کر جھوٹے پتلوں کے پاس بٹھا دیا اور غریب بھوک کی ماری فاتر العقل بڑھیا پتلوں سے پوریوں کے ٹکڑے چن چن کر کھانے لگی۔

عین اسی وقت رُوپا کی آنکھ کھلی۔ بوڑھی کاکی پتلوں پر سے پوریوں کے ٹکڑے اُٹھا اُٹھا کر کھا رہی ہے رُوپا کا کلیجا سُن سا ہو گیا۔ رُوپا کو اپنی خود غرضی اور بے انصافی آج تک کبھی اتنی صفائی سے نظر نہ آئی تھی۔ اس نے چراغ جلایا اور ایک تھالی میں کھانے کی سب چیزیں سجا کر لیے ہوئے بوڑھی کاکی کی طرف چلی اور رِقت آمیز لہجے میں کہا:

"کاکی اٹھو! کھانا کھا لو مجھ سے آج بڑی بھول ہوئی اس کا بُرا نہ ماننا، پرماتما سے دعا کرو کہ میری خطا معاف کر دے"۔

درد دل کے واسطے پیدا کیا انساں کو
ورنہ اطاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کرّ و بیاں

JOIN FOR MORE!!!

سیانا بادشاہ

حوالہ:

سبق "سیانا بادشاہ" کے مصنف ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ ہیں۔ یہ مضمون ان کی "لوک کہانیاں" حصہ اول سے ماخوذ ہے۔ اس کو اردو میں مترجم "ڈاکٹر سعدیہ تسیم آرا سر تاج" نے کیا ہے۔

تعارف مصنف:

ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ سندھ کے ایک گاؤں جعفر خان لغاری ضلع سانگھڑ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی تربیت والدہ اور چچا نے کی۔ انھوں نے ایم۔ اے علی گڑھ یونی ورسٹی اور ایجوکیشن میں کولمبیا یونی ورسٹی سے پی۔ ایچ۔ ڈی کیا۔ انھوں نے "اردو سندھی لغت اور سندھی اردو لغت "ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کے ساتھ تیار کی۔

وہ نہ صرف سندھی بلکہ انگریزی، عربی، فارسی، سرائیکی اور اردو کے بھی ماہر تھے۔ شاہ عبداللطیف بھٹائی پر تحقیقی مجلے، سندھی موسیقی، سندھی ادب کی تاریخ اور لوک ادب پر کتابیں لکھیں موجودہ لوک کہانی "سیانا بادشاہ" آپ کی تحریر کردہ کتاب لوک کہانیاں سے لی گئی ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

مرکزی خیال:

سبق "سیانا بادشاہ" کا مرکزی خیال یہ ہے کہ دھن دولت ایسی شے ہے کہ جس کی وجہ سے ہمیشہ خون خرابہ ہوتا ہے۔

مال کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا:

"میری امت کا فتنہ مال ہے"

اس لئے وراثت میں اس کی منصفانہ تقسیم ضروری ہے۔ جیسے کہ "سیانا بادشاہ" میں ساہوکار زمیندار نے اپنی ملکیت کو چاروں بیٹوں میں برابر تقسیم کی لیکن بیٹے باپ کی منصفانہ تقسیم کو نہ سمجھ سکے۔ ان کے درمیان مال کے لئے تکرار شروع ہوگئی۔ معتبر لوگوں نے انہیں مشورہ دیا کہ اس میں کوئی راز ہے لہذا کسی دانا شخص سے انصاف کراؤ۔

تب وہ چاروں اپنے ملک کے بادشاہ کے پاس انصاف کے لیے گئے۔

پریشاں ہوں میں مشت خاک لیکن کچھ نہیں کھلتا

بادشاہ ان کی بات سُن کر پہلے تو سوچ میں پڑ گیا لیکن پھر بھید کی گتھی بڑی دانش مندی اور دانائی سے سلجھائی۔

جو ہے پردوں میں پنہاں، چشم بینا دیکھ لیتی ہے

زمانے کی طبیعت کا تقاضا دیکھ لیتی ہے

خلاصہ:

سبق "سیانا بادشاہ" کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص جسکے پاس بے شمار دھن دولت تھی اسکے چار بیٹے تھے۔ ایک دن وہ سخت بیمار ہوا تو چاروں بیٹوں کو بلا کر کہا:

"بیٹا! دھن دولت ایسی شے ہے جسکی وجہ سے ہمیشہ خون خرابہ ہوتا ہے میں نے اپنی ساری ملکیت چاروں حصوں میں تقسیم کردی ہے اور چاروں حصے الگ الگ اپنی چارپائی کے چاروں پایوں کے نیچے دفن کردیے ہیں۔ میرے لیے تم چاروں ہی آنکھوں کے تارے ہو۔ اپنی ملکیت کا کوئی بھی حصہ میں نے چھوٹا بڑا نہیں کیا ہے۔ اس لیے تم میں سے ہر ایک میرے رُوبرو اپنا پایہ مقرر کرلو اور میرے مرنے کے بعد ان کے نیچے جو بھی گڑا ہوا ہو سو کھود کر نکال لینا"۔

لڑکوں نے باپ کے مرنے کے بعد قرعہ اندازی کر کے اپنا پایا مقرر کیا۔ دیکھتے کیا ہیں کہ ایک دیگ میں ہیرے جواہرات، دوسری میں سونا اور تیسری، چوتھی میں کچھ بھی نہیں۔ جن کو ہیرے جواہرات اور سونے کی دیگیں ملیں وہ تو بڑے خوش ہوئے باقی دو لڑکوں کو ایک میں صرف مٹھی بھر مٹی اور دوسری میں دو چار سوکھی ہڈیاں ملیں وہ سخت ناراض ہوئے۔ آخر ان کی تکرار بڑھنے لگی اور بات چار معتبر لوگوں تک پہنچی وہ بھی کوئی فیصلے نہ کرسکے اور بولے: "اس میں کوئی راز ہے لہذا کسی دانا شخص سے انصاف کراؤ۔ تب وہ چاروں ملک کے بادشاہ کے پاس انصاف کے لیے گئے۔ بادشاہ ان کی بات سن کر سوچ میں پڑ گیا پھر بھید کی گتھی سلجھاتے ہوئے بولا:

"تمہارے باپ نے بالکل صحیح فیصلہ کیا ہے۔ ہیرے جواہر والا ہیرے جواہر لے، سونے والا سونا لے، جسے مٹی کی دیگ ملی ہے وہ باپ کی زمین سنبھالے اور جسے ہڈیاں ملی ہیں وہ چوپائے مال کا مالک ہے"۔

بادشاہ کا یہ فیصلہ سن کر چاروں بھائی خوش ہوئے اسکی دانش اور دانائی کی تعریف کرتے اور دعائیں دیتے گھر آ پہنچے اور ایک بہت بڑے جھگڑے سے بچے۔

حدیث مبارکہ ہے:

"میری امت کا فتنہ مال ہے"

JOIN FOR MORE!!!

شہید

شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے
لہو جو ہے شہید کا وہ قوم کی زکوۃ ہے

حوالہ:

سبق "شہید" کے مصنف میرزا ادیب ہیں۔ آپ کا یہ ڈرامہ "شہید" "مٹی کا دیا" سے ماخوذ ہے۔

تعارف مصنف:

آپ کا اصل نام میرزا دلاور حسین علی اور قلمی نام میرزا ادیب ہے۔ اسلامیہ کالج لاہور سے آپ نے بی۔ اے آنرز کا امتحان پاس کیا طالب علمی کے زمانے ہی سے آپ کو لکھنے لکھانے کا شوق تھا۔ رسالہ "ساقی" میں افسانہ نگاری شروع کی۔ آپ رسالہ "ادب لطیف" کے مدیر بھی رہے۔ آپ نے ریڈیو کے اسکرپٹ بھی لکھے۔ آپ کی شہرت کی وجہ آپ کی کتاب "صحرانورد کے خطوط" ہے۔ آپ کی تصنیفات جنگل، کمبل، خاک نشیں، ناخن کا قرض، مٹی کا دیا، صحرانورد کے رومان، آنسو اور ستارے، لہو اور قالین، شیشے کی دیوار اور ماموں جان آپ کی مشہور تخلیقات ہیں۔

مرکزی خیال:

سبق "شہید" کو ڈرامہ کی شکل میں تحریر کیا گیا ہے۔

اس کا مرکزی خیال یہ ہے کہ مُحب الوطنی اور وطن کے لئے جان دے دینا بہت بڑا اعزاز ہے۔ اپنے وطن کی حفاظت کے لئے شہادت قبول کرنا بہت بڑا مرتبہ ہے۔ یہ سعادت دنیا میں بہت خوش قسمت کے حصے میں آتی ہے۔ بقول شاعر

شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے
لہو جو ہے شہید کا وہ قوم کی زکوۃ ہے

دوسرا شہید مرتا نہیں وہ زندہ رہتا ہے۔ شہید کو مردہ کہنے سے منع کیا گیا ہے ان کے متعلق قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کئے گئے ہیں ان کو ہرگز مردہ نہ سمجھو بلکہ زندہ ہیں۔
اپنے رب کے پاس روزیاں دیئے جاتے ہیں"۔ (سورۃ العمران ۱۶۹)

خلاصہ:

جاوید ایک شہید نوجوان جو ۱۹۶۵ء کی جنگ میں شہید ہو گیا تھا۔ اسکی بہن رضیہ اسکی راہ تکتی تھی کہ ایک دن میرا بھائی واپس آئے گا۔ آج ۶ ستمبر کا دن تھا جو جاوید کی شہادت اور سالگرہ کا دن تھا۔ ۶ ستمبر کو جاوید کی سالگرہ کا دن تھا انہی دنوں میں وہ چھٹیوں میں گھر آیا ہوتھا۔ گھر میں بڑی رونق اور چہل پہل تھی۔ دوست احباب جمع تھے۔ شادی کا سماں لگتا تھا۔ رضیہ کو اپنے بھائی کی سالگرہ منانے کا بہت شوق تھا۔ دوست احباب تحفے دے رہے تھے رضیہ نے بھی خود پیسے جمع کر کے ہار خریدا تھا وہ الماری میں سے نکال کر خوشی خوشی بھائی کی طرف لے کر آ رہی تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی اور جاوید کو ڈیوٹی پر حاضر ہونے کا حکم ملا تھا۔ وہ حکم ملتے ہی جانے لگا والدین نے روکا تو کہنے لگا:

"ماں! وطن نے مجھے پکارا ہے اب میں کسی اور کام کے لیے نہیں رُک سکتا"۔

اُسی وقت وہ چلا گیا بہن کہتی رہ گئی "بھائی جان! گلے میں ہار ڈلوالو"۔ مگر وہ بولا: "واپس آ کر ہی ہار گلے میں ڈالوں گا رضیہ"۔ اور چلا گیا۔ رضیہ بھائی کے گلے میں تو ہار نہ ڈال سکی اب اس کی تصویر پر ہار ڈالا ہوا تھا۔ اور وہ اپنے بھائی کو یاد کر کے رو رہی تھی۔ رات ہو چکی تھی روشنی بھی مدھم تھی کہ صحن کے دروازے سے ایک سایہ بڑھتا دکھائی دیتا ہے۔ یکا یک رضیہ نے پکارا، بھائی جان، آپ! اس نے اپنے بھائی سے پوچھا بھائی جان! آپ کہاں تھے آپ؟

JOIN FOR MORE!!!

جاوید بولا: یہاں، وہاں ہر جگہ، ہر مقام پر کہاں نہیں تھا میں۔

رضیہ نے کہا: آپ تو میدان جنگ سے لوٹے ہی نہیں تھے۔ ابا جان کہتے تھے انھوں نے آپ کا لہو بھرا جسم دیکھا تھا اور بھائی جان! آپ بھائی جان ہیں نا؟

جاوید: تم دیکھ نہیں رہیں مجھے۔

رضیہ: ہائے! ہمیں آپ کا کتنا انتظار تھا۔

جاوید: مجھے معلوم تھا میری پیاری بہن میرا انتظار کر رہی ہوگی۔ وہ ہار اب تم میرے گلے میں ڈال سکتی ہو۔

رضیہ: پسند ہے یہ ہار آپ کو؟

جاوید: میری بہن کا ہار مجھے پسند کیوں نہ ہوگا یہ ہار تو شفق و قوس و قزح کو گوندھ کر بنایا گیا ہے۔ کتنا پیارا، کتنا خوبصورت ہے یہ ہار! اتنے میں سایہ پیچھے ہٹنے لگتا ہے۔

رضیہ اپنے بھائی جان کو آواز دیتے آگے بڑھتی جاتی تھی کہ اسکے والد کمرے میں آجاتے ہیں اور پوچھتے ہیں بیٹی کیا ہوا؟

رضیہ نے کہا ابھی بھائی جان آئے تھے۔ میں نے ان کے گلے میں ہار ڈالا ہے۔ ان کی پڑوسن شاداں کہتی ہے ہار تو وہ پڑا ہوا ہے۔ اور آگے بڑھ کر ہار اُٹھانے کی کوشش کرتی ہے۔ لیکن چیخ مار کر ہاتھ ہٹا لیا سب نے یک دم کہا: کیا ہوا؟

شاداں نے کہا: لہو، لہو ہار پر سچ مچ لہو!

ارشاد باری تعالیٰ:

"جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کیے گئے ہیں ان کو ہرگز مردہ نہ سمجھو بلکہ زندہ ہیں۔

اپنے رب کے پاس روزیاں دیئے جاتے ہیں"۔ (سورۃ العمران ۱۶۹)

JOIN FOR MORE!!!

نام دیو۔۔۔۔۔مالی

حوالہ:

سبق "نام دیو۔۔۔۔۔مالی" کے مصنف کا نام مولوی عبدالحق ہے۔ بابائے اردو آپ کا لقب ہے۔ سبق "نام دیو۔۔۔۔مالی" آپ کی مشہور تصنیف "چند ہم عصر" سے ماخوذ ہے۔

تعارف مصنف:

مولوی عبدالحق ضلع میرٹھ کے قصبے ہاپڑ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم فیروز پور اور علی گڑھ میں حاصل کی۔ علمی خدمات کے صلے میں الہٰ آباد یونی ورسٹی اور علی گڑھ یونی ورسٹی سے ڈی۔ لٹ کی اعزازی ڈگریاں ملیں۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ اردو کے لیے مختلف خدمات انجام دیں۔ جس کے صلے میں آپ کو قوم نے "بابائے اردو" کا لقب دیا۔

لغت، قواعد، تحقیق، تدوین اور تبصرے کے حوالے سے ان کی متعدد کتابیں چھپ چکی ہیں۔ شخصیت نگاری پر "چند ہم عصر" ان کی مشہور تصنیف ہے۔ اسی تصنیف سے یہ خاکہ لیا گیا ہے۔

مرکزی خیال:

سبق "دیو۔۔۔مالی" سے یہ درس ملتا ہے کہ "محنت کر کے رزق حاصل کرنے والا اللہ کا دوست ہے"۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"جو شخص محنت کرتا ہو وہ اپنے فائدے کے لیے محنت کرتا ہے"۔ (سورۃ العنکبوت ۶)

اس سبق کا مرکزی کردار نام دیو۔۔۔۔مالی ایک محنتی شخص تھا۔ گرمی ہو یا جاڑا، دھوپ ہو یا سایہ، وہ دن رات برابر کام کرتا رہتا۔ اسے کبھی یہ خیال نہ آیا کہ میں بہت کام کرتا ہوں یا میرا کام دوسروں سے بہتر ہے اسی لیے اسے اپنے کام پر فخر یا غرور نہ تھا۔ وہ غریبوں کی مدد کرتا، وقت پر کام کرتا۔ لیکن اسے یہ کبھی احساس نہ ہوا کہ کوئی نیک کام کر رہا ہوں نیکی اسی وقت تک نیکی ہے جب تک آدمی کو یہ نہ معلوم ہو کہ وہ کوئی نیک کام کر رہا ہے۔ جہاں اس نے یہ سمجھنا شروع کیا، نیکی نیکی نہیں رہتی۔ ہر انسان میں اللہ نے کوئی نہ کوئی صلاحیت رکھی ہے اس صلاحت کو درجہ کمال تک پہنچانے میں ساری نیکی اور بڑائی ہے۔

تقدیر کے پابند نباتات و جمادات
مومن فقط احکام الٰہی کا ہے پابند

خلاصہ:

اس سبق "نام دیو۔۔۔مالی" میں مصنف نے دیو مالی کی شخصیت پر بہت اچھا تبصرہ پیش کیا کہ کس طرح اس کو اپنے کام سے محبت اور لگن تھی۔ مصنف جس بنگلے میں قیام پذیر تھے وہ اس بنگلے کے باغ میں کام کیا کرتا تھا وہ کھڑکی سے اسکی تمام حرکات وسکنات کا بغور مطالعہ کیا کرتے اور اسکی حرکتیں دیکھ کر تعجب کیا کرتے مثلاً وہ دیکھتے کہ نام دیو ایک پودے کے سامنے بیٹھا، پانی ڈال کر ڈول درست کی اور ہر رخ سے پودے کو مُڑ مُڑ کر دیکھا۔ پھر اُلٹے پاؤں پیچھے ہٹ کر اسے دیکھنے لگا۔ دیکھتا جاتا تھا اور مسکراتا اور خوش ہوتا تھا۔ یہ دیکھ کر مصنف کو حیرت بھی ہوتی اور خوشی بھی۔

JOIN FOR MORE!!!

نام دیو اپنے پودوں اور پیڑوں کو اپنی اولاد سمجھتا تھا اور اولاد کی طرح ان کی پرورش کرتا۔ ان کو سرسبز و شاداب دیکھ کر ایسا ہی خوش ہوتا جیسے ماں اپنے بچوں کو دیکھ کر خوش ہوتی ہے۔ باغوں میں رہتے اسے جڑی بوٹیوں کی شناخت ہوگئی تھی۔ خاص کر بچوں کے علاج میں اسے بڑی مہارت تھی۔

ایک سال بارش بہت کم ہوئی کنوؤں میں پانی برائے نام رہ گیا۔ باغ پر آفت ٹوٹ پڑی لیکن نام دیو کا چمن ہرا بھرا تھا وہ دور دور سے ایک ایک گھڑا پانی کا سر پر اٹھا کے لاتا اور پودوں کو سینچتا۔ جب پانی کی قلت اور بڑھی تو اس نے راتوں کو بھی پانی ڈھوڈھو کر لانا شروع کیا پانی کیا تھا یوں سمجھیں کہ آدھا پانی اور آدھی کیچڑ لیکن یہی گدلا پانی پودوں کے حق میں آبِ حیات تھ۔

مقبرہ رابعہ دورانی اور اس کا باغ جو اپنی ترتیب و تعمیر کے اعتبار سے مغلیہ باغ کا بہترین نمونہ ہے مدت سے ویران اور سنسان پڑا تھا جب اعلیٰ حضرت حضور نظام کو اورنگ آباد کی خوشگوار آب و ہوا میں باغ لگانے کا خیال ہوا تو یہ کام ڈاکٹر سید سراج الحسن ناظم تعلیمات کو اس باغ کا کام سونپا گیا۔

ڈاکٹر صاحب کو آدمی پرکھنے میں بھی کمال تھا وہ نام دیو کے بڑے قدر دان تھے اسے مقبرے سے شاہی باغ میں لے گئے۔ نام دیو نے نہ فن باغ بانی کی کہیں تعلیم پائی تھی اور نہ ہی اسکے پاس کوئی سند یا ڈپلومہ تھا البتہ کام کی دھن تھی کام سے سچا لگاؤ تھا۔ ایک دن نا معلوم کیا بات ہوئی کہ شہد کی مکھیوں کی یورش ہوئی سب مالی بھاگ کر چھپ گئے۔ نام دیو کام میں لگا رہا۔ اسے کیا معلوم تھا کہ قضا اسکے سر پر کھیل رہی ہے۔ مکھیوں کا غضب ناک جھگڑا اس غریب پر ٹوٹ پڑا۔ اتنا کاٹا کہ وہ بے دم ہو گیا اسی میں اس کا انتقال ہو گیا۔

حرف آخر:

مصنف کہتے ہیں جب بھی مجھے نام دیو کا خیال آتا ہے تو میں سوچتا ہوں کہ نیکی کیا ہے اور بڑا آدمی کسے کہتے ہیں۔ ہر شخص میں قدرت نے کوئی نہ کوئی صلاحیت رکھی ہے اس صلاحیت کو درجہ کمال تک پہنچانے میں ساری نیکی اور بڑائی ہے لیکن درجہ کمال تک پہنچنے کی کوشش ہی میں انسان، انسان بنتا ہے۔ اگر نیکی اور بڑائی کا کوئی معیار ہے تو نام دیو نیک تھا اور بڑا بھی۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

"بہتر انسان وہ ہے جو لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے"

ہیں لوگ وہی جہاں میں اچھے

آتے ہیں جو کام دوسروں کے

JOIN FOR MORE!!!

ڈسٹرکٹ بورڈ کی ڈسپنسری

حوالہ:

سبق "ڈسٹرکٹ بورڈ کی ڈسپنسری" کے مصنف قدرت اللہ شہاب ہیں۔ یہ سبق آپ کے "شہاب نامہ" سے ماخوذ ہے۔ جو کہ آپ کی "آپ بیتی ہے"۔

تعارف مصنف:

پاک و ہند کے ممتاز سرکاری افسر "قدرت اللہ شہاب" اردو کے مشہور ادیب، افسانہ نگار، صوفی اور دانشور ہیں۔ آپ نے آزاد کشمیر میں سیکریٹری جنرل اور جھنگ میں ڈپٹی کمشنر کے عہدوں پر کام کیا۔ ہالینڈ میں پاکستان کے سفیر بھی رہے۔ آپ پاکستان کے صدور کے پرائیویٹ سیکریٹری بھی رہے۔

JOIN FOR MORE!!!

شہاب نامہ آپ کی "آپ بیتی" ہے جس میں اپنے بچپن، جوانی اور بڑھاپے کا احوال بیان کیا ہے۔ قومی خدمات کے اعتراف میں حکومت پاکستان نے آپ کو "ستارہ پاکستان" کے تمغے سے نوازا۔ آپ کی دیگر تصنیفات میں یا خدا، نفسانے، ماں جی اور سرخ فیتہ مقبول کتابیں ہیں۔

مرکزی خیال:

سبق "ڈسٹرکٹ بورڈ کی ڈسپنسری" کا مرکزی خیال یہ ہے کہ یہ ملک خداداد پاکستان کلمہ طیبہ کے نام پر بنا ہے۔ اس لئے تمام حکومتی اداروں کو چاہیے کہ وہ اللہ کا خوف اور آخرت کی جوابدہی کا خوف اپنے اندر پیدا کریں۔ ایمانداری کے ساتھ کام کریں۔ اللہ کی طرف سے جو بھی منصب آپ کو ملا ہے اس کو دیانت داری کے ساتھ اس کا پورا پورا حق ادا کریں۔ ایسا نہ ہو۔ بقول اکبر الہ آبادی

قابلیت تو بہت بڑھ گئی ماشاء اللہ
مگر افسوس یہ ہے کہ مسلماں نہ رہے

خلاصہ:

سبق "ڈسٹرکٹ بورڈ کی ڈسپنسری" میں مصنف نے اپنا مشاہدہ لکھا ہے جو کہ ان کی "آپ بیتی" بھی ہے۔ مصنف لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ وہ ایک طویل دورے سے واپس آرہے تھے کہ ایک پرفضا مقام پر انہوں نے ڈاک بنگلہ نظر آیا ستانے کے لئے یہاں قیام کیا ڈاک بنگلا کھلا پڑا تھا اندر داخل ہوگئے چھت غائب تھی معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ ۱۹۵۰ء میں سیلاب آنے کی وجہ سے چھت غائب ہوگئی ڈاک بنگلا کی تعمیر کا اندازہ وہاں رکھے برتنوں سے ہوا جس پر ۱۸۵۴ء لکھا ہوا تھا۔ بغیر اطلاع دیے دور دراز دیہات میں اکیلے گھومنے کا مصنف کو بے حد شوق تھا۔ خیر، اُس دور افتادہ گاؤں میں ایک اصطبل نظر آیا جو کہ دراصل ایک اسپتال تھا۔ ڈاکٹر صاحب دھوتی اور بنیان پہنے کرسی پر اکڑوں بیٹھے تھے اور اپنے گھٹنوں پر پرچیاں رکھے نسخے لکھ کر مریضوں کو دے رہے تھے غالباً یہ نسخہ سیدھے سادے دیہاتی لوگ تعویز کے طور پر استعمال کرتے ہوں۔ جب مریضوں کا ہجوم ختم ہوگیا تو ڈاکٹر صاحب بڑی خیر سگالی سے مصنف کی طرف متوجہ ہوئے۔ مصنف نے نہایت سنجیدگی سے اپنی تکلیف بیان کی۔ "ڈاکٹر صاحب! میرے دماغ میں کچھ خلل واقع ہوگیا ہے مجھے بیٹھے بیٹھے وہم ہونے لگتا ہے کہ میں ضلع جھنگ کا ڈپٹی کمشنر لگ گیا ہوں"۔

لیکن عین اس وقت گاؤں کے نمبردار نے وہاں پہنچ کر راز فاش کر دیا۔ ڈاکٹر صاحب بے تحاشا بھاگ کر اپنے کوارٹر میں گئے اور کچھ دیر بعد بنیان کے اوپر شیروانی پہنے اور ہاتھ میں اسٹیتھو سکوپ لے کر برآمد ہوئے۔ اب ڈاکٹر صاحب نے خالص افسرانہ انداز میں مصنف کی تشریف آوری پر اپنی خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ اور اسپتال کا معائنہ کرنے کی دعوت دی۔

معائنے کے بعد ڈاکٹر صاحب نے مصنف کو وزیٹرز بک پیش کی کہ اس میں اپنی رائے کا اظہار کروں۔ مصنف نے فی البدیہ عرض کیا۔

"دنیائے طب میں یہ اسپتال سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے یہاں پر دوائیوں کی جگہ نسخوں سے علاج کیا جاتا ہے اور مریضوں کی تعداد روز افزوں ترقی پر ہے۔ اسپتال میں داخل ہونے والے مریضوں کے لیے بھینس کے خالص دودھ کا خاطر خواہ انتظام ہے کیوں کہ وارڈ میں بھینس باندھنے کا بھی اچھا بندوبست ہے۔ گوبر بھی وقت پر اٹھایا جاتا ہے اور مکھیوں کی آمدورفت پر کوئی خاص پابندی عائد نہیں ہے"۔

چند ماہ بعد جب مصنف دوبارہ اسی ڈسپنسری کو دیکھنے گئے تو وارڈ میں ڈاکٹر صاحب کی بھینس تو بہ دستور بندھی ہوئی تھی، لیکن وزیٹر بک کے جس ورق پر مصنف نے معائنے کی رائے درج کی تھی وہ غائب تھی۔

قابلیت تو بہت بڑھ گئی ماشاءاللہ
مگر افسوس یہی ہے کہ مسلمان نہ رہے

JOIN
FOR
MORE!!!

اُونہہ

حوالہ:

سبق "اُونہہ" کے مصنف مرزا فرحت اللہ بیگ ہیں۔ یہ سبق مصنف کے "مجموعہ مرزا فرحت اللہ بیگ" جلد سوم سے ماخوذ ہے۔

تعارف مصنف:

مرزا فرحت اللہ بیگ دہلی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی اور ثانوی تعلیم دہلی میں حاصل کی۔ تعلیم سے فارغ ہو کر حیدر آباد (دکن) چلے گئے۔ محکمہ تعلیم میں ملازم رہے یہاں ترقی کرتے کرتے اسسٹنٹ ہوم سیکریٹری کے عہدے تک پہنچے۔ ان کے مضامین میں "مولوی نذیر احمد کی کہانی کچھ میری کچھ ان کی زبانی" اور "دہلی کا ایک یادگار مشاعرہ" بہت مشہور ہیں۔
دہلی کی بامحاورہ زبان، سنجیدہ ظرافت کے علاوہ واقعہ نگاری کے لحاظ سے بھی ان مضامین کو اردو نثر کے شہ پاروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ مرزا فرحت اللہ بیگ کے مضامین کے مجموعے "مضامین فرحت" کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔

JOIN FOR MORE!!!

مرکزی خیال:

سبق "اُونہہ" کا مرکزی خیال یہ ہے کہ لاپرواہی حد سے زیادہ کسی معاملے کو سنجیدگی سے نہ لینا خاص طور پر طالب علموں کے لئے جو پڑھائی کے علاوہ دوسری سرگرمیوں میں تو سرگرم رہتے ہیں لیکن جہاں پڑھائی کا نام لیا وہ کہتے ہیں "اُونہہ" یعنی پڑھ لیں گے ابھی بہت وقت ہے اور امتحان سر پر آجاتے ہیں اور نتیجہ فیل اس پر بھی کوئی اثر نہیں۔ سب سے بڑی وجہ ماں، باپ کی بے جا لاڈ پیار وقت پر تربیت نہ کرنا، احساس ذمہ داری نہ ڈالنا حالانکہ نوجوان نسل اپنے وطن کے معمار ہوتے ہیں بقول اقبال:

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

اسی طرح گھریلو معاملے میں بھی لاپرواہی کا اظہار کرنا، نوکروں اور خادموں کے دماغ خراب کر دیتی ہے۔ ہر معاملے میں اعتدال، کچھ اصول، طریقہ اور تربیت ہونی چاہیے۔

بقول شاعر:

ایک نیا دور جنم لیتا ہے
ایک تہذیب فنا ہوتی ہے

خلاصہ:

سبق "اُونہہ" ایک طنز و مزاح پر مبنی مضمون ہے۔ جس میں مصنف نے مختلف شخصوں پر تبصرہ کیا ہے۔ جس میں سب سے پہلے طالب علموں پر جو پڑھائی پر توجہ نہیں دیتے اور پڑھنے کے لئے کہا جائے تو اُونہہ کہتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔ امتحان کا خیال آیا تو "اُونہہ" کر دی فیل ہوئے تو اُونہہ کر دی۔ یہ اُونہہ بہت ہی بامعنی ہوتی ہے۔ اس کے معنی تو یہ ہیں کہ باپ زندہ ہیں، کھانے پینے اور اُڑانے کو مفت ملتا ہے اگر وہ مر گئے تو جائداد موجود ہے۔ قرضہ دینے کے لئے ساہوکار تیار ہیں پھر پڑھ لکھ کر اپنا وقت کیوں ضائع کریں۔

اس فیل ہونے پر انہوں نے "اُونہہ" کی اور اُدھر ماں باپ نے "اُونہہ" کی اس صورت میں ابا اور اماں کی "اُونہہ" کا دوسرا مطلب ہے یعنی یہ کہ بچہ ابھی فیل ہوا ہے، دل ٹوٹا ہوا ہے۔ ذرا کچھ کہا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ رو رو کر اپنی جان ہلکان کر لے یا کہیں جا کر ڈوب مرے۔ غرض، اس "اُونہہ" نے صاحبزادے صاحب کی تعلیم کا خاتمہ بالخیر کر دیا۔

گھر والی کی اُونہہ سب سے خطرناک اُونہہ ہوتی ہے۔ لیجیے نوکر، شیر ہو گئے۔ گھر کا سارا انتظام درہم برہم، خود ان کے اختیارات سلب، گھر کی حکومت اُن سے چھن، ماماؤں کے ہاتھ میں چلی گئی۔ کوئی چیز چوری ہو گئی، ماما نے کوئی رکابی توڑ ڈالی۔ شکایت ہوئی، انھوں نے وہی اپنی اُونہہ کا استعمال کیا نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی دنوں میں الماری کے پیچھے سے شیشے اور چینی کا اتنا ٹوٹا ہوا سامان نکلا کہ خاصے کئی صندوق بھر جائیں۔

بچوں نے کوئلے سے دیواروں پر لکیریں کھینچیں، دروازوں پر پنسل سے کیڑے مکوڑے بنائے پہلے تو یہ تھوڑی بہت بگڑیں، پھر اُونہہ سب سے بہتر ہوتی ہے۔ میاں بیوی کی یہ اُونہہ بعض دفعہ وہ کام کر جاتی ہے جو بڑے بڑے افلاطون صلاح کار بھی نہیں کر سکتے۔ اگر اُونہہ کی بجائے جواب دیا جاتا تو میاں کو گھر چھوڑنا اور بیوی کو میکے جانا پڑتا۔

ہر معاملے کی دو ہی صورتیں ہیں۔ فتح یا شکست۔ دنیا میں وہی لوگ کچھ کر سکتے ہیں جو فتح کو فتح اور شکست کو شکست سمجھیں۔ اب رہے اُونہہ والے، جو لاپروائی سے شکست اور فتح کو برابر سمجھتے ہیں۔ ان کا بس اللہ ہی مالک ہے۔ دنیا سے اگر مٹ نہ جائیں تو کم سے کم جوتیاں ہمیشہ ضرور کھائیں گے۔

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

JOIN
FOR
MORE!!!

کچھ ورق تاریخ سے

حوالہ:

سبق " کچھ ورق تاریخ سے " کے مصنف حکیم محمد سعید ہیں۔ یہ سبق لندن اور کیمبرج سے ماخوذ ہے جو حکیم محمد سعید کے سفرنامہ سے اقتباس ہے۔

تعارف مصنف:

حکیم محمد سعید دہلی میں پیدا ہوئے۔ تقسیم ہند کے بعد کراچی آئے اور دوا سازی کا ایک بڑا مطب "ہمدرد" قائم کیا۔ وہ اردو، فاسی، عربی اور انگریزی کے بڑے اسکالر تھے۔ انھیں کراچی میں مطب سے واپسی پر ۱۹۹۸ء میں شہید کر دیا گیا۔

حکیم صاحب نے پاکستان میں "نونہال" بچوں کا رسالہ شائع کیا اور تقریباً دو سو سے سے زیادہ کتابیں بھی لکھیں جو کہ طب، ادب، سائنس، صحت اور اسلامی معلومات پر مشتمل ہیں۔ انھوں نے بہت سے ملکوں کے سفرنامے بھی لکھے۔ حکیم صاحب بہت سے اعزازات سے نوازے گئے جن میں "ستارہ امتیاز" اور "نشان امتیاز" شامل ہیں۔

JOIN FOR MORE!!!

مرکزی خیال:

سبق کچھ ورق تاریخ سے " کا مرکزی خیال یہ ہے کہ برٹش میوزیم بے شک دنیا کی سب سے مشہور اور اہم لائبریری ہے۔ اسی طرح کی دو اور عظیم لائبریریاں پیرس اور واشنگٹن میں ہیں۔ جہاں پر دنیا بھر سے لائی ہوئی انمول کتابیں، دستاویزات، نقشے، ڈاک ٹکٹ اور بھی قیمتی و نادر چیزیں رکھی ہوئی ہیں۔ لیکن ہمارے بچوں کو اور نوجوان نسل کو جاننا چاہیے کہ اسلام سے پہلے یورپ جہالت کی تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ اسلام آنے کے بعد مسلمانوں نے سب سے پہلے سائنسی علوم حاصل کیے۔ دنیائے اسلام میں ایک سے ایک سائنس دان، سیاح، شعراء، بڑے بڑے علماء اور صوفیائے کرام پیدا کیے۔ ہمارے نونہالوں کو اس سے آگاہی حاصل کرنا ضروری ہے۔

جیسے کہ البیرونی، ابن الہیثم، امام رازی، جابر بن حیان، ابونصر فارابی، ابن بطوطہ وغیرہ جنھوں نے دنیا کی ترقی میں نمایاں کارنامہ انجام دیئے۔

بقول اقبال:

مگر وہ علم کے موتی، کتابیں اپنے آباء کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سی پارہ

خلاصہ:

سبق " کچھ ورق تاریخ سے " کا خلاصہ یہ ہے کہ برٹش میوزیم دنیا کی سب سے مشہور اور اہم لائبریری ہے۔ یہ ایک آرٹ گیلری بھی ہے۔ جہاں مجسمہ سازی، مصوری، نقاشی اور ظروف سازی کے بہترین نمونے موجود ہیں جو دنیا بھر سے جمع کر کے رکھے گئے ہیں۔

برٹش میوزیم کے علاوہ دو عظیم لائبریریاں پیرس کی لائبریری بلیوتک نیشنل اور واشنگٹن کی لائبریری آف کانگریس ہیں۔ یہاں ستر لاکھ سے زیادہ کتابیں ہیں۔ برٹش میوزیم کی لائبریری کے تین بڑے حصے ہیں ایک حصہ مطبوعہ یعنی چھپی ہوئی کتابوں کا، دوسرا حصہ مخطوعات یعنی قلمی نسخوں کا، تیسرا حصہ مراکش سے لے کر جاپان تاک کے مخطوطوں اور چھپی ہوئی کتابوں کا ہے۔ اخبارات کی الگ لائبریری ہے۔

مگر وہ علم کے موتی، کتابیں اپنے آباء کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سی پارہ

لیکن ہمارے نونہالوا کو جاننا چاہیئے کہ البیرونی اور ابن الہیثم دنیائے اسلام کے عظیم سائنس دان تھے۔ البیرونی جن کا اصل نام ابوریحان احمد جو ریاضی، فلکیات، معدنیات اور دواؤں کی خاصیت کے ماہر، سیاح اور آثار قدیمہ کے عالم تھے اپنی زندگی کے پچاس سال علم حاصل کرنے اور کتابیں لکھنے میں گزار دیے۔

البیرونی کے اہم سائنسی کارناموں میں طول البلد اور عرض البلد کا معلوم کرنا اور دنیا میں پہلی بار قدرتی چشموں کے بارے میں یہ ثابت کرنا ہے کہ وہ زمین کے نیچے پانی میں برقی کیمیائی عمل کے زور سے اُبھرتے ہیں انھوں نے دریا اور زمین کی گہرائی معلوم کرنے کا طریقہ بھی بتایا اور معدنیات کے علم میں بڑا اضافہ کیا۔ ہیئت اور ریاضی کے مطالعے کے لیے ہندوستان کا سفر کیا اور وہاں کے رسم ورواج اور رہن سہن کے طریقوں کا غور سے مطالعہ کیا پھر غزنہ واپس آکر " کتاب الہند " کے نام سے ایک کتاب لکھی ہندوستان کے عالم البیرونی سے اتنے متاثر ہوئے کہ انھیں "علم کا دریا" کہنے لگے اس عظیم انسان کا انتقال ۱۰۴۸ء میں ہوا۔

ابن الہیثم جن کا اصل نام ابوعلی الحسن جنھوں نے برسوں کی تحقیق کے بعد روشنی پر ایک کتاب لکھی جس میں انھوں نے پہلی بار یہ بتایا کہ روشنی کیا ہے؟ انھوں نے روشنی کو توانائی قرار دیا جسے آج ساری دنیا تسلیم کرتی ہے۔ ابن الہیثم نے یہ اصول بیان کیا کہ جب روشنی کی شعاعیں کسی باریک سوراخ سے گزر کر کسی پردے پر پڑتی ہیں تو وہ اُس پردے پر اُس جسم کا الٹا عکس ڈالتی ہے جس سے نکل کر آرہی ہے۔ یہی کیمرے کا اصول ہے آپ کیمرے کے بانی ہیں۔ ریاضی اور فلکیات میں بھی بڑی مہارت حاصل کی۔ اس نامور مسلمان سائنس دان کا انتقال ۱۰۴۳ء میں ہوا۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

JOIN
FOR
MORE!!!

حمد

خلاصہ:۔

اسماعیل میرٹھی صاحب کی تحریر کردہ یہ حمد الفاظ و بیان کی شائستگی کے لحاظ سے اپنی مثال آپ ہے۔ میرٹھی صاحب مختلف پیرایہ فکر میں حمدِ خداوندی کر کے درحقیقت ہمیں تسلیم واطاعت کی دعوت دی ہے۔ اسماعیل میرٹھی اللہ کی حمد وثناء کچھ اسطرح سے کرتے ہیں۔

"اے اللہ! اس کائنات کے تمام موجودات کا سبب فقط تو ہی ہے تیری ہی ذات کی بدولت یہ سب کچھ ہوتا ہے۔ اگر تو نہ ہوتا تو اس کائنات کا وجود ہی نہ ہوتا۔ تیری ذات کا تصور میں بھی احاطہ محال ہے نہ ہی کسی کی اتنی مجال ہے کہ تیری ذات کا تصور بھی کر سکے۔ اے اللہ! یہ تیری ہی شانِ کریمی ہے کہ تو نے ایک خوبصورت آسمان بنادیا جس میں چاند ستارے روشن ہو کر اسکی خوبصورتی کو دوبالا کر دیتے۔ اے اللہ! تیری شان کریمی ہی ہے کہ تو نے ہمیں طرح طرح کی نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ جب ہم نظام شمسی کو دیکھتے ہیں تو شکر کے کلمات ہی انسانکی زبان پر آتے ہیں۔ الٰہی یہ سب چیزیں تیری ہی منشاء سے قائم ہیں اور جب تک تیری مرضی ہے تب تک یہ کارخانہ قدرت کامیابی وکامرانی سے چلتا رہے اور جب تو چاہے یہ پورا نظام فوراً درہم برہم ہو جائے۔ اے اللہ! یہ جو انسان میں رشتے ناتوں کے ذریعے محبت سے بندھے ہوئے یہ سب تیری ہی منشاء کی بدولت ہے ورنہ یہ تمام نظام درہم برہم ہو جائے۔ مختصر یہ کہ اے اللہ! یہ سب کچھ تیری ہی ذات کی بدولت ہے ورنہ اس کائنات میں کچھ بھی نہ تھا اور نہ ہوتا اسکے لیے جتنا شکر ادا کروں وہ کم ہی ہے"۔

درحقیقت میرٹھی اس حمد کے ذریعے یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ اس کائنات میں سب کچھ منشائے خداوندی سے ہوتا ہے۔ اس روئے زمین پر جو کچھ بھی موجود ہے وہ اللہ تعالیٰ کی منشاء سے ہامری خدمت کے واسطے پیدا کیا کیونکہ قرآن مجید میں فرمانِ ربانی ہے کہ۔

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا۝

ترجمہ: وہ ایسی (کریم) ہستی ہے جس نے تمھارے لیے زمین میں سب کچھ پیدا فرما دیا۔

ثابت کو اشیاء کی تخلیقیت اللہ کی منشاء سے خدمت انسانی کے لیے پیدا کیا گیا ہے جس انسان جتنی حمد وثناء کرے کم ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

نعت

خلاصہ:۔

امیر مینائی کی نعت رسول مقبول ﷺ اردو ادب میں ہر لحاظ سے بے نظیر، بے مثال ہے۔ الفاظ کی شائستگی، تراکیب وتراجم کی اصلیت اور واقعات کی حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے امیر مینائی نے عمدہ الفاظ کا انتخاب کیا ہے۔ شان رسالت ﷺ میں امیر مینائی نعت پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

"ہمارے نبی کریم ﷺ امت کے سردار اور بادشاہون کے بادشاہ ہیں۔ آپ ﷺ وہ معتبر ومتبرک ہستی ہیں جنکے ہاتھ روزِ محشر علم شفاعت ہوگا اور آپ ﷺ لوگوں کی شفاعت فرمائیں گے۔ اللہ کے خاص رسول ﷺ تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ ﷺ کو نورِ مجسم بنایا اور آپ ﷺ انسانوں کے دوست ورفیق بن کر دنیا میں تشریف لائے۔ آپ ﷺ سخاوت کا منبع تھے۔ اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کو منبع رحمت بنا کر بھیجا۔

آپ ﷺ روزِ حشر شفاعت لوگوں کی فرمائیں گے۔ حوضِ کوثر پر تشریف فرما ہو کر اپنے امتیوں کو جام کوثر پلائیں گے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ ﷺ کو آخرت کا مالک قرار دیا تمام خزائن آپ ﷺ کے پاس تھے پھر بھی سادگی یا یہ عالم تھا کہ سر کے نیچے ہاتھ رکھ کر زمین پر ہی

آرام فرما ہو جاتے تھے۔ مختصر یہ اب امیر مینائی نے نبی پاک ﷺ کی نعت مبارکہ کو اپنا وطیرہ بنالیا اب ساری زندگی نبی ﷺ کی نعت پڑھنے اور لکھنے گزارے گا۔ کیونکہ نبی ﷺ کی تعریف کا اثر میرے دل پر ہوتا ہے۔

برسات کا تماشا

خلاصہ:۔

"برسات' کا تماشا نظیر اکبر آبادی کی بے مثال نظم ہے۔ جس میں انہوں نے برسات کے موسم کی صورتِ حال بڑے دلچسپ انداز میں بیان کی ہے نظیر اکبر آبادی کہتے ہیں کہ

" آج برسات کا موسم ہے۔ تھوڑی دیر میں بارش ہونا شروع ہو جائے گی۔ آج صبح جب سورج طلوع ہوا تو موسم گرم تھا مگر جیسے دن گزرتا گیا موسم خوشگوار ہوتا گیا۔ سورج کے اردگرد بادل جمع ہو گئے۔ اساڑھ کا مہینہ چونکہ برسات کا مہینہ ہی ہے تو لوگ بڑے ذوق وشوق سے برسات کا انتظار کر رہے ہیں۔ ایک آدمی بن کر لوگوں کو برسات کی خوشخبری سنانے جا رہا ہے اور راستے میں جو بھی کچھ نظر آتا ہے انکو بھی برسات کی آمد کی نوید سناتا ہے اور با آواز بلند یہ پکارتا جا رہا ہے کہ لوگو! تیار ہو جاؤ کسی بھی لمحے بارش شروع ہو جائے گی۔

جو بھی برسات کی آمد کا سنتا اس کا چہرہ خوشی سے دمک اٹھا ہے۔ اور سب مکمل جوش وخروش کے ساتھ بارش کی تیاری میں لگ جاتے ہیں۔

برسات کا موسم آتے ہی انسان، درخت، چرند پرند سب کے سب اپنے اپنے مخصوص انداز میں برسات کی آمد پر خوشی کا اظہار کر رہے ہیں۔ پھر تھوڑی ہی دیر میں ساون کے کے بادل آسمان پر اُمنڈ آتے ہیں بجلی گرجنا شروع ہو جاتی ہے ہلکی ہلکی بوندا باندی بھی شروع ہو گئی ہے۔

ہر طرف کالی گھٹا چھائی ہوئی اور تیز بارش بھی شروع ہو چکی ہے۔ آسمان میں آبی پرندے اڑتے ہوئے برسات کی اس تماشے کو اور حسین بنا رہے ہیں۔ کچھ چرند پرند اپنی خوبصورت آواز میں بارش کی آمد پر خوشی کا اظہار کر رہے۔ گھروں میں طرح طرح کے کھانے بنائے جا رہے ہیں۔ ان کھانوں میں نمکین اور میٹھی تمام قسموں کی ڈشیں شامل ہیں۔ مختصر یہ کہ آج کے دن ہر کوئی بہت خوش ہے"۔

نظیر اکبر آبادی نے اس نظم میں ذوقِ عبادت پیدا کرنے کی غرض سے ایک جملہ ہر بند کے آخر میں کیا ہے کہ "کے میرے دوست آؤ ہم بھی چل کر برسات کا تماشا دیکھتے ہیں۔

JOIN FOR MORE!!!

دنیائے اسلام

خلاصہ:۔

علامہ محمد اقبال کی یہ نظم مسلمانوں کے لیے اتحاد کا بہت بڑا پیغام ہے۔ علامہ اقبال (علیہ الرحمۃ الرحمان) نے یہ نظم ان دنوں لکھی تھی جب سلطنت عثمانیہ ڈگمگا رہی تھی اُدھر حجاز مقدس میں بھی حالات ٹھیک نہ تھے۔ تختِ شاہی کے حصول کے لیے وہاں پر جنگ وجدل کا دور دورہ تھا۔ علامہ اقبال نے اپنے پہلے شعر میں یہی بتایا ہے کہ مجھے ترکیوں اور عربوں کے حالات کا اچھے طریقے سے علم ہے۔ اور مجھے معلوم ہے کہ یہ جو کچھ بھی ہو رہا ہے مغرب (یورپ) کی ہی حکمتِ عملی کا نتیجہ ہے مغرب نے ہی مسلمانوں میں فساد اور نفرت کا بیج بو کر معاملات اس حد تک پہنچا دیئے ہیں کہ مسلمان ایک دوسرے سے بالکل ایسے جدا ہو چکے ہیں جیسے قینچی سے کٹنے کے بعد لوہا ٹکڑوں میں تقسیم ہو کر الگ الگ ہو جاتا

ہے۔

اقبال مسلمان نوجوانوں کو جھنجھوڑتے ہوئے کہتے ہیں کہ مسلمان کا خون کوڑیوں کے دام ہو گیا ہے۔یعنی اس کی کوئی اہمیت نہیں رہی لوگوں میں رشتے ناتوں کی پہچان ختم ہوگئی اور مسلمان ابھی تک غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔اگر ہم اہلِ مشرق (ایشیاء والے) اپنی دلی کدورتوں اور نفرتوں کو مٹادیں اور تعلقات کی مضبوطی کو فروغ دیں تو حالات مزید بہتر ہو سکتے ہیں مگر افسوس ہمارے اہلِ مشرق ابھی تک اس بات کو نہیں سمجھ پائے۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ حرم شریف کی پاسبانی کے لیے متحد ہو جائیں کیونکہ موجودہ زمانے میں جو بھی رنگ و خون کی بنیاد پر جو تفریق کرے گا وہ نقصان اٹھائے گا چاہے وہ ترک کی سلطنت عثمانی کا کوئی بہت بڑا سپہ سالار رہو یا پھر عرب کا بڑا رئیس یا تاجر ہی کیوں نہ ہو۔آخر میں اقبال نے ایک مصرعے میں ہی پوری بات مکمل کر دی۔اقبالؔ کہتے ہیں کہ اگر مسلمان اپنے مذہب پر نسل کو مقدم سمجھنے لگے تو پھر دنیا سے ایسے اڑ جائیں گے جیسے ہوا چلنے کی وجہ سے مٹی راستے میں اڑتی ہے۔

مختصر یہ کہ اقبالؔ اتنی وضاحت کے ذریعے یہ سمجھانا چاہ رہے ہیں کہ مسلمانوں کو اپنا کردار و معیار اس حد تک بلند کرنا چاہیے کہ کوئی بھی میلی آنکھ سے مسلمانوں کی طرف نہ دیکھ سکے۔

JOIN FOR MORE!!!

سرِ راہ شہادت

خلاصہ:۔

ابوالاثر حفیظ جالندھری کے مشہور نظم ہے جس میں انہوں نے جنگ احد کے ان لمحات کی منظر کشی کی ہے جب آنحضور ﷺ کے چچا حضرت حمزہؓ میدان جنگ میں دشمنانِ اسلام سے مقابلہ کرنے جارہے ہیں۔حضرت حمزہؓ آپ ﷺ سے دو سال بڑے اور آپ ﷺ کے رضاعی بھائی بھی تھے۔عمر میں بہت زیادہ فرق نہ ہونے کی وجہ سے دونوں چچا بھتیجے میں محبت اور دوستی بہت زیادہ تھی۔شاعر حضرت حمزہؓ کے جنگ کے میدان میں جانے والے مناظر اس طرح بیان کرتے ہیں۔

حضرت حمزہؓ اپنی بہادری کی وجہ سے اہلِ عرب میں بہت مشہور تھے۔عرب کے لوگ بہت فخر سے آپکی بہادری کا تذکرہ کرتے تھے۔آج جنگِ احد کے میدان میں وہی حمزہؓ اپنے پیارے بھتیجے حضرت محمد ﷺ کے سچے دین ہونے کی تصدیق کرتے ہوئے لڑنے اور اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے جارہے تھے۔ہمارے نبی کریم ﷺ کے چہرہ انور پر آنسوؤں کی کیفیت نمایاں ہورہی تھی۔یہ وہ رحمت ہے جسکو الفاظ میں بیان نہیں کر سکتے۔حضرت حمزہؓ بے چین تھے کہ کب حضرت محمد ﷺ اجازت دیں اور میں لڑنے جاؤں۔بار بار نبی کریم ﷺ کی طرف دیکھتے ہیں۔اتنے میں ارشاد ہوتا ہے کہ "اے برکتوں والے چچا! جائیں میدان جنگ میں اور اسلام کی حفاظت کریں۔اللہ تبارک وتعالیٰ آپکی حفاظت فرمائے۔جایئے اللہ کا نام لے کر دشمنانِ اسلام سے مقابلہ کریں۔آپ کا شہادت کی طرف قدم بڑھانا حسن نیت کے سبب اور محمد ﷺ اللہ کی رضا کے ساتھ راضی ہے"۔یہ فرما کر آپ ﷺ نے انتہائی مہربانی و محبت کا معاملہ فرماتے ہوئے اپنے چچا حضرت حمزہؓ کا ماتھا چھوم لیا۔اتنی زیادہ محبت دیکھ کر حمزہؓ کا چہرہ خوشی کے مارے دمک اٹھا۔اور مکمل طور پر ہشاش بشاش ہوگئے ایسے لگ رہا تھا کہ سونے کو دوبارہ سے زندگی مل گئی اور اس سے نیا زیور بن کر چمک اٹھا ہو۔

گرمی کی شدت

خلاصہ:۔

گرمی کی شدت انیس کی مشہور مسدس ہے جس میں انہوں نے اس میدان کربلا کا تذکرہ فرمایا ہے جو کہ تاریخ میں مشہور ہے۔اُس دن نواسہ رسول ﷺ نے اپنے ساتھیوں سمیت دین اسلام کی لاج رکھتے ہوئے اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا۔میر انیس کہتے ہیں کہ

"اس دن بہت زیادہ گرمی تھی۔گرم ہوا چل رہی تھی اور ہر طرف سناٹا تھا یعنی گرمی کی وجہ سے کوئی باہر نہیں نکل رہا تھا۔نہر علقمہ(نہر فرات) کے دونوں کنارے بھی گرمی کی وجہ سے خشک تھے۔ہر طرف مٹی اڑ رہی تھی اور تیز دھوپ کی وجہ سے نہر فرات کا پانی بھی کھول رہا تھا۔انسان تو انسان جانور بھی پیتے ہوئے پانی سے منہ نکالتے تھے جنگلی جانور چیتے، ہرن اور شیر وغیرہ اپنی اپنی جگہوں پر چھپ کر بیٹھ گئے تھے لوگ پسینوں میں شرابور تھے۔گرمی اتنی زیادہ تھی کہ اگر آنکھوں سے ایک آنسو بھی گرتا اور رخساروں پر آ کر ٹھہر جاتا تو گرمی کی وجہ سے وہ چہرے پر ایک آبلہ بنا دیتا گرمی کا عالم یہ تھا کہ درختوں کے پتے اور پھل گرمی کی وجہ سے سوکھ کر گر گئے تھے۔باغوں میں موجود پھول مرجھا گئے تھے۔گرمی کی وجہ سے لوگ گھٹن محسوس کر رہے تھے۔سورج کا یہ عالم تھا کہ ہوا کی وجہ اڑنے والی پھول نے سورج کو دھندلا بنا دیا یعنی ہر طرف دھول اڑ رہی تھی۔ایسا محسوس ہوتا تھا کہ زمین کی گرمی کا اثر آسمان پر ہو گیا ہے اور سلئے بادل غائب ہو گئے تھے۔مختصر یہ کہ اس دن کی گرمی کی شدت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اگر کوئی دانہ زمین پر گرتا تو گرم ریت اور مٹی کی وجہ سے بھن جاتا تھا۔

جیوے جیوے پاکستان

خلاصہ:۔

جمیل الدین عالی کا مشہور زمانہ اور مقبول ترین نغمہ ہے جس میں انہوں نے اپنے مخصوص انداز میں وطن سے محبت اور اپنی نیک تمناؤں کا اظہار کیا ہے۔جمیل الدین عالی کہتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ میرے ملک کو سرسبز وشاداب رکھے۔اللہ تبارک وتعالیٰ اسے قائم ودائم رکھے۔یہ خوبصورت اور پیارا ملک ہے اس میں سرسبز وشاداب باغ ہیں اور اس کی مثال ایک پھلواری کی طرح ہے جس میں ہر رنگ کے پھول کھلتے ہیں اور اسکی خوبصورتی میں اضافہ ہوتا ہے۔اسکی ہر صبح روشن اور ہر دن کامیابی کا پیش خیمہ بن کر طلوع ہوتا ہے۔

ہمارے دلوں سے نکلنے والا ہر نعرہ و ترانہ پاکستان کے بارے میں ہی ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ اس ملک کو قائم ودائم رکھے اس ملک کی وجہ سے ہم سب ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں ہمارا ملک بے نظیر، بے مثال ہے دنیا کے دوسرے ممالک سے اسکا تقابل یعنی جائزہ لیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے اس ملک کو ایسے ایسے سربراہوں سے نوازا ہے جو دنیا میں اپنی مثال آپ ہیں۔جنہوں نے دیکھتے ہی دیکھتے مسلمانوں کے خواب کو ایک آزاد ملک کی حقیقت میں بدل دیا(ان قائدین میں قائداعظم، لیاقت علی خان، علامہ اقبال سچے لیڈرز مراد ہیں)۔

پاکستان بہت زیادہ قربانیوں تکالیف جھیلنے کے بعد قیام میں آیا اب یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اسکی حفاظت کریں ملک پر کسی قسم کی آنچ نہ آنے دیں۔

JOIN FOR MORE!!!

کرکٹ اور مشاعرہ

خلاصہ:۔

" کرکٹ اور مشاعرہ" دلاور فگار کی مشہور اور مزاح پر مبنی نظم ہے مزاح اسلئے کہ اس نظم میں انہوں نے روزمرہ زندگی کے دو مشہور عنوانات " کرکٹ اور مشاعرہ" کا تقابلی جائزہ لیا ہے۔اور آخر میں خوش فیصلہ کرنے کے بجائے عوام پر فیصلہ چھوڑ دیا ہے۔دلاور فگار کہتے ہیں کہ " کرکٹ میچ ہمارے ہاں اسلئے مشہور ہیں کہ انکا مقصد محض تفریح ہوتا ہے جو کرکٹ اسلئے کھیلتے یا دیکھتے ہیں کہ تھوری دیر کی تفریح حاصل ہو جائے۔یہی کچھ مشاعرے میں ہوتا ہے مشاعرے کا مقصد بھی تفریح ہوتا ہے لوگ محفلِ مشاعرہ میں شرکت کر کے وقتی طور پر ذہنی کوفتوں سے نجات پالیتے ہیں۔

کرکٹ کی طرح مشاعرہ میں بھی کھلاڑی ہوتے ہیں جنہیں مشاعرے میں شاعر کہا جاتا ہے۔جسطرح کرکٹ کھیلنے کے لیے بار بار پریکٹس کرنا ضروری ہے۔وہیں شعر کہنے اور پڑھنے کے لیے گلے کا ٹھیک ہوتا ہے۔اسی طرح کرکٹ میں اگر کوئی کھلاڑی "نوبال" کراتا ہے تو کہا جاتا ہے "فاؤل" ہو گیا جبکہ مشاعرے میں یہی کچھ ہوتا ہے کہ جب کوئی شاعر ابہام والے اشعار بیان کردے تو کہا جاتا ہے ک "فاؤل' ہو گیا یعنی شاعر نے اصولوں کی خلاف ورزی کردی۔کرکٹ میں "امپائر" ہوتا ہے جبکہ مشاعرے میں یہی ذمہ داریاں صدرِ محفل نبھاتا ہے۔ کرکٹ میدان میں کپتان ہوتا ہے۔جبکہ مشاعرے میں ہر ایک شاعر خود کپتان ہوتا ہے اناڑی کرکٹ میں ہوتے ہیں اور مشاعرے میں بھی موجود ہوتے ہیں۔آخر میں شاعر نے مشاعرے کو ایک چھوٹا کرکٹ میچ قرار دیتے ہوئے فیصلہ اہلِ نظر پر چھوڑ دیا ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

تعارف شعراء حصہ غزل

۱۔ میر تقی میر:۔ (۱۷۲۳ء - ۱۸۱۰ء)

اردو شاعری میں میر شہنشاہ تغزل اور خدائے سخن کے ناموں سے مشہور ہیں غزل گوئی میں انکا جواب نہیں ۔اور غزل گوئی کی دنیا میں وہ منفرد اور تنِ تنہا حکمران ہیں ۔انکی زبان شائستہ، کلام صاف، بیان ایسا پاکیزہ کہ فوراً دل آویز ہو جائے ۔بقول ناسخ:

"میر میدان سخنوراں ہیں"

بابائے اردو مولوی عبدالحق کی میر کے بارے میں رائے قول فیصل کا درجہ رکھتی ہے کہ

"میر سرتاج الشعراء اردو ہیں انکا کلام اسی ذوق سے پڑھا جائے گا جیسے فارسی زبان میں سعدی کا کلام پڑھا جاتا ہے"

۲۔ حیدر علی آتش:۔ (۱۷۶۴ء - ۱۸۴۷ء)

خواجہ حیدر علی آتش کو دبستان لکھنو کا نمائندہ شاعر کہا جاتا ہے ۔انکی شاعری امید اور حوصلے کی شاعری ہے ۔آپکی شاعری میں ایسے عناصر اور مضامین موجود ہیں جو بلاشبہ بلند، پرفکر اور اثر انگیز ہیں بقول ڈاکٹر ابواللیث صدیقی:

"ہم اس ضمن میں انکی شاعری کو پر تکلف قافیہ پیمائی کے مذاق کے خلاف ایک ردعمل کہہ سکتے ہیں"۔

۳۔ مرزا اسداللہ خان غالب:۔ (۱۷۹۷ء - ۱۸۶۹ء)

اسداللہ خان غالب کا شمار اردو کے اولین شعرأ میں ہوتا ہے۔ غالب اپنے زمانے کے استادِ کامل تھے ۔آپکو "اردو کا پہلا فلسفی شاعر" کہا جاتا ہے ۔انکے کلام کو جو شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی وہ شاید ہی کسی اور شاعر کو ملی ہو ۔بقول آل احمد سرور:

"اردو کی شاعری میں غالب ایک نیا جوش فکر، ایک نیا ذہن اور نیا شعور لائے"۔

۴۔ مولانا حسرت موہانی:۔ (۱۸۷۵ء - ۱۹۵۱ء)

مولانا حسرت موہانی صرف مسیحائے غزل ہی نہیں بلکہ اردو شاعری کے ایک دبستان کے بانی بھی ہیں ۔انہوں نے غزل کو ایک نیا وقار اور نئی زندگی عطا کی بقول مجنوں گورکھپوری:

"حسرت نے غزل کی نرم و نازک فطرت کو خوب سمجھا ہے"۔

۵۔ بہادر شاہ ظفر:۔ (۱۷۷۵ء - ۱۸۶۲ء)

بہادر شاہ ظفر آخری مغل بادشاہ ہیں ۔انکا شمار اعلیٰ پائے کے شعراء میں ہوتا ہے ۔آپ نے شاعری میں ذوق اور غالب کو استاد بنایا ۔آپکی شاعری میں درد اور تکلیف کے احساسات نظر آتے ہیں ۔۱۸۵۷ء میں انگریزوں نے آپکو گرفتار کر کے رنگون بھیج دیا تھا اور وہیں آپ نے وفات پائی ۔بہادر شاہ ظفر کی شاعری صداقت، اصلیت اور واقفیت پر مشتمل ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

۶۔ جگر مراد آبادی:۔ (۱۸۹۰ء - ۱۹۶۰ء)

جگر مراد آبادی بلند پایہ غزل گو شاعر تھے۔ انکی غزلوں میں "حسنِ تغزل، حسنِ بیان، حسنِ زبان، گہرائی، روانی، سادگی اور لطافت بھی کچھ موجود ہے۔ بقول مجنوں گورکھپوری:

"جگر کثر غزل گو شاعر ہیں"

۷۔ ادا جعفری:۔ (۱۹۲۴ء - ۲۰۱۵ء)

ادا جعفری کا اصل نام عزیز جہاں تھا۔ انہوں نے بارہ سال کی عمر سے شاعری کا آغاز کیا۔ آپکی شاعری انتہائی شائستہ، انداز بیان متاثر کن، الفاظ سحر انگیز جبکہ موضوعات انتہائی پر کیف ہوتے ہیں۔ جدید الفاظ کا استعمال اور حسن کلام آپکی شاعری کو چار چاند لگا دیتا ہے۔

JOIN
FOR
MORE!!!

غزل نمبرا

۱۔ میر تقی میر:۔ (۱۷۲۳ء - ۱۸۱۰ء)

شعر نمبرا:

فقیرانہ آئے صدا کر چلے
میاں خوش رہو ہم دعا کر چلے

نثری ترجمہ:۔

فقیروں کی طرح ہم تمہارے دروازے پر آئے ہیں اور آواز لگا رہے ہیں اب تم کوئی توجہ کرو یا نہ کرو ہم تمھیں ہمیشہ خوش رہنے کی دعا دے کر جا رہے ہیں۔

لغت:۔

فقیرانہ: فقیروں کی طرح
صدا کرنا: آواز لگانا

JOIN FOR MORE!!!

حوالہ:۔

اردو کا یہ شعر میر تقی میر کی غزل سے لیا گیا ہے جو ہمارے نصاب کا حصہ ہے۔

مرکزی خیال:۔

اس شعر میں شاعر یعنی میر تقی میر نے محبوب اور محب (یعنی محبت کرنیوالا) کے تعلق کو بیان کیا جسکا مرکزی خیال یہی ہے کہ محبوب چاہے جیسا رویہ اختیار کرے محب ہمیشہ اسکا بھلا ہی چاہتا ہے۔

تشریح:۔

میر تقی میر نے اس شعر میں ایک انداز محبت ظاہر کرتے ہوئے اپنے محبوب سے بات کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم تمھارے دروازے پر بالکل اس حالت میں آئے ہیں جیسے ایک فقیر کسی کے دروازے پر آتا ہے اور نداء کرتا ہے کہ اسے کچھ دیا جائے اب گھر کے مالک کی مرضی ہوتی ہے کہ کچھ دے یا نہ دے۔ اور فقیر بھی کچھ نہ ملنے پر بھی دعا دے کر جاتا ہے کہ "اے گھر والے! اللہ تمھارا بھلا کرے تم باخوش رہو"۔ میر بھی اپنے محبوب کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

"اے میرے محبوب! ہم فقیروں کی طرح تمھارے دروازے پر آئے ہیں اس امید پر کہ ہمیں بھی محبت کی بھیک مل جائے اور یہ تمھاری منشاء تھی کہ التفات کرو یا نہ کرو۔ سو تمھارے گھر سے خالی ہاتھ جاتے ہوئے بھی ہم تمھیں دعا دیتے ہوئے جا رہے ہیں کہ اللہ تمھیں خوش و خرم رکھے"۔

اک طرز تغافل ہے سو وہ ان کو مبارک
اک عرض تمنا ہے سو ہم کرتے رہیں گے

شعر نمبر ۲:

جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم
سو اس عہد کو اب وفا کر چلے

نثری ترجمہ:۔

میں تمھیں کہا کرتا تھا نہ کہ اگر تم نہ ملے تو میں زندہ نہ رہ پاؤں گا۔ دیکھ لو میں اپنے اس وعدے کو پورا کر رہا ہوں اور اس دنیا سے جا رہا ہوں۔

لغت:۔

تجھ بن نہ جینا: یعنی تمھارے بغیر نہ جینا/ تمھارے بغیر زندہ نہ رہ سکنا

عہد: وعدہ۔معاہدہ وفا کرنا: پورا کرنا

حوالہ:۔

اردو کا یہ شعر میر تقی میر کی غزل سے لیا گیا ہے جو ہمارے نصاب کا حصہ ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

مرکزی خیال:۔

اس شعر میں میر تقی میر نے محبوب سے اپنی محبت کی انتہا کا اظہار کرتے ہوئے اپنی نظروں میں اپنے محبوب کی محبت و اہمیت بیان کی ہے۔

تشریح:۔

محبت کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ اسے ہمیشہ کے لیے اپنے محبوب کا قرب اور اسکا ساتھ نصیب ہو۔ میر تقی میر نے اس شعر میں اپنے محبوب کو گزرے ہوئے دنوں کی یاد دلاتے ہوئے کہا ہے میں تمھیں ہمیشہ کہتا تھا کہ میں تمھارے بغیر زندہ رہنے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ اب دیکھ لو کہ میں اپنے اس وعدے کو پورا کر رہا ہوں۔ میں اس دنیا کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر جا رہا ہوں کیونکہ ایسی زندگی کوئی فائدہ نہیں دے گی جس میں تمھارا ساتھ نہ ہو۔ لہذا میں اپنے اس وعدے کو پورا کرتے دنیا سے جا رہا ہوں۔ تمھارا شیوہ جفا ہے سو تمھیں جفا مبارک ہو ہم نے محبت میں پاسداری کا حق ادا کر دیا۔

شعر نمبر ۳:

دکھائی دیے یوں کہ بے خود کیا
ہمیں آپ سے بھی جدا کر چلے

نثری ترجمہ:۔

جب بھی تم میرے سامنے آتے ہو تو میں اپنی ذات سے بھی بے فکر ہو جاتا ہوں۔ اپنا کوئی ہوش نہیں رہتا گویا کہ تمھیں دیکھتے ہی ہم اپنے آپ سے جدا ہو جاتے ہیں۔

لغت:۔

بے خود: اپنے آپ سے بے خبر آپ سے: خود سے جدا: دور

حوالہ:۔

اردو کا یہ شعر میر تقی میر کی غزل سے لیا گیا ہے جو ہمارے نصاب کا حصہ ہے۔

مرکزی خیال:۔

اس شعر میں میر تقی میر نے محبوب سے اپنی محبت کا اظہار کیا ہے۔ کہ جب بھی تم میرے سامنے آتے ہو میرا اپنی ذات پہ اختیار ختم ہو جاتا ہے۔

تشریح:۔

میر تقی میر نے محبوب سے اپنی جذباتی وابستگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ جب بھی تم میرے سامنے آتے ہو یا تمہارا خیال مجھے آتا ہے تو میں خود کو دنیا کا بے اختیار ترین انسان سمجھتا ہوں۔ میرا اپنی ذات سے تعلق گویا کہ ختم ہو کر رہ جاتا ہے۔ میں اپنے آپ سے بے خبر ہو جاتا ہوں مجھے اپنی ذات کی فکر نہیں رہتی۔ میری خواہش اس وقت یہی ہوتی ہے کہ تم میری طرف توجہ کرو اور یہی خواہش مجھے دنیا اور اہلِ دنیا اور مجھے میری ذات سے دور کر دیتی ہے۔

مختصر یہ کہ میر تقی میر یہ بتانا چاہ رہے ہیں کہ عاشق کی خواہش صرف اور صرف محبوب کی نظروں میں ممتاز ہونا ہے دنیا اور اہلِ دنیا جو کہتی ہے کہتی رہے۔ بقول شاعر:

JOIN FOR MORE!!!

رہنے دیا نہ اس نے کسی کام کا مجھے
اور خاک میں بھی ہم کو ملا کر نہیں گیا

شعر نمبر ۲:

جبیں سجدہ کرتے ہی کرتے گئی
حق بندگی ہم ادا کر چلے

نثری ترجمہ:۔

خواہش ہے کہ جب اس دنیا سے جاؤں تو اس حال میں جاؤں کہ سجدہ ریز ہوں اور اسی حالتِ سجدہ میں ہی میری جان نکل جائے۔ (اور لوگ کہیں کہ) اس بندے نے اپنی بندگی کا حق ادا کر دیا۔

لغت:۔

جبیں: پیشانی۔ ماتھا

حق بندگی: اپنے انسان ہونے کا حق۔ غلامی کا حق

حوالہ:۔

اردو کا یہ شعر میر تقی میر کی غزل سے لیا گیا ہے جو ہمارے نصاب کا حصہ ہے۔

مرکزی خیال:۔

ہر انسان کی زندگی منشاء ہوتی ہے کہ وہ دنیا میں ہی حق بندگی ادا کرے۔ میر تقی میر کی خواہش ہے کہ میں دنیا سے جاتے وقت اللہ کے حضور سجدہ کرتے ہوئے جاؤں۔

تشریح:۔

میر تقی میر کے دیوان "خواب وخیال" کا یہ انتہائی ذومعنی شعر ہے۔اس شعر میں میر تقی میر ایک تصوراتی خواہش کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں میں جب اس دنیا سے جب بھی جاؤں تو کاش!اس حالت میں جاؤں کہ میرا سر سجدے میں ہو۔اور حالت سجدہ میں بھی میں رب اسے اپنے محبوب کوطلب کر رہا ہوں۔کاش!اسی حالت میں میری روح قبض ہوجائے تاکہ خیال یار بھی دل میں ہو اور حق بندگی بھی اسطرح ادا ہو کہ لوگ کہیں کہ اللہ کا بندہ اللہ سے سوال کرتے ہوئے دنیا سے چلا گیا۔

آئے موت جب طلبِ یار میں جھکے جبیں
کہیں لوگ کہ مانگتے ہوئے گیا وہاں کا مکین

شعر نمبر ۵:

کہیں کیا جو پوچھے کوئی ہم سے میر
جہاں میں تم آئے تھے، کیا کر چلے؟

JOIN FOR MORE!!!

نثری ترجمہ:۔

(آج میں افسردہ ہو کہ) اگر مرنے کے بعد کسی نے مجھ سے سوال کر لیا کہ میر تم دنیا میں گئے تھے تو وہاں سے کن اعمال کے بوجھ سے لوٹے ہو؟ (تو میں سوچتا ہوں کہ) انکے اس سوال کا کیا جواب دوں گا۔

لغت:۔

پوچھے ہم سے: ہم سے کوئی سوال کرے

جہاں: دنیا

حوالہ:۔

اردو کا یہ شعر میر تقی میر کی غزل سے لیا گیا ہے جو ہمارے نصاب کا حصہ ہے۔

مرکزی خیال:۔

ہر انسان دنیا سے جاتے وقت دنیا سے اعمال وعبادات کا بوجھ لے کر جاتا ہے جو کہ اللہ کی خوشنودی ورضا کا سبب بنتے ہیں۔مگر آج میں افسردہ ہوں کہ میں دنیا سے خالی ہاتھ بغیر نیک اعمال کے جا رہا ہوں۔

تشریح:۔

انسان اپنے عمل کے ذریعے ہی کامیاب وکامران ہوتا ہے مرنے کے بعد بھی اسکو جنت یا دوزخ میں داخلہ اسکے اعمال کے سبب ملے گا۔میر تقی میر افسردہ ہیں کہ انہوں نے زندگی میں کوئی ایسا کام نہیں کیا جو انکے لیے آخرت میں سرخروئی کا سبب بنے اور وہ یہ سوچ رہے ہیں کہ اگر مرنے کے بعد مجھ سے سوال کیا گیا کہ میر تم دنیا سے کیا کما کر لائے ہو تو ان کے اس سوال کا میرے پاس کوئی جواب نہیں ہوگا کیونکہ میں نے اپنی ساری زندگی کوئی ایسا کام کیا ہی نہیں جو میرا اُخروی کامیابی کا سبب بنے۔میں تو نہ ہی دنیا میں اپنے محبوب کو حاصل کر سکا نہ ہی میرا اعمال کا دفتر اتنا اچھا ہے کہ آخرت میں کامیاب وکامران ہو سکوں۔

ہوں نادم کہ آخر کہوں گا کیا جا کے میں وہاں
میں خالی ہاتھ اور ہونگے لوگ با اعمال جہاں

غزل نمبر۲

۲۔ حیدر علی آتش:۔ (۱۷۶۴ء - ۱۸۴۷ء)

شعر نمبر۱:

دہن پر ہیں انکے گماں کیسے کیسے
کلام آتے ہیں درمیاں کیسے کیسے

نثری ترجمہ:۔

"ان کی زبان سے کسطرح کے شکوک وشبہات کا اظہار ہوتا ہے اور گفتگو کے دوران وہ کسطرح کا کلام درمیان میں لاتے ہیں"۔

لغت:۔

دہن:	منہ (یہاں زبان مراد ہے)	کلام:	بات۔شعر
گماں:	شک،شبہ،خیالات	کیسے کیسے:	کسطرح

حوالہ:۔

اردو کا یہ شعر خواجہ حیدر علی آتش کی غزل جو کہ ہماری کتاب کا حصہ ہے، سے لیا گیا ہے۔

مرکزی خیال:۔

خواجہ حیدر علی آتش کی غزل کا یہ شعر اپنی اہمیت میں یکتا و بے مثال ہے جس میں انہوں نے محبوب کے رویے کے بارے میں حیرانگی کا اظہار کیا ہے۔

تشریح:۔

خواجہ حیدر علی آتش اس شعر میں اپنے محبوب کے بارے میں مختلف شکوک وشبہات کے اظہار پر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان سے جب بھی گفتگو ہوتی ہے تو افسوس و حیرت ہوتی ہے کہ میرے بارے میں انکے خیالات کتنے شکوک وشبہات پر مبنی ہیں اور ان شکوک وشبہات کا اظہار وہ گفتگو کے دوران اس انداز سے کرتے ہیں کہ بندہ حیران رہ جاتا ہے کہ وہ اسطرح کے کلمات کیونکر استعمال کر لیتے ہیں اور میں چاہنے کے باوجود بھی اپنی صفائی میں کچھ نہیں کہ پاتا کیونکہ مجھے معلوم ہی نہیں ہوتا کہ میرا جرم کیا ہے؟ اور میں نے کونسی خطا کی ہے۔

میں ان سے عفوِ جرم کی درخواست کیا کروں
معلوم بھی تو ہو اپنی کوئی خطا مجھے

شعر نمبر۲:

زمینِ چمن گل کھلاتی ہے کیا کیا
بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

JOIN FOR MORE!!!

نثری ترجمہ:۔

" کبھی کبھی گلزار (وہ جگہ جہاں سبزہ و پھول ہوں) میں بھی زمین سے ایسے عجیب و غریب نباتات رونما ہو جاتی ہیں جو گلزار یا پھلواری کی ہیئت ہی تبدیل کر دیتی ہیں اور عقل انسانی ششدر رہ جاتی ہے کہ حالات و واقعات میں تبدیلی کسطرح واقع ہو گئی"۔

لغت:۔

زمین چمن: وہ جگہ جہاں سبزہ اور پھول وغیرہ اُگے ہوں ۔گلزار، پھلواری

گل: پھول گل کھلانا: کارِ عجیب سرانجام دینا۔انوکھے کام کرنا

حوالہ:۔

اردو کا یہ شعر خواجہ حیدر علی آتش کی غزل جو کہ ہماری کتاب کا حصہ ہے، سے لیا گیا ہے۔

مرکزی خیال:۔

حیدر علی آتش کے اس شعر کا مرکزی خیال یہ ہے کہ ضروری نہیں کہ انسان کے سب کام ایسے ہی ہوں جسطرح انسان سوچتا ہے۔ بعض اوقات ایسے عجائب رونما ہو جاتے ہیں کہ جنکا انسان گمان بھی نہیں کر سکتا۔ انسان کی قسمت میں تبدیلیاں رونما ہوتی رہتی ہیں۔

JOIN FOR MORE!!!

تشریح:۔

حیدر علی آتش نے اس شعر میں فطرتِ انسانی اور منشائے رحمانی (یعنی اللہ تعالیٰ کی مرضی) کا اپنے مخصوص اندازِ شاعری میں کرتے ہوئے ایک عمدہ اور اچھی نصیحت یہ کی ہے کہ انسان جب بھی کوئی کام کرے تو ہمیشہ نفع و نقصان کا خیال ذہن میں رکھے۔ کیونکہ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان جو سوچتا ہے ویسا نہیں ہو پاتا اور وہ حیران رہ جاتا ہے کہ ایسا کیونکر ہوا حقیقت ہے یہ جو زمین پھول مہیا کرتی ہے کانٹے بھی اسی زمین کی پیداوار ہوتے ہیں اور بسا اوقات آپ جن لوگوں سے بہت زیادہ توقع رکھتے ہیں وہی عین وقت پر منہ موڑ لیتے ہیں۔ مختصر یہ کہ حیدر علی آتش ضرب المثل بیان کر کے یہ سمجھا رہے ہیں کہ انسان کو یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ انسان کی مرضی کے مطابق افعال کا سرزد ہونا ضروری نہیں ہوتا وہی ہے جس میں منشائے خداوندی ہوتی ہے۔

امیدِ اہلِ زمانہ سے تو فقط نہ سودا کی رکھ
بنا ہے تاجر تو سود و زیاں کو گماں میں رکھ

شعر نمبر ۳:

نہ گورِ سکندر ہے نہ قبرِ دارا
مٹے ناموں کے نشاں کیسے کیسے

نثری ترجمہ:۔

آج کسی کو " سکندر بادشاہ" کی قبر کا علم ہے کہ اسکی قبر کہاں ہے اور نہ ہی کسی کو دارا کی قبر کا علم ہے۔ جب دنیا میں ایسے ایسے مشہور لوگوں کا تذکرہ باقی نہیں رہا تو ہم کسطرح ہمیشہ مذکور رہ سکتے ہیں۔

لغت:۔

گورِسکندر:	سکندر بادشاہ کی قبر	قبرِدارا:	ایک بہت بڑے حاکم دارا کی قبر
نامیوں کے:	مشہورلوگوں کے	نشان:	تذکرے، باتیں، ذکر

حوالہ:۔

اردو کا یہ شعر خواجہ حیدر علی آتش کی غزل جو کہ ہماری کتاب کا حصہ ہے، سے لیا گیا ہے۔

مرکزی خیال:۔

انسان ہمیشہ کے لیے دنیا میں نہیں آیا اور نہ ہی دنیا والے اسکو یا اسکے احکامات و افعال کو یاد رکھتے ہیں اگر یاد رکھا جاتا ہے تو انسان کی جرات مندی اور اچھے کاموں کو یاد رکھا جاتا ہے۔

تشریح:۔

اس شعر میں خواجہ حیدر علی آتش نے دو مشہور زمانہ بادشاہوں کا تذکرہ کیا ہے ان میں سے ایک سکندر اعظم تھا جس نے اپنی فتوحات و شجاعت کے بدولت "فاتح دنیا" کا خطاب حاصل کیا جبکہ دوسرا حاکمِ ایران "بادشاہ دارا" تھا جو کہ ایران کی وسیع و عریض سلطنت کا بادشاہ تھا۔ یہ دونوں اپنے ادوار میں مشہور زمانہ تھے۔ دارا کو شکست دے کر ہی سکندر اعظم نے ایران کو فتح کیا تھا۔

ان دونوں کا تذکرہ کرنے کے بعد حیدر علی آتش کہتے ہیں کہ اگرچہ یہ دونوں اپنے زمانے کے مشہور زمانہ بادشاہ تھے۔ ان کی شجاعت کے چرچے اور انکی کامیابی کے تذکرے عام تھے۔ مگر آج کسی کو یہ معلوم نہیں کہ ان کی قبریں کہاں ہیں۔ لیکن اب بھی سکندر بادشاہ کی فتوحات کا ذکر لوگ کرتے ہیں اور دارا کی قائم کردہ ریاست اب بھی باقی ہے سو ایک انسان کو یہ ذہن میں رکھنا چاہیے کہ جب ان جیسے لوگوں کے نشانات قبور اور انکی ذاتی زندگی کے بارے میں آج کوئی نام و نشان باقی نہیں مگر ان کے اچھے کاموں کے تذکرے آج بھی ہوتے ہیں تو ہمیں بھی کچھ ایسا کر جانا چاہیے کہ دنیا ہمیں اچھے الفاظ میں یاد رکھے۔

دوستو! دیکھا تماشایاں کا بس
تم رہو اب ہم تو اپنے گھر چلے

JOIN FOR MORE!!!

شعر نمبر ۴:

غم و غصہ و رنج و اندوہ و حرماں
ہمارے بھی ہیں مہرباں کیسے کیسے

نثری ترجمہ:۔

ہم سے محبت کرنیوالے، ہمارے بہت سارے دوست ایسے ہیں ہمارے حالتِ زار دیکھ کر کبھی غم و غصہ کا اظہار کرتے ہیں تو کبھی کبھی مایوس ہو کر رنج و اور ملال بھی ان سے ظاہر ہو جاتا ہے (میں شکر ادا کرتا ہوں اللہ کریم کا) کہ مجھے کتنی محبت کرنے والے دوست عطا فرمائے۔

لغت:۔

اندوہ: ملال، رنج　　حرماں: دکھ، درد، ناامیدی، محرومی　　مہربان: محبت کرنے والا دوست، یار

حوالہ:۔

اردو کا یہ شعر خواجہ حیدر علی آتش کی غزل جو کہ ہماری کتاب کا حصہ ہے، سے لیا گیا ہے۔

مرکزی خیال:۔

ایسے انسان کو شکر خداوندی ادا کرنا چاہیے کہ اللہ رب العزت نے اسے اتنے دوست اور مہربان عطا فرمائے جو اسکی حالت کو دیکھ اپنی راہ الگ نہیں کرتے بلکہ اس درستگی و اصلاح کی تمنار کھتے ہیں۔

تشریح:۔

غزل کی یہ خصوصیت ہوتی ہے کہ اسکا ہر شعر الگ معنی و مفہوم کا حاصل ہوتا ہے۔اور یہ خصوصیت حیدر علی آتش کی شاعری میں سب سے زیادہ نمایاں ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

اس شعر میں وہ اپنے دوستوں کا تذکرہ کرتے ہوئے شکرادا کرتے ہیں کہ اللہ کریم کا شکر ہے کہ انہوں نے مجھے ایسے دوست عنایت کیے جو میری حالتِ زار دیکھ کر مجھ سے قطع تعلق اختیار نہیں کرتے بلکہ کبھی کبھی وہ میری اصلاح کی خاطر ظاہری غصے اور غم کا اظہار کرتے ہیں اور کبھی کبھی وہ میری حالتِ زار دیکھ کر حقیقت میں رنجیدہ اور غمگین ہو کر مایوس ہو جاتے ہیں۔ میں اس بات پر اللہ رب العزت کا شکرادا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اتنے اچھے اور مہربان دوست مجھے عطا فرمائے جو میری اتنی فکر کرتے ہیں۔

ہرگز بے وجہ نہ تھے وہ یوں مجھ سے خفا
خطاوار تھا میں کیونکر نہ کرتے مجھ سے جفا

شعر نمبر ۵:

کرے جس قدر شکر نعمت وہ کم ہے
مزے لوٹی ہے زباں کیسے کیسے

نثری ترجمہ:۔

اشرف المخلوقات اور بہترین امت ہونے کے سبب انسان اللہ رب العزت کا جتنا شکرادا کرے کم ہے۔اور انسانی جسم میں زبان وہ خوش قسمت حصہ ہے جسے یہ شرف حاصل ہے کہ زبان کے ذریعے انسان اللہ سے الفاظ کی صورت میں معافی مانگتا ہے۔

حوالہ:۔

اردو کا یہ شعر خواجہ حیدر علی آتش کی غزل سے لیا گیا ہے، جو کہ ہماری کتاب کا حصہ ہے۔

مرکزی خیال:۔

حیدرعلی آتش کی غزل کا یہ شعر شکرانِ نعمت سے متعلق ہے۔جسکا مرکزی خیال یہ ہے کہ انسان کو ہر وقت ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرتے رہنا چاہیے۔کیونکہ شکر اللہ کو بہت پسند ہے اور نعمت میں برکت کا ذریعہ بھی۔

تشریح:۔

حیدرعلی آتش کا یہ شعر ذومعنی ہے۔جسکا زیادہ مقبول مقصد یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا اور بیش بہا نعمتوں سے مالا مال فرمایا۔ ہر قسم کے خصائص وکمالات انسان کو عطا کردیئے۔اور تمام کائنات کی موجودات کو خدمتِ انسانیت کے لیے مامور فرمادیا۔اس کے بعد انسان ان عنایات کے بدلے میں فقط شکرانِ نعمت طلب کی وہ بھی اس انعام واکرام کے ساتھ کہ "اگر تم شکر ادا کروگے تو میں ضرور بالعضرور نعمتوں کو زیادہ کردوں گا"۔اس کے ساتھ ساتھ گناہ گاروں کو توبہ جیسی نعمت سے مالا مال کیا کہ انسان چاہے جتنا ہی گناہ گار کیوں نہ ہو اللہ کے حضور فقط ایک بار اپنے گناہ پر شرمندہ ہو کر توبہ کرتا ہے تو اللہ رب العزت اسکی توبہ نہ صرف قبول فرماتے ہیں بلکہ اپنی رحمتوں کی بارش بھی فرماتے ہیں۔

حیدرعلی آتش اسی بات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

"اللہ کے حضور توبہ کا ذریعہ اظہار زبان ہی ہوتی ہے اسی زبان کے ذریعے ہی انسان صدقِ دل سے اللہ کے حضور الفاظ کے ذریعے توبہ کرتا ہے۔تو اب زبان ہی انسان کے تمام اعضائے جسمانی میں وہ واحد حصہ ہے جسکو اللہ کے حضور توبہ کے لیے الفاظ کی ادائیگی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔اس پر خود زبان بھی جتنا شکر ادا کرے کم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو اتنی بڑی سعادت عطا فرمائی"۔

JOIN FOR MORE!!!

غزل نمبر۳

۳۔ **اسداللہ خاں غالبؔ:۔** (۱۷۹۷ء - ۱۸۶۹ء)

شعر نمبر۱:

ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ "تو کیا ہے"؟
تمھی کہو کہ یہ اندازِ گفتگو کیا ہے؟

نثری ترجمہ:۔

"یہ جو تم ہر بات پر کہتے ہو کہ تمھاری اوقات کیا ہے تو تم خود ہی انصاف سے کہو کہ کیا اسطرح بات کرنا صحیح ہے یا نہیں"۔

لغت:۔

تو کیا ہے؟:	تیری حیثیت کیا ہے	اندازِ گفتگو:	بات کرنے کا طریقہ

حوالہ:۔

اردو کا یہ شعر اسداللہ خاں غالب کی غزل جو کہ ہماری کتاب کا حصہ ہے، سے لیا گیا ہے۔

مرکزی خیال:۔

انسان کو ہمیشہ بات کرتے وقت عمدہ اور اچھے طریقے سے بات کرنی چاہیے اور دورانِ گفتگو کوئی بات ایسی بالکل نہیں کرنی چاہیے جو دوسروں کے لیے دل آزاری کا باعث ہو۔

تشریح:۔

مرزا اسد اللہ خان غالبؔ اس شعر میں اپنے محبوب سے اس کی بے رخی کا تذکرہ کرتے ہوئے اسکے غیر مناسب ردِعمل کی طرف اشارہ کر کے کہتے ہیں کہ میں جب بھی تمھارے پاس آتا ہوں اور اپنی محبت کا اظہار کرتا ہوں تو تم بڑی بے رخی سے غرور کے ساتھ مجھے ہمیشہ یہی کہہ دیتے ہو کہ "تمھاری اوقات کیا ہے جو تم مجھے اپنا محبوب بنانے کے بارے میں سوچتے ہو؟"۔ اسد اللہ خان غالبؔ اسکے اس رویے سے دلبرداشتہ ہوتے ہیں اور اس سے شکوہ کرتے ہیں کہ "اے میرے محبوب! تمھارا یہ غرور سے لبریز جملہ مجھے اذیت دیتا ہے۔ تم خود ہی بطورِ منصف بتاؤ اس طرح مغرور لہجے میں میری دل آزاری کا تمھارا یہ طریقہ ٹھیک ہے یا نہیں؟

آیا نہ اعتدال میں ہرگز مزاجِ دہر
میں گرچہ گرم و سرد زمانہ سمو گیا

JOIN FOR MORE!!!

شعر نمبر ۲:

چپک رہا ہے بدن پر لہو سے پیراہن
ہماری جیب کو اب حاجتِ رفو کیا ہے؟

نثری ترجمہ:۔

"میرے جسم سے خون بہہ کر میرے کپڑوں میں جمع ہو رہا ہے اور خون آلود لباس جسم سے چپک گیا ہے جسکی وجہ سے میرا پھٹا ہوا دامن کسی کو دکھائی نہیں دے رہا لہٰذا اب ایسی سلائی کی ضرورت نہیں۔

لغت:۔

لہو: خون جیب: دامن پیراہن: لباس حاجتِ رفو: سلائی کی ضرورت

حوالہ:۔

اردو کا یہ شعر اسد اللہ خاں غالب کی غزل جو کہ ہماری کتاب کا حصہ ہے، سے لیا گیا ہے۔

مرکزی خیال:۔

جب انسان کا واسطہ بڑی بڑی پریشانیوں سے پڑ جاتا ہے تو اسکے لیے چھوٹی چھوٹی پریشانیاں معدوم ہو جاتی ہیں بھلا ان کی شدت احساس باقی نہیں رہتا۔

تشریح:۔

اس شعر میں اسد اللہ خان غالبؔ اپنے بارے میں بیان کرتے ہیں۔ یہ تمثیلی شعر ہے جس میں حوادثاتِ زمانہ کو پیراہن اور ان سے ملنے والی تکالیف سے تشبیہ دی گئی ہے۔ حوادثاتِ زمانہ میری ذات سے ایسے چمٹ گئے ہیں کہ جان چھوڑنے کا نام ہی نہیں لیتے۔ گویا کہ میرا لباس بن

گئے ہیں اور انگی لہو کا کردار ادا کرتے ہوئے اس پیراہن کو میرے جسم سے چمٹا دیا ہے۔ میں نے اتنی بڑی تکالیف کا سامنا کیا ہے اب چھوٹی چھوٹی مصیبتیں اور پریشانیاں میرا کچھ نہیں بگاڑ پاتیں۔ اب تو کوئی چھوٹی مصیبت یا پریشانی آ بھی جاتی ہے تو میں یہ سوچ کر اس کو زائل کرنے کی کوشش نہیں کرتا کہ اسکو ختم کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اب یہ مجھے کوئی نقصان یا تکلیف نہیں دے گی۔

ہو گئی ہے اب خو طبیعت کو ضبطِ ستم کی
دشوار لگتا نہیں مجھے اب دردِ زماں اٹھانا

شعر نمبر ۳:

جلا ہے جسم جہاں دل بھی جل گیا ہوگا
کریدتے ہو جواب راکھ جستجو کیا ہے؟

نثری ترجمہ:۔

اے میرے محبوب! تم نے اپنی بے رخی سے جہاں میرے جسم کو جلایا ہے وہاں میرا دل بھی جلا ہوگا۔ اب اتنے ستم ڈھانے کے بعد تم میرا حال احوال پوچھ رہے ہو آخر تم جاننا کیا چاہتے ہو؟

JOIN FOR MORE!!!

لغت:۔

کریدنا: چھان بین کرنا۔ تلاش کرنا

حوالہ:۔

اردو کا یہ شعر اسداللہ خاں غالب کی غزل جو کہ ہماری کتاب کا حصہ ہے، سے لیا گیا ہے۔

مرکزی خیال:۔

ہمارے معاشرے میں موجود کچھ لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ پہلے جانی و مالی تکالیف پہنچاتے ہیں پھر بظاہر محسن بن کر عیادت بھی کرنے آ جاتے ہیں مگر یہ محض دکھاوا ہوتا ہے درحقیقت وہ غمگسار بن کر اپنے دیئے زخموں کی نوعیت دیکھنے آتے ہیں۔

تشریح:۔

غالب اپنے اس شعر میں اپنے محبوب کو دوہرے کردار کو بیان کر رہے ہیں کہ:

"اے میرے محبوب! تم نے اپنے کردار اور روّیے سے جہاں میرے لیے ظاہری تکلیف کا سامنا کیا ہے وہیں میرا دل بھی تمھاری طرف سے بدظن ہو گیا ہے اب اتنی تکالیف دینے کے بعد تم مزاج پرسی وعیادت کے بہانے آئے ہو تم درحقیقت یہ دیکھنے آئے ہو کہ مجھے تکلیف اتنی ہی پہنچی ہے جتنا تم دینا چاہتے تھے یا اس سے کم۔ اس کے علاوہ اگر کوئی جستجو ہے تو بتاؤ کہ آخر تمھاری منشاء کیا ہے؟ آخر اتنی چھان بین کیوں کرنا چاہتے ہو تو اسکا سبب بھی بتا دو۔

میرا معلوم تھا کہ چارہ گر ہی میرا ستم گر تھا
مگر اک فنکار تھا وہ، اک جادوگر تھا

شعر نمبر ۴:

رگوں میں ڈورتے پھرنے کے ہم نہیں قائل
جب آنکھ ہی سے نہ ٹپکا تو پھر لہو کیا ہے؟

نثری ترجمہ:۔

(کہا جاتا ہے کہ) ماں باپ کا خون اولاد کی رگوں میں دوڑتا ہے مگر جب اولاد میں والدین کے لیے شرم وحیا ہی باقی نہ رہے تو پھر ایسے خون کا کیا فائدہ۔

لغت:۔

قائل:

لہو:

حوالہ:۔

اردو کا یہ شعر اسد اللہ خاں غالب کی غزل جو کہ ہماری کتاب کا حصہ ہے، سے لیا گیا ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

مرکزی خیال:۔

والدین کی ذمہ داری ہے کہ جہاں وہ اولاد کو دیگر سہولیات زندگی عمدگی سے مہیا کرتے ہیں وہیں ان کو چاہیے بچوں کی تربیت کا بھی خاص خیال رکھیں ایسا نہ ہو بچوں کی نظر میں بڑوں کے لیے لحاظ مروّت جاتا رہے۔

تشریح:۔

اسد اللہ خان غالبؔ کو لوگ محض عشقیہ شاعری کا شاعر سمجھتے ہیں حالانکہ انکی شاعری فلسفہ، فکرِ معاش اور معاشرت جیسے موضوعات سے بھی منسلک تھی یہ شعر بھی انکا معاشرت سے متعلق ہے۔ جس میں انہوں نے معاشرت کے ایک اہم خیال کی دلیل کے ساتھ نفی کی ہے انکا کہنا ہے کہ اکثر کہا جاتا ہے کہ اولاد کی رگوں میں والدین کا خون دوڑتا ہے میں اس نظریے کا قائل نہیں کیونکہ رگوں میں ایک ہی خون خصوصیات کا مشابہہ ہونا بھی ہے مگر آجکل کے زمانے میں بڑوں کے لیے چھوٹے بچوں کی آنکھ سے شرم وحیا یا عزت ظاہر نہیں ہوتی لہذا آجکل کو نوجوان سے یہ امید رکھنا کہ یہ ہمارا خون ہے ہماری خصوصیات وذاتی کمالات اس میں بھی موجود ہوں گے تو اس خیال کو ہم صحیح نہیں سمجھتے کیونکہ شرم وحیاء کا تعلق تربیت سے ہے اور اگر تربیت صحیح نہ ہو تو خون کے ایک ہونے کا فائدہ۔ والدین کو چاہیے کہ وفا شعاری اور احترام کو اولاد کی تربیت کا ایک لازمی حصہ بنائیں بقول شیخ ابراہیم ذوق:

آدمیت اور شے ہے علم ہے کچھ اور شے
کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیوان ہی رہا

شعر نمبر ۵:

رہی نہ طاقتِ گفتار، اور اگر ہو بھی
تو کس امید پہ کہیے کہ آرزو کیا ہے؟

نثری ترجمہ:۔

اب مجھ میں اپنے محبوب سے اظہارِ محبت کی ہمت باقی نہیں ہے۔ کیونکہ محبوب کے روّیے سے ظاہر ہو گیا ہے کہ اس کا ردِ عمل کیا ہوگا تو پھر میں کس امید پر بتاؤں اسے کہ میری کیا خواہش ہے۔

لغت:۔

طاقتِ گفتار: بات کرنے کی ہمت آرزو: تمنا۔ خواہش

حوالہ:۔

اردو کا یہ شعر اسداللہ خاں غالب کی غزل جو کہ ہماری کتاب کا حصہ ہے، سے لیا گیا ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

مرکزی خیال:۔

بسا اوقات انسان کو معلوم ہوتا ہے کہ جو سوال کے جواب میں مقابل کا رویہ غیر مناسب ہی ہوگا اور بدسلوکی الگ۔ تو اس صورت میں اپنا وقت ضائع کرنا بے وقوفی ہے۔

تشریح:۔

اسداللہ خان غالبؔ کا یہ شعر اپنے محبوب کی بے رخی اور اسکے پر تکبر روّیے کے متعلق ہے۔ جس میں انہوں نے اپنے محبوب سے اظہارِ محبت کرنے کے مشورے کا جواب دیتے ہوئے کہا ہے کہ وہ بہت مغرور انسان ہے مجھے معلوم ہے کہ اسکا جواب کیا ہوگا۔ اسکے غیر مناسب رویے کی وجہ سے اب مجھ میں اتنی ہمت باقی نہیں ہے کہ میں اس کے پاس جا کر کوئی بات کروں۔ جب اسکا جواب ہی نفی میں ہوگا تو اس سے کوئی امید قائم کر کے بات کرنا محض وقت کا ضیاع ہے۔

کٹ گئی احتیاطِ عشق میں عمر
ہم سے اظہارِ مدعا نہ ہوا

شعر نمبر ۶:

ہوا ہے شہہ کا مصاحب، پھرے ہے اتراتا
وگرنہ شہر میں غالبؔ کی آبرو کیا ہے؟

نثری ترجمہ:۔

(غالب کا حال تو کچھ یوں ہے کہ) وہ آجکل بادشاہ کے ساتھ ہوتا ہے اور اسی پر ہی اتراتا پھرتا ہے ورنہ اس کے غالب کی اس شہر میں عزت یا قدر و منزلت کچھ بھی نہیں۔

لغت:۔

شہہ:	بادشاہ	مصاحب:	دوست۔ساتھی
وگرنہ:	ورنہ	آبرو:	عزت،قدرومنزلت

حوالہ:۔

اردو کا یہ شعر اسد اللہ خاں غالب کی غزل جو کہ ہماری کتاب کا حصہ ہے، سے لیا گیا ہے۔

مرکزی خیال:۔

بڑے لوگوں کی صحبت انسان کی ذات میں غرور پیدا کر دیتی ہے۔ جو کہ اسکے لیے نقصان دہ ہوتی ہے۔ انسان کو چاہیے کہ ہر حال میں وہ اپنی حقیقت یاد رکھے۔

تشریح:۔

JOIN FOR MORE!!!

اس شعر میں اسد اللہ غالب اپنی ذات کی بغرضِ عاجزی ہجو کر رہے ہیں۔ دراصل یہ دیوان غالب کا ان دنوں کا ہے جب یہ مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کے بطور استاد "مصاحب ہوا کرتے تھے۔ انسان کو امراء کی رفاقت ومحبت کو اپنے لیے باعثِ کمال نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ ہر حال میں اللہ رب العزت کا شکر گزار رہنا چاہیے۔ یہی بات غالب اپنی ذات کی مثال دے کر سمجھانا چاہ رہے ہیں۔ اس شعر میں بھی غالب اپنے بارے میں یہی کہتے ہیں کہ "آجکل غالب بادشاہ کے ساتھ ہوتا ہے اور بادشاہ کی صحبت ورفاقت پر اتراتا پھرتا ہے۔ اس کے علاوہ غالب کی کوئی ایسی خوبی یا کردار نہیں جو اس کی شناخت اور شہرت کا سبب بنے حقیقت تو یہ ہے کہ اس بات کے علاوہ غالب کی معاشرے میں کوئی قدر ومنزلت نہیں ہے۔

ہے مصاحب شاہ کے تو نرالے ہو گئے رنگ
ملی جو زمین تو دیکھ کر حقیقت اپنی ہو گئے دنگ

غزل نمبر ۴

۴۔ **بہادر شاہ ظفر:۔** (۱۸۶۲ء - ۱۷۷۵ء)

شعر نمبر ۱:

لگتا نہیں جی مرا اجڑے دیار میں
کس کی بنی ہے عالمِ ناپائیدار میں

نثری ترجمہ:۔

اب میرا دل اس ویران بستی میں نہیں لگتا ویسے بھی یہ دنیا عارضی ہے یہاں ہمیشہ رہنے کے لیے کوئی نہیں ہے آتا۔

لغت:۔

اجڑے دیار میں:	ویران بستی میں	عالمِ ناپائیدار:	عارضی جہاں یعنی دنیا		

حوالہ:۔

اردو کا یہ شعر بہادر شاہ ظفر کی غزل جو کہ ہماری کتاب کا حصہ ہے، سے لیا گیا ہے۔

مرکزی خیال:۔

انسان جب اس حقیقت کا ادراک کر لیتا ہے کہ اس دنیا میں اس نے ہمیشہ نہیں رہنا بلکہ اِک نہ اِک دن یہاں سے چلے جانا ہے تو اسکی رغبت اس دنیا سے ختم ہو جاتی ہے۔

تشریح:۔

مندرجہ بالا اشعار بہادر شاہ ظفر نے اسوقت کہے جب وہ "رنگون" میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرر ہے تھے انہیں معلوم تھا کہ اس قید خانے سے رہائی کا واحد راستہ موت ہے اس غزل کے تمام اشعار اسی کیفیت کے عکاس ہیں۔

اس شعر میں بہادر شاہ ظفرؔ اپنی بدحالی اور تکالیف سے مایوس ہو کر اپنے احساسات کا اظہار کرر ہے ہیں۔رنگون کے قید خانے کو انہوں نے اجڑے دیار اور اس دنیا کو عالمِ ناپائیدار سے تجشبیہ دی ہے ان کا کہنا ہے کہ اب میرا دل اس اجڑی ہوئی بستی (ویران وسنسان علاقہ رنگون) میں نہیں لگتا۔اب اس ویران علاقے میں آنے کے بعد زندہ رہنے کی خواہش ختم ہوگئی ہے اور موت کی تمنا بہت بڑھ گئی ہے ویسے بھی اس دنیا میں کون ہمیشہ رہنے کے لئے آتا ہے حقیقت تو یہ ہے کہ یہ دنیا بھی فنا ہونے والی جگہ ہے تو دل لگانے کا کیا فائدہ۔

زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے
ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے

JOIN
FOR
MORE!!!

شعر نمبر۲:

کہہ دو ان حسرتوں سے کہیں اور جا بسیں
اتنی جگہ کہاں ہے دلِ داغدار میں

نثری ترجمہ:۔

بہادر شاہ ظفرؔ اس شعر میں خود کلامی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ "اے ظفرؔ! ان خواہشات کو صاف صاف بتا دو کہ اب میرا دل ٹوٹ گیا ہے اور اب اس میں مزید خواہشات اور تمناؤں کی جگہ نہیں لہذا اے خواہشات! تم کسی اور کے دل کو اپنا مسکن بنالو"۔

لغت:۔

حسرتوں سے:	تمناؤں سے، آرزوؤں سے، خواہشات سے
جا بسیں:	جا کر آباد ہو جائیں
دلِ غدار:	زخمی دل

حوالہ:۔

اردو کا یہ شعر بہادر شاہ ظفرؔ کی غزل جو کہ ہماری کتاب کا حصہ ہے، سے لیا گیا ہے۔

مرکزی خیال:۔

اس شعر کا مرکزی خیال یہی ہے کہ انسان خواہشات اور حسرتوں کی تگ ودو ایک مخصوص عرصے تک کرتا ہے پھر اسکے بعد اسکا دل ان سب چیزوں سے اکتا جاتا ہے۔

تشریح:۔

اس شعر میں بہادر شاہ ظفرؔ اپنے ماضی اور حال دونوں کا موازنہ کرنے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ انسان کے حالات ہمیشہ ایک جیسے نہیں رہتے۔ یہ خواہشات اور آرزوئیں ایک حد تک اس وقت میں اچھی لگتی ہیں جب وقت بھی انسان کے لیے مناسب ہو۔ یہی بات بہادر شاہ ظفرؔ اپنے اس شعر میں خود کلامی کے انداز میں کچھ اسطرح سے بیان کرتے ہیں۔

"اے ظفرؔ! اب اپنے دل میں مزید خواہشات اور حسرتوں کو جگہ مت دو وقت تبدیل ہو چکا ہے۔ پہلیہر خواہش کی تکمیل آسان ہوتی تھی اب وقت کی نوعیت پہلے جیسی نہیں رہی۔ لہذا تم ان حسرتوں سے کہہ دو کہ کسی خوشحال انسان کے دل کو اپنا مسکن بنالیں۔ میرا دل بہت دکھی اور شکستہ ہو گیا ہے۔ اب ان حالات میں یہ ممکن نہیں کہ اس دل میں خواہشات و حسرتوں کو جگہ دے کر ان کی تکمیل کے لیے کوشش کی جائے"۔

JOIN FOR MORE!!!

بہتر تو ہے یہی کہ نہ دنیا سے دل لگے
پر کیا کریں جو کام نہ بے دل لگ چلے

شعر نمبر۳:

کانٹوں کو مت نکال چمن سے او باغ باں
یہ بھی گلوں کے ساتھ پلے ہیں بہار میں

نثری ترجمہ:۔

اے باغباں! کانٹوں کو باغ سے دور مت کر۔ انہوں نے بھی باغ میں موجود پھولوں کے ساتھ بہار کے موسم میں پرورش پائی ہے۔

لغت:۔

چمن:	باغ۔ پھلواری	باغ باں:	مالی
گل:	بہار	پلے ہیں:	یعنی پرورش پائی ہے

حوالہ:۔

اردو کا یہ شعر بہادر شاہ ظفرؔ کی غزل جو کہ ہماری کتاب کا حصہ ہے، سے لیا گیا ہے۔

مرکزی خیال:۔

تشریح:۔

اس شعر میں بہادر شاہ ظفرؔ نے خود کو کانٹوں سے تشبیہ دی ہے جبکہ اس سرزمین ہندوستان کو ایک چمن اور اس کے باشندوں کو گل سے تشبیہ دیتے ہوئے اس ہندوستان کے سنہرے دور کو بہار سے تشبیہ دی ہے۔ اور باغباں سے یعنی اللہ رب العزت سے دعا کی ہے کہ اے اللہ! مجھے اس

سرزمین سے دور مت کرنا۔ میری زندگی اس چمن یعنی ہندوستان میں گزری ہے۔ چاہے میں جتنا بھی گناہ گار ہوں مگر زندگی تو یہاں کے پھولوں یعنی تیرے نیک بندوں کے ساتھ گزاری ہے۔ اے اللہ مجھے خوشحالی کی زندگی ادھر گزارنے کا موقع دیا ہے تو اب عُسرت کے دن بھی یہاں گزارنے کا موقع عطا فرمائے۔

چمن سے روتا ہوا موسمِ بہار گیا
شباب سیر کو آیا تھا سوگوار گیا

شعر نمبر ۴:

بلبل کو باغباں سے نہ صیاد سے گلہ
قسمت میں قید رکھی تھی فصلِ بہار میں

نثری ترجمہ:۔

پرندوں کی یہ خصلت ہوتی ہے کہ جب انکو قید کر لیا جاتا ہے۔ تو اپنے قید ہونے پر نہ ہی انکو باغبان سے شکوہ ہوتا ہے نہ ہی اپنے شکاری سے کیونکہ پرندے یہی تصور کر لیتے ہیں کہ ان کی قسمت میں موسمِ بہار میں ہی قید ہونا لکھا تھا۔

لغت:۔

باغباں: مالی صیاد: شکاری

حوالہ:۔

اردو کا یہ شعر بہادر شاہ ظفؔر کی غزل جو کہ ہماری کتاب کا حصہ ہے، سے لیا گیا ہے۔

مرکزی خیال:۔

انسان کے ساتھ اچھا ہو یا برا اسے اللہ تعالیٰ کی ذات سے شکوہ کناں ہونے کے بجائے صبر اور شکر کا مظاہرہ کرنا چاہیے اور یہ بات تسلیم کرنی چاہیے کہ اسی میں منشائے خداوندی تھی۔

تشریح:۔

بہادر شاہ ظفؔر کا یہ شعر علم و معرفت میں اپنی مثال آپ ہے جس میں انہوں نے صبر و شکر کی عمدہ طریقے سے عکاسی کی ہے۔ ایک تمثیلی شعر ہے جس میں انہوں نے خود کو ایک ایسے بلبل سے تشبیہ دی ہے جسے ایک شکاری اپنے پنجرے میں قید کر لیتا ہے۔ اب مقید ہونے پر بلبل کو اپنے مالی سے کوئی شکوہ ہے نہ اپنے شکاری سے بلکہ بلبل یہ سوچ کر صبر کرتا ہے کہ یہی منشائے خداوندی تھی کہ مجھے بہار کے موسم میں ہی قید ہونا تھا۔ خود کو بلبل سے تشبیہ دینے کے بعد بہادر شاہ ظفؔر انگریزوں کو صیاد جبکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کو باغ باں سے تشبیہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ "مجھے انگریزوں نے قید کر کے رنگون کے ویران علاقے میں بھیج دیا ہے پھر بھی مجھے اپنے صیاد یعنی انگریزوں سے کوئی شکوہ نہیں ہے اور نہ ہی میں اپنی اس قید پر اس کائنات کے باغبان یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ سے شکوہ کر رہا ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ کی منشاء تھی کہ بہار کے موسم میں یعنی اپنی خوشحالی و عروج کے زمانہ میں آزمائش کے مرحلے میں کامیاب ہو جاؤں انسان کے صبر و شکر کا انداز مشکل وقت میں ہی ہوتا ہے کہ پریشانی اور مشکل میں اسکا رویہ (Behavior) کیسا ہوتا ہے۔" بقول انہی کے:

JOIN FOR MORE!!!

ظفؔر اسکو آدمی نہ جانیے ہو وہ کیسا ہی صاحب فہم و ذکا
جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہی جسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہا

شعر نمبر ۵:

کتنا ہے بدنصیب ظفؔر دفن کے لیے
دو گز زمین بھی نہ ملی کوئے یار میں

نثری ترجمہ:۔

اے ظفؔر بہت بدنصیب انسان ہے تو جو مر بھی دیارِ غیر میں رہا ہے اور دفن بھی یہیں ہو جائے گا۔ تجھے اپنے وطن میں دفن ہونے کے لیے دو گز زمین بھی نہیں ملے گی۔

لغت:۔

کوئے یار:	دوست کی گلی مراد اپنا وطن

حوالہ:۔

اردو کا یہ شعر بہادر شاہ ظفؔر کی غزل جو کہ ہماری کتاب کا حصہ ہے، سے لیا گیا ہے۔

مرکزی خیال:۔

خوش نصیب ہوتا ہے وہ انسان جو اپنے وطن کی سرزمین پر ہی زندگی گزار دیتا ہے اور مرنے کے بعد بھی اسکی تدفین اپنے ملک کی مٹی میں ہوتی ہے۔

تشریح:۔

ہر انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنے عزیز و اقارب کے درمیان زندگی گزارے اور مرنے کے بعد بھی اپنے ملک اور اپنے اعزاء و اقارب کے درمیان دفن ہو۔ بہادر شاہ ظفؔر اس شعر میں اپنی بدنصیبی کا تذکرہ کرتے ہوئے خود کلامی کرتے ہیں کہ:

"اے ظفؔر! تو انتہائی بدقسمت انسان ہے کہ اپنی زندگی کے آخری ایام اپنے لوگوں سے بہت دور حالتِ قید میں گزار رہا ہے اور اسی حالت میں تو مر جائے گا اور اپنے ملک میں دفن ہونے کے بجائے دوسری سرزمین میں دفن ہو جائے گا۔

اے ظفؔر! تو کتنا بدنصیب ہے کہ مرنے کے بعد بھی تجھے اپنے وطن میں دفن ہونے کے لیے مختصر سی جگہ بھی نہیں مل سکے گی"۔

تھی تمنا کہ ہو مدفن میرا کوئے یار میں
آن پہنچی مگر موت اِک غیر دیار میں
بادلِ نخواستہ راضی ہوں اسکی رضا پر
ہو روح قبض میری اجنبی ریگزار میں

JOIN FOR MORE!!!

غزل نمبر۵

۵۔ حسرت موہانی:۔ (۱۸۷۵ء - ۱۹۵۱ء)

شعر نمبر۱:

دعا میں ذکر کیوں ہو مدعا کا
کہ یہ شیوہ نہیں اہلِ رضا کا

نثری ترجمہ:۔

"ضروری نہیں کہ دعا مانگتے وقت ہم اللہ کے حضور تمام دعا کا مطلب و مقصد بھی بیان کریں کیونکہ اللہ کی منشاء پر راضی ہونے کا طریقہ بالکل نہیں

لغت:۔

مدعا: مقصد، مطلب
شیوہ: طریقہ
اہلِ رضا: راضی رہنے والے

JOIN FOR MORE!!!

حوالہ:۔

اردو کا یہ شعر حسرت موہانی کی غزل جو کہ ہماری کتاب کا حصہ ہے، سے لیا گیا ہے۔

مرکزی خیال:۔

اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اللہ کے حضور دعا مانگتے وقت پوری غرض و غایت بیان کرنے کے بجائے رضائے الٰہی کے مطابق عطا کی دعا کرتے ہیں۔

تشریح:۔

حسرت موہانی جدید اندازِ غزل کے شاعر تھے۔ انہوں نے اپنی غزلوں کا دائرہ کار عاشق و محبوب تک محدود کرنے کے بجائے جدید موضوعات کو غزل کے پیرائے میں بیان کیا یہ اسی کا حصہ ہے۔ جس میں حسرت موہانی نے اللہ تعالیٰ کی ذاتِ مبارکہ پر توکل کی تعلیم دیتے ہوئے کہا ہے کہ:

"انسان کو اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرتے وقت ہمیشہ یہ خیال رکھنا چاہیے کہ اسکو اللہ رب العزت کی طرف وہی عطا ہوتا ہے جو اسکے نصیب میں لکھا ہے۔ لہٰذا انسان کو پورا مدعا بیان کرنے کے بجائے اللہ کے حضور صرف اپنی ذات کے لیے اچھے کی عطا کے لیے دعا کرنی چاہیے کیونکہ جو لوگ اللہ کی ذات مبارکہ پر توکل کرتے ہیں وہ اس کی عطا پر صدقِ دل سے راضی رہتے ہیں۔

کروں میں کیوں اپنی زباں سے بیاں
جانتا ہوں فقط تو ہی ہے قلبِ داں

شعر نمبر۲:

طلب میری بہت کچھ ہے گلہ کیا
کرم تیرا ہے اِک دریا عطا کر

نثری ترجمہ:۔

"میری خواہش تو زیادہ سے زیادہ حاصل کر لینے کی ہے مگر اے محبوب! کیا تو اتنی مہربانی کرسکتا ہے کہ مجھے میری خواہشات کے مطابق عطا کر سکے۔

لغت:۔

طلب: خواہش		درخواست: مانگنا

حوالہ:۔

اردو کا یہ شعر حسرت موہانی کی غزل جو کہ ہماری کتاب کا حصہ ہے، سے لیا گیا ہے۔

مرکزی خیال:۔

انسان ہمیشہ کسی سے کچھ مانگتے وقت عطا کرنے والے کی حیثیت کو مدنظر رکھے کہ جو کچھ میں اس سے طلب کر رہا ہوں اس کی اتنی استطاعت بھی ہے کہ وہ دے سکے یا نہیں؟

JOIN FOR MORE!!!

تشریح:۔

انسان ہمیشہ سے مانگنے میں یا طلب کرنے میں حریص رہا ہے۔ چاہے وہ کسی انسان سے ظاہری امید قائم کر کے مانگ رہا ہوتا ہے پھر بھی یہ سوچ لیتا ہے کہ میرا مقابل مجھے سب کچھ دے دے گا مگر ہر بار ایسا نہیں بسا اوقات ہم انسانوں سے ایسی امید لگا بیٹھتے ہیں جو کہ اس امید یا خواہش کو پورا کرنے کی طاقت یا استطاعت نہیں رکھتے۔ تو بہتر ہے ذاتِ خداوندی سے امیدِ حصول رکھی جائے۔

حسرت موہانی نے اس شعر میں ایک تخیلاتی منظر پیش کیا ہے کہ وہ اپنے محبوب کے پاس موجود ہیں اور محبوب فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان سے اظہارِ طلب کا کہتا ہے کہ "جو مانگنا ہے مانگ لو"۔ تو جواب میں حسرت موہانی کہتے ہیں کہ "ان کی طلب تو بہت زیادہ ہے گلہ" کیا اے میرے محبوب! تو اس بات پر قادر ہے کہ مجھے دریا کی وسعت کے برابر عطا کر کے اپنی سخاوت کا مظاہرہ کر سکے"۔

میری طلب کچھ تھی عیدا نکی عطا کچھ اور تھی
میں تھا وصلِ دوام کا طالب انکی رضا کچھ اور تھی

شعر نمبر۳:

نثار ان پر ہوئے اچھے رہے ہم
تقاضا تھا یہی خوئے وفا کا

نثری ترجمہ:۔

"اگر ہم ان پر قربان ہو گئے تو فائدے میں ہی رہے ہیں کیونکہ محبت میں وفا کا تقاضا ہی یہی ہے کہ محبوب کی مرضی پر قربان ہوا جائے"۔

لغت:۔

نثار:	قربان	تقاضا:	ضرورت
اچھے رہے:	فائدے میں رہے	خوئے وفا:	وفا کی عادت

حوالہ:۔

اردو کا یہ شعر حسرت موہانی کی غزل جو کہ ہماری کتاب کا حصہ ہے، سے لیا گیا ہے۔

مرکزی خیال:۔

محبت فناء و بقاء کی جنگ ہے اور اس کا تقاضا یہی ہے کہ دائمی بقا کے لیے فناء ہونا ضروری ہے۔

تشریح:۔

حسرت موہانی کا یہ شعر ذومعنی ہے جسکے عمدہ معنی یہ ہیں کہ عشق چاہے حقیقی ہو یا مجازی دونوں میں ہی اپنی ذات کی نفی کرنی پڑتی ہے۔ محبت میں وفا کا تقاضا ہی یہی ہے کہ محبوب کی خاطر اپنی ذات کو فنا کر دیا جائے کیونکہ فنا میں دائمی بقاء ہے ورنہ محبت اپنی پہنچ تک نہیں پہنچ پاتی۔ اپنی ذات کی نفی کرنا ہی ہمیشہ سے اہلِ محبت کی عادت رہی ہے۔ بقول شاعر:

ہوئی گل پر فدا نادان بلبل
کہاں گل اور کہاں وہ غیرت گل

JOIN FOR MORE!!!

شعر نمبر ۴:

گنہ گارو! چلو عفوِ الٰہی
بہت مشتاق ہے عرضِ خطا کا

نثری ترجمہ:۔

اے گناہ گارو! آؤ اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے گناہوں کی معافی مانگ لو کیونکہ عفو الٰہی اس بات کا خواہشمند ہے، منتظر ہے کہ کوئی گناہ گار آئے اور اپنی غلطیوں پر شرمندہ ہو کر معافی مانگے۔

لغت:۔

عفو:	معافی۔ بخشش	مشتاق:	شوق ہونا۔ منتظر ہونا۔ خواہشمند ہونا
عرضِ خطا:	غلطی پیش کرنا۔ غلطی تسلیم کرنا یعنی شرمندہ ہونا		

حوالہ:۔

اردو کا یہ شعر حسرت موہانی کی غزل جو کہ ہماری کتاب کا حصہ ہے، سے لیا گیا ہے۔

مرکزی خیال:۔

گناہ گار انسان جب بھی اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ کر کے اپنے گناہوں پر سچے دل سے نادم ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا ہے تو بندے

کی یہ توبہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں بہت مقبول ہوتی ہے۔

تشریح:۔

بتقاضائے بشری (انسان ہونے کے ناطے) ایک انسان کی خصلت ہے کہ وہ اپنی زندگی میں تواتر سے گناہ کرتا ہے۔ پھر زندگی میں بسا اوقات ایسے لمحات بھی آجاتے ہیں کہ اس گناہ گار انسان کے دل میں احساسِ ندامت پیدا ہوتا ہے اور وہ اللہ کے حضور صدقِ دل سے اپنے گناہوں پر نادم ہو کر سجدہ ریز ہو جاتا ہے۔ اور شرمندگی کے آنسوؤں کے ساتھ اللہ کے حضور تائب ہوتا ہے اور معافی طلب کرتا ہے تو اللہ رب العزت بندے کی توبہ قبول فرماتے ہیں بلکہ حدیث کے مطابق " گویا کہ اس بندے نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں " حسرت موہانی اس بات کو کچھ اسطرح بیان کرتے ہیں۔

" اے گناہ گارو! بے شک تم نے زندگی بھر گناہ کیے ہیں مگر توبہ کا دروازہ تمھارے لیے ہمیشہ سے کھلا ہے۔ رحمتِ خداوندی گویا کہ منتظر ہے کہ کون ہے وہ بندہ جو اللہ کے حضور اپنے گناہوں پر شرمندہ ہو کر سچے دل سے توبہ کرتا ہے کہ تا کہ اللہ تعالیٰ اس توبہ کو قبول فرماتے ہوئے اس گناہ گار پر اپنی رحمتوں کی بارش فرمائیں "۔ دراصل یہ شعر ایک حدیث مبارکہ کے مفہوم کے مطابق ہے۔ حدیثِ مبارکہ ہے۔

"التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ"

ترجمہ: گناہوں سے توبہ کرنے والا گویا کہ ایسا ہے جیسے اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں۔

شعر نمبر ۵:

جفا کو بھی وفا سمجھو کہ حسرت
تمھیں حق ان سے کیا چون وچرا کا

نثری ترجمہ:۔

اے حسرت! اگر تمھارا محبوب تمھیں اپنے ظلم وستم کا نشانہ بنا رہا ہے تو اس کے ظلم وستم کو وفا کا تقاضا سمجھ کر برداشت کرو۔ کیونکہ وہ محبوب ہے اور اس کے کسی عمل پر تمھیں واویلہ کرنے کا حق نہیں ہے۔

لغت:۔

جفا:	ظلم۔ ناانصافی	چون وچرا:	واویلا کرنا

حوالہ:۔

اردو کا یہ شعر حسرت موہانی کی غزل جو کہ ہماری کتاب کا حصہ ہے، سے لیا گیا ہے۔

مرکزی خیال:۔

سب سے بہترین انسان وہ ہے جو اللہ کی مرضی پر راضی ہو۔ اللہ تعالیٰ جس حال میں اسے رکھیں وہ شکر گزار رہے۔

تشریح:۔

حسرت موہانی کا یہ شعر ذومعنی ہے۔ حسرت موہانی اس شعر میں خود کلامی کا منظر پیش کرتے ہوئے انسان کو توکل علی اللہ کا درس دیتے ہوئے

JOIN FOR MORE!!!

کہتے ہیں کہ

"اے حسرت! اگر تمھاری کوئی دعا قبول نہیں ہوتی تو یہ ہرگز مت سوچو کہ تمھارے ساتھ نا انصافی یا ظلم ہو رہا ہے بلکہ تم یہ سوچو کہ وفا کا تقاضا یہی ہے کہ اللہ کی عطا پر راضی رہا جائے۔ اور واویلہ کرنے کے بجائے صبر و تحمل کا دامن پکڑا جائے۔ اے حسرت (یاد رکھو) اللہ تعالیٰ کی عطا پر تمھیں اعتراض یا واویلہ کرنے کا اختیار بالکل نہیں ہے کیونکہ بظاہر تمہیں یہی لگتا ہے کہ تمہاری دعا پوری نہیں ہوئی حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ تم اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ رکھو کہ تمھیں وہی ملے گا جو تمھارے حق میں بہتر ہوگا"۔

ہم موحد ہیں ہمارا کیش ہے ترک رسوم
ملتیں جب مٹ گئیں اجزائے ایماں ہوگئیں

غزل نمبر ۶

۶۔ جگر مرادآبادی:۔

(۱۹۴۰ء - ۱۹۹۰ء)

شعر نمبر ۱:

جب تک انسان پاک طینت ہی نہیں
علم و حکمت، علم و حکمت ہی نہیں

نثری ترجمہ:۔

جب تک انسان خود نیک سیرت نہیں ہو جاتا، تب تک علم و حکمت حاصل ہونے کے باوجود بھی وہ شخص صاحبِ علم و حکمت نہیں ہو سکتا۔

لغت:۔

پاک طینت : نیک سیرت

حوالہ:۔ جگر مرادآبادی کا یہ شعر "کلیاتِ جگر" سے لیا گیا ہے جو کہ ہماری درسی کتاب میں موجود غزل کا حصہ بھی ہے۔

مرکزی خیال:۔

انسان کو اسکی نیک سیرت ہی معاشرے میں صاحبِ فہم و ذکاء ثابت کر سکتی ہے۔ ورنہ وہ جس قدر صاحبِ علم اور صاحبِ عقل ہو اسکو معاشرے والے صاحبِ فہم و ذکاء تصور نہیں کرتے۔

تشریح:۔

جگر مرادآبادی کا یہ شعر انسان کو معاشرتی و ذاتی لحاظ سے بہت اہم ہے۔ انسان کے لیے ضروری ہے کہ معاشرے میں رہتے ہوئے اپنے کردار کو، اپنی سیرت کو اس قدر معتبر اور قابلِ وثوق بنالے کہ لوگ اس کے نیک سیرت ہونے کا اعتراف کر لیں اور اس کے علم سے اور اسکی دانائی سے فائدہ اٹھائیں۔ اگر انسان کے پاس علم بھی ہو اور صاحبِ حکمت بھی ہو مگر اسکی سیرت اسطرح کی نہیں کہ اہلِ معاشرہ کے ہاں معتبر ہو تو اسکا صاحبِ فہم و فراست ہونا بے کار ہے۔ لوگ ہمیشہ اسی کے علم و حکمت سے فائدہ اٹھاتے ہیں جو معاشرے میں کردار و اطوار کے حوالے سے ہی معتبر ہوتا ہے۔

نہیں جاتی کہاں تک فکرِ انسانی نہیں جاتی
مگر اپنی حقیقت آپ پہچانی نہیں جاتی

JOIN FOR MORE!!!

شعر نمبر ۲:

وہ محبت، وہ عداوت ہی نہیں
زندگی میں اب صداقت ہی نہیں

نثری ترجمہ:۔

زندگی میں اب سچائی ناپید ہوگئی ہے اب اگر کسی سے محبت کی جائے تو وہ بھی حقیقی نہیں اور نا ہی عداوت میں سچائی موجود ہے۔

لغت:۔

عداوت: دشمنی یا مخالفت۔
صداقت: سچائی

حوالہ:۔

جگر مراد آبادی کا یہ شعر " کلیاتِ جگر " سے لیا گیا ہے جو کہ ہماری درسی کتاب میں موجود غزل کا حصہ بھی ہے۔

JOIN
FOR
MORE!!!

مرکزی خیال:۔

گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ اہلِ زمانہ نے حقائق سے منہ موڑنا شروع کر دیا ہے۔ اب کسی سے عداوت و محبت صدقِ دل سے نہیں بلکہ اپنے کسی مفاد کے تحت ہوتی ہے۔

تشریح:۔

ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے یہ بات ہم پر لازم ہے کہ ہم ریاکاری سے دور رہیں۔ سچ کو اپنا وطیرہ بنائیں۔ سچائی برکتِ نعمت جبکہ کذب و ریاء فعالِ نعمت کا سبب بنتا ہے۔ یہاں اس شعر میں جگر مراد آبادی کی مراد صدق سے یہی ہے کہ خلوصِ محبت اور بے مقصد و بے ریا محبت مگر جگر مراد آبادی کے مطابق ہماری زندگی سچائی اور خلوص سے بہت دور جا چکی ہے۔ ریاکاری و جھوٹ ہمارا وطیرہ بن گیا ہے۔ اب اگر کوئی شخص کسی سے محبت کرتا ہے یا اس سے بغض رکھتا ہے تو اسکا یا بغض اور محبت کرنا کسی ذاتی مفاد یا دکھاوے کے سبب ہوتا ہے کہ حقیقت کا اس سے کچھ تعلق نہیں ہوتا۔ جگر مراد آبادی کا کہنا ہے کہ ہم نے اپنی زندگی سے سچائی اور حقیقت پسندی کو اسقدر دور کر لیا ہے کہ بسا اوقات ایسا محسوس ہوتا ہے کہ زندہ رہنے کا مقصد صرف ذاتی مفاد اور ریاکاری رہ گیا ہے جبکہ صداقت یعنی حقیقت پسندی و حقیقت شناسائی کی اب کوئی اہمیت نہیں رہی۔

شعر نمبر ۳:

سینۂ آہن بھی تھا جس سے گداز
اب دلوں میں وہ حرارت ہی نہیں رہی

نثری ترجمہ:۔

قرآن پاک کی ایک آیت سن کر حضرت عمرؓ سخت دل سے نرم دل ہوئے تھے مگر اب انسانی دلوں میں وہ محبت اور وہ جذبہ باقی نہیں رہا جسکی وجہ انتہائی سنگدل انسان بھی نرم دل ہو جاتا تھا۔

لغت:۔

سینۂ آہن: لوہے کا سینہ یعنی سنگ دل گداز: نرم۔ پگھلنے والا

حرارت: جوش، ولولہ، جذبہ

حوالہ:۔

جگر مرادآبادی کا یہ شعر "کلیاتِ جگر" سے لیا گیا ہے جوکہ ہماری درسی کتاب میں موجود غزل کا حصہ بھی ہے۔

مرکزی خیال:۔

اگر انسان کے دل میں جوشِ محبت وصداقت موجود ہو تو انتہائی سنگدل سے سنگدل بھی نرم دل ہو جاتا ہے۔

تشریح:۔

JOIN FOR MORE!!!

حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کے وقت قرآن پاک کی ایک آیت سن کران کے سخت دل کے نرم پڑ جانے کی مثال دے کر جگر مرادآبادی نے اس شعر میں انسان کی عظمت کے وہ ایام یاد کیے ہیں جب مسلمان آپس میں محبت و بھائی چارے کی ایک ایسی زنجیر میں جکڑے ہوئے تھے کہ اگر ایک مسلمان بھائی کو معمولی سی تکلیف بھی ہوتی تو اس کی تکلیف کو دیکھ انتہائی سنگدل انسان کا دل بھی پگھل جاتا تھا مگر شاعر کہتے ہیں انسانی دلوں میں وہ جوش، وہ ولولہ باقی نہیں رہا جسکی بدولت انہوں نے ماضی اخوت ومحبت کی اعلیٰ مثال قائم کی تھی جب معمولی سی تکلیف پر انتہائی سنگدل انسان کا دل بھی پگھل جاتا تھا۔ اور وہ فرطِ محبت سے اپنے مسلمان بھائی کی مشکل میں مدد کے لیے تیار رہتا تھا۔

پوچھ اس سے کہ مقبول ہے فطرت کی گواہی
تو صاحبِ منزل ہے کہ بھٹکا ہوا راہی

شعر نمبر ۴:

آدمی کے پاس سب کچھ ہے، مگر
ایک تنہا آدمیت ہی نہیں

نثری ترجمہ:۔

(موجودہ زمانے میں) انسان نے سب کچھ حاصل کرلیا ہے مگر صرف انسانیت ہی وہ واحد خصوصیت ہے جوکہ اب باقی نہیں رہی۔

لغت:۔

آدمیت: انسانیت، عقل وشعور

حوالہ:۔

جگر مرادآبادی کا یہ شعر "کلیاتِ جگر" سے لیا گیا ہے جوکہ ہماری درسی کتاب میں موجود غزل کا حصہ بھی ہے۔

مرکزی خیال:۔

انسان اپنی محنت وفہم کی بدولت ترقی کی نہج پر پہنچ گیا مگر ان سب درجات کے حصول کے بعد انسان میں انسانیت ختم ہوگئی۔

تشریح:۔

جگر مرادآبادی نے اس شعر میں انتہائی خوبصورتی سے انسان کے ماضی اور حال کا موازنہ کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک زمانہ تھا جب انسان کے پاس کچھ نہیں تھا وہ انتہائی مفلوک الحال زندگی گزار رہا تھا۔ اسوقت اگرچہ انسان کے پاس ظاہری طور پر کچھ نہیں مگر اس سقت انسان میں جذبہ انسانیت باقی تھا تکلیف ایک کو ہوتی تھی اس کی تکلیف کو محسوس سب کرتے تھے یوں اس خصوصیت کی وجہ سے سب ایک دوسرے سے جڑے ہوئے تھے مگر موجودہ زمانے میں انسان نے اپنی فہم وذکاء کی بدولت سب کچھ حاصل تو کر لیا ہے مگر اتنی ترقی کے بعد اب وہ جذبہ انسانیت انسان میں ختم ہو گیا ہے، جس کی بدولت یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے سے جڑے ہوئے تھے یہی وجہ ہے کہ آجکل محبت ومروت ختم ہو گئی ہے۔

شعر نمبر ۵:

صرف نقالی ہے مغرب کی جگر
شعر میں جب مشرقیت ہی نہیں

JOIN FOR MORE!!!

نثری ترجمہ:۔

اے جگر! اب تو ہر چیز میں مغرب کی نقل کی جاتی ہے یہاں تک کہ موجودہ زمانے کے شاعروں نے اپنے اشعار میں ایشائی ثقافت کے بجائے مغربی ثقافت کو اپنا موضوعِ سخن بنا لیا ہے

لغت:۔

نقالی:　دوسروں کی نقل کرنا

حوالہ:۔

جگر مرادآبادی کا یہ شعر "کلیاتِ جگر" سے لیا گیا ہے جو کہ ہماری درسی کتاب میں موجود غزل کا حصہ بھی ہے۔

مرکزی خیال:۔

ہم نے اہلِ مغرب کی ثقافت میں خود کو اسقدر ڈھال لیا ہے کہ اب ہمارے اندر ایشائی خصوصیات جو کہ ہماری پہچان تھیں ختم ہوتی جا رہی ہیں یہی حال ہمارے شاعر حضرات کا ہے۔

تشریح:۔

جگر مرادآبادی نے اس شعر میں ہماری تبدیلی وثقافت کا عمدہ طریقے سے اظہار کیا ہے اپنے شاعر حضرات کو وہ ان اشعار میں موضوعِ تنقید بناتے ہیں مگر درحقیقت ہم سے ہی مخاطب ہیں جگر مرادآبادی کہتے ہیں کہ موجودہ زمانے میں ہمارے ہاں دوسروں کی نقل کا رواج بہت عام ہو گیا ہے اپنی ثقافت سے ہم دور ہوتے جا رہے ہیں یہاں تک کہ ہمارا شاعر طبقہ بھی اس نقالی سے محفوظ نہیں ایک زمانہ تھا جب ہمارے اشعار سے ہی ہماری ایشائی ثقافت کی نمائندگی ہو جاتی تھی مگر یہ صورت حال اب یکسر بدل گئی اب ہمارے اشعار میں مغرب ممالک کی باتیں بیان کی جاتی ہیں ان کی نقالی کی جاتی ہے۔ ایشائی رنگ یا ایشائی موضوعِ سخن ناپید ہوتا جا رہا ہے۔

دراصل جگر مرادآبادی بتانا چاہ رہے ہیں کہ یہی صورتِ حال رہی تو ہم اپنی حقیقت کو خود ختم کر دیں گے۔

بقول علامہ اقبال:

انتہا بھی اسکی ہے آخر خریدیں کب تلک
چھتریاں، رومال، مفلر، پیرہن جاپان سے

اپنی غفلت کی یہی حالت اگر قائم رہی
آئیں گے غسال کابل سے کفن جاپان سے

غزل نمبر ۷

۷۔ آداجعفری:۔ (۱۹۲۴ء - ۲۰۱۵ء)

شعر نمبر ۱:

ہونٹوں پہ کبھی انکے مرا نام ہی آئے
آئے تو سہی، بر سرِ الزام ہی آئے

نثری ترجمہ:۔

کاش! کسی دن انکے لبوں پر میرا نام ہو (یعنی وہ مجھے بلائیں) مجھے انکے لبوں سے اپنا نام سننے کی غرض ہے چاہے وہ کسی بھی غرض سے پکاریں اگرچہ کسی الزام کی غرض سے ہی کیوں نہ پکاریں۔

لغت:۔

ہونٹوں پہ: لبوں پہ
بر سرِ الزام: الزام کی غرض سے

حوالہ:۔

یہ شعر آداجعفری کے شعری مجموعے "شہر درد" کی ایک غزل سے لیا گیا ہے اور یہ غزل ہمارے نصاب کا حصہ ہے۔

تشریح:۔

اس شعر میں آداجعفری نے ایک انتہائی معصومانہ خواہش کا اظہار کر کے یہ بتایا ہے کہ محبوب کی اہمیت کس قدر ہوتی ہے ہر کسی کی خواہش ہوتی ہے کہ میرا محبوب صرف مجھے ہی ہر وقت یاد کرے۔ میرے علاوہ اسکے لبوں پر کسی کا نام نہ آئے۔ اسی بات کو آداجعفری نے کچھ اسطرح بیان کیا ہے "میری خواہش ہے کہ وہ مجھے کسی دن خود پکاریں۔ مجھے اس دن کا شدت سے انتظار ہے جب میں انکے لبوں سے اپنا نام پکارتے ہوئے سنوں گی۔ مجھے ان سے صرف میرا نام پکارنے کی غرض ہے اگرچہ وہ مجھے کسی بات کا الزام ہی کیوں نہ دینے کے لیے پکاریں مگر مجھے پکاریں تو سہی۔ ایک عاشق کی یہی تو خواہش ہوتی ہے کہ اسکے محبوب کے لبوں پر فقط اسکا ہی نام ہو کسی کو پکارنے کے بجائے وہ مجھے ہی پکاریں۔ سو میری بھی یہی خواہش ہے۔

عشق سے طبیعت نے زیست کا مزا پایا
درد کی دوا پائی درد لا دوا پایا

JOIN FOR MORE!!!

شعر نمبر ۲:

حیران ہیں، لب بستہ ہیں، دلگیر ہیں غنچے
خوش بو کی زبانی تیرا پیغام ہی آئے

نثری ترجمہ:۔

آج میرے (دل کے) غنچے اداس ہیں اس بات پر کہ تمھاری کوئی خیر خبر نہیں۔ حیران ہیں (کہ تم کہاں غائب ہو) خموش بھی ہیں (تمھیں یاد کر کے اس بات کے خواہش مند ہیں کہ) کہیں سے تمھاری خوشبو کے ذریعے ہی تمھاری خیریت کا پیغام موصول ہو جائے۔

لغت:۔

لب بستہ:	چپکا، خاموش	دلگیر:	رنجیدہ، مغموم
غنچے:	پھول کی کلی، شگوفہ		

حوالہ:۔

یہ شعر ادا جعفری کے شعری مجموعے "شہر درد" کی ایک غزل سے لیا گیا ہے اور یہ غزل ہمارے نصاب کا حصہ ہے۔

مرکزی خیال:۔

محبوب کا رویہ عاشق یا محبت کے ساتھ جیسا بھی ہو، عاشق کو ہمیشہ اپنے محبوب کی یاد آتی رہتی ہے اور وہ اپنے محبوب کی خیریت کا طلبگار رہتا ہے۔

تشریح:۔

اس شعر میں ادا جعفری نے اپنے دل کو ایک غنچے (یعنی پھول کی کلی) سے تشبیہ دی ہے اور اپنے محبوب کے جدا ہونے پر شدید پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ:

"آج میرا دل بہت رنجیدہ ہے کہ تم کہاں چلے گئے ہو میں تمھارے یوں اچانک چلے جانے پر حیران و خموش ہوں کہ تم جہاں بھی رہو خیریت سے ہو۔ کاش! کوئی ایسی اچھی ہوا ہی چل پڑے جو مجھے اشارتاً تمھاری خیریت سے آگاہ کر دے تاکہ میں مطمئن اور پرسکون ہو جاؤں"۔

یہ ایک کیفیاتی شعر ہے جب انسان پریشان ہوتا ہے یا پھر حیران ہوتا ہے تو خاموش رہنے لگتا ہے، دل مغموم اور رنجیدہ رہتا ہے۔ یہی کیفیت ادا جعفری نے بیان کی ہے جو کہ اداس دل کے ساتھ کسی ایسی خوشبو یعنی اچھی ہوا کا انتظار کر رہی ہیں جو محبوب کی خیریت کا پیغام بن کر آئے اور فرحِ دل کا باعث بن سکے۔

منتظر ہوں میں قاصد کا جو تیرا پیغام لائے
تو ملے نہ ملے مگر کوئی تو خیریت والا تیرا پیام لائے

شعر نمبر ۳:

کیا راہ بدلنے کا گلہ ہم سفروں سے
جس رہ سے چلے تیرے درو بام ہی آئے

JOIN FOR MORE!!!

نثری ترجمہ:۔

ہم نے اپنے ساتھیوں سے شکوہ کیا کہ راستہ تبدیل کیوں نہیں کر لیتے جسکا سبب یہ تھا کہ ہم جس راستے سے اپنی منزل کے لیے روانہ ہوئے ہیں تو اس راستے کا اختتام تمہارے گھر پر آ کر ہوتا ہے۔

لغت:۔

گلہ: شکایت، شکوہ
راہ: راستہ
درو بام: گھر
ہم سفر: ساتھی۔ ساتھ سفر کرنیوالا

حوالہ:۔

یہ شعر اداؔ جعفری کے شعری مجموعے "شہر درد" کی ایک غزل سے لیا گیا ہے اور یہ غزل ہمارے نصاب کا حصہ ہے۔

مرکزی خیال:۔

محبوب کی مسلسل بے رخی بعض اوقات انسان کے لیے شکستہ دلی کا سبب بنتی ہے اور انسان مجبور ہو کر انتہائی سخت قدم اٹھا لیتا ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

تشریح:۔

اس شعر میں اداؔ جعفری نے خود کو ایک ایسے مایوس انسان سے تشبیہ دی ہے جس کا محبوب اس سے مسلسل بے رخی کا مظاہرہ کر رہا ہے اور اب صورتحال کچھ یوں ہے کہ محبوب کی بے رخی سے مایوس ہو کر یہ اسے یعنی اپنے محبوب کو بھلانا چاہتا ہے حالات کچھ ایسے ہو جاتے ہیں کہ نہ چاہنے کے باوجود بھی محبوب یاد آ جاتا ہے۔ اس شعر میں اداؔ جعفری نے کچھ ایسی ہی منظر کشی کی ہے کہ محبوب کو جتنا بھلانا چاہتی ہیں مگر کوشش کے باوجود نہیں بھلا پا رہی۔ اداؔ جعفری کہتی ہیں کہ:

"میں نے سب ساتھیوں سے یہی کہا ہے کہ میرے سامنے تمہارا تذکرہ مت کریں تمہارے ذکر پر میں ہر بار موضوع تبدیل کرنے کی کوشش کرتی ہوں حالانکہ یہ میرے لیے انتہائی سخت قدم ہوتا ہے مگر کیا کروں ہر بات میں کہیں نہ کہیں تمہارا تذکرہ آ جاتا ہے اور پھر سے تمہاری یاد میں رنجیدہ ہو جاتی ہوں"۔

بھلاتا لاکھ ہوں لیکن وہ برابر یاد آتے ہیں
الٰہی ترکِ الفت پر وہ کیونکر یاد آتے ہیں

شعر نمبر ۴:

تھک ہار کے بیٹھے ہیں سرِ کوئے تمنا
کام آئے تو پھر جذبۂ ناکام ہی آئے

لغت:۔

سر کوئے تمنا: خواہش کی تکمیل کی ابتداء

حوالہ:۔

یہ شعر اداؔ جعفری کے شعری مجموعے "شہر درد" کی ایک غزل سے لیا گیا ہے اور یہ غزل ہمارے نصاب کا حصہ ہے۔

مرکزی خیال:۔

ہم نے محبوب کو پانے کی جب بھی کوشش کی تو ابتداء میں ہی مایوس ہو کر اپنے ارادوں کو ترک کرنا پڑا اور اس کیفیت میں ہمیشہ کی طرح ناکامی کے جذبات ہی ہمارے ساتھ رہے۔ کامیابی کا ساتھ کبھی نہ ملا۔

تشریح:۔

اداؔ جعفری کی یہ خصوصیت شاعری ہے کہ وہ وسیع تر موضوعات کو کوزہ دریا کرنے کی مکمل صلاحیت رکھتی ہیں یعنی چند الفاظ میں ہی سارا مدعا بیان کرنے کی اہلیت ان کی شاعری میں موجود ہے یہ بھی ایسا ہی ایک شعر ہے جس میں انہوں نے محبت کی تمام کہانی صرف دو دو شعروں یا دو مصرعوں میں بیان کر دی جسکا مرکزی خیال یہ ہے کہ محبت کا حاصل ہونا اتنا آسان نہیں۔ بار بار ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اداؔ جعفری کہتی ہیں کہ:

"محبت کے حصول کے لیے جب بھی میں نے کوشش کی ابتداء میں ہی ناکامی و شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اور ناکام آدمی کے ساتھ کوئی کھڑا نہیں ہوتا لہٰذا مجھے بھی ہر بار تنہا ہونا پڑا ان حالات اگر مجھے کوئی ساتھی ملا تو وہ ناکامی کے جذبات تھے۔ ان جذبات کی بدولت ہی میں ہر بار نئے سرے سے کوشش کرتی ہوں"۔

کبھی لطف سے نہ سخن کیا کبھو بات کہ نہ لگا لیا
وہ لحظہ لحظہ خطاب ہے وہی لمحہ لمحہ عتاب ہے

JOIN FOR MORE!!!

شعر نمبر ۵:

باقی نہ رہے ساکھ اداؔ دشتِ جنوں کی
دل میں اگر اندیشہ انجام ہی آئے

لغت:۔

ساکھ:	اعتبار، اوقار	دشت:	جنگل، صحرا
اندیشۂ انجام:	نتیجے کی فکر۔ انجام کا ڈر	جنوں:	پاگل پن طیش
دشتِ جنوں:	پاگلوں کا صحرا۔ پاگلوں کا جنگل		

حوالہ:۔

یہ شعر اداؔ جعفری کے شعری مجموعے "شہر درد" کی ایک غزل سے لیا گیا ہے اور یہ غزل ہمارے نصاب کا حصہ ہے۔

مرکزی خیال:۔

انسان کو ہمیشہ کوئی بھی کام کرنے سے پہلے اسکا انجام زیرِ غور رکھنا چاہیے۔ اگر انجام کے بارے میں سوچ کر انسان کام کرے گا تو آدھے معاشرتی مسائل خود بخود حل ہو جائیں گے۔ اور انسان بڑے نقصان سے بچ جائے گا۔

تشریح:۔

آدا جعفری نے اس شعر میں عاشقوں کی دنیا کو ایک دشتِ جنوں سے تشبیہ دی ہے۔ ایسی جگہ جہاں پاگل یعنی عاشق کی شکل میں محبوب کی دنیا یعنی وشت میں ناکام و نامراد گھومتا رہتا ہے اور یہ سوچتا ہے کہ محبوب کی خاطر فنا ہو کر میں نے بہت بڑا کام کر دیا ہے۔ آدا جعفری کہتی ہیں کہ:

"اگر انسان محبت کرنے سے پہلے سوچ لے کہ اسکا انجام کتنا نقصان وہ ہو سکتا ہے تو اس دشتِ جنوں کی کوئی توقیر باقی نہ رہے گی کیونکہ محبوب کی خاطر بے خود ہو جانا یا پاگل ہو جانا کوئی بڑی کامیابی نہیں ہے۔ کامیابی تو تب ہوتی جب محبوب کو عاشق کے پاگل ہونے سے کوئی فرق پڑتا۔ جب اس کی ذات کو کوئی فرق نہیں پڑتا تو پھر اس سے محبت کر کے نقصان اٹھانے کا کیا فائدہ۔

اب بھاگتے ہیں سایۂ زلفِ بتاں سے ہم
کچھ دل سے ہیں ڈرے ہوئے کچھ آسمان سے ہم

حمد

۱۔ اسماعیل میرٹھی:۔ (۱۸۴۴ء - ۱۹۱۷ء)

شعر نمبر ۱:

خدایا نہیں کوئی تیرے سوا
اگر تو نہ ہوتا، تو ہوتا ہی کیا

نثری ترجمہ:۔

اے اللہ! اس کائنات کے وجود کا سبب صرف تیری ہی ذات بابرکت ہے۔ تیرے علاوہ کوئی نہیں اور اگر تو نہ ہوتا تو پھر کچھ بھی نہ ہوتا۔

نظم اور شاعر کا نام:

یہ شعر ہماری کتاب میں موجود حمد سے لیا گیا ہے۔ یہ حمد مولوی اسماعیل میرٹھی صاحب کی لکھی ہوئی ہے۔

شاعر کا تعارف:۔

مولوی محمد اسماعیل میرٹھی کا شمار بچوں کے اہم شاعروں میں ہوتا ہے آپ نے بچوں اور نوجوانوں کے لیے بہت سی اصلاحی اور اخلاقی نظمیں لکھیں۔ آپکی شاعری، زبان کی پاکیزگی اور بیان کی سادگی کا نہایت عمدہ نمونہ ہے۔ ہندوستان اور پاکستان کی درسی کتابوں میں آپکی شاعری، زبان کی پاکیزگی اور بیان کی سادگی کا نہایت عمدہ نمونہ ہے۔ ہندوستان اور پاکستان کی درسی کتابوں میں آپکی نظمیں پڑھائی جاتی ہیں۔

مرکزی خیال:۔

مولوی اسماعیل میرٹھی صاحب کی یہ مشہور حمد ہے جس کا مرکزی خیال کچھ یوں ہے:

"اے خالقِ کائنات! اس کائنات میں موجود ذرہ ذرہ تیری ربوبیت کا اظہار کرتا ہے۔ جب بھی ہم کائنات یا اسکے موجودات کا مشاہدہ کرتے ہیں تو یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ کوئی تو ایسی ذات ہے جو اس سارے نظامِ کائنات کو منظم طریقے سے چلا رہی ہے۔ اے ربِ کائنات! وہ ذاتِ بابرکت صرف اور صرف آپ کی ہے"۔

JOIN FOR MORE!!!

تشریح:۔

اس شعر میں شاعر اسماعیل میرٹھی نے اللہ رب العزت کی حمد بیان کرتے ہوئے وجود باری تعالیٰ کو تمام کائنات کے موجود ہونے کا سبب قرار دیا ہے۔اسماعیل میرٹھی کہتے ہیں کہ

"اے رب لم یزل !اس کائنات میں تیرے علاوہ کوئی دوسرا لائق عبادت نہیں ہے۔اے اللہ تیری ہی ذات عبادت کے لائق ہے۔اس کائنات کے وجود کا سبب صرف اور صرف تیری ہی ذات ہے۔اگر تیری ذاتِ بابرکات نہ ہوتی تو پھر اس پوری کائنات میں کچھ بھی نہ ہوتا۔کیوں ان سب موجودات کا خالق و مالک صرف تیری ہی ذات ہے اگر خالق کی ذات ہی موجود نہ ہو تو مخلوق کے وجود کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا"۔

اس کائنات کا صرف تو ہی واحد و یکتا خالق و مالک ہے۔

جگ میں آ کر اِدھر اُدھر دیکھا
تو ہی نظر آیا جدھر دیکھا

JOIN FOR MORE!!!

شعر نمبر۲:

تصور تیری ذات کا ہے محال
کسے یہ سکت اور کہاں یہ مجال

نثری ترجمہ:۔

اے اللہ تیری ذات کا احاطہ کرنا ناممکن ہے اور نہ ہی کسی میں اتنی طاقت و مجال ہے کہ عالم تصور میں بھی تیری ذات کا احاطہ کر سکے۔

لغت:

تصور: دھیان۔خیال محال: ناممکن سکت: طاقت مجال: جرات

تشریح:۔

اس شعر میں اسماعیل میرٹھی نے ذاتِ خداوندی کا تصور میں بھی احاطہ کرنے کی نفی کی ہے۔اسماعیل میرٹھی کہتے ہیں کہ:

"اے ہمارے خالق و مالک! تیری شان کریمی کا اگر کوئی "عالم تصور" میں بھی مکمل طور پر احاطہ ممکن نہیں۔اس روئے زمین پر ایک بھی شخص اتنی طاقت نہیں رکھتا جو کہ تیری شان کریمی کے مطابق تیری ذات بابرکت کا احاطہ کر سکے نہ ہی کسی میں اتنی مجال یا جرات ہے کہ وہ یہ کام کر سکے۔ تیری ذات نا قابلِ محیط ہے۔ہماری عقل اور استطاعت محدود ہے اور اے اللہ تیری قدرت لامحدود ہے۔اس کائنات کی ہر شے ایک نظام کے تحت چلتی ہے جیسے دن اور رات کا اپنے وقت پر بدلنا، سورج اور چاند کا طلوع ہونا وغیرہ وغیرہ۔ان سب کو دیکھ کر تیرا ہی تصور ذہن میں آتا ہے۔اور ہم بے اختیار کہ اُٹھتے ہیں۔

ہر جا تیری قدرت کے ہیں لاکھوں جلوے۔
حیراں ہوں کہ دو آنکھوں سے کیا کیا دیکھوں

شعر نمبر۳:

بنائی ہے تو نے یہ کیا خوب چھت
کہ ہے سارے عالم کی جس میں کھپت

نثری ترجمہ:۔

اے اللہ تیری شان و عظمت کا اندازہ صرف اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ تو نے ہمارے سروں پر کتنی پیاری چھت یعنی آسمان کو بنا دیا ہے جس نے پوری دنیا کو اپنے زیرِ سایہ کرلیا یعنی پوری دنیا پر محیط ہے۔

لغت:

چھت: یعنی آسمان کھپت: استعمال میں آنا

تشریح:۔

شاعر نے اس شعر میں اس کائنات کی ایک اہم تخلیق کا اظہار کرتے ہوئے شکرِ خداوندی ادا کیا ہے کہ "اے خدایا! تو نے ہمارے سروں پر کتنی پیاری چھت یعنی آسمان بنا دیا جس نے پوری کائنات کو اپنے پروں میں چھپا رکھا ہے۔ اتنا وسیع و عریض آسمان تخلیق کرنے کی صلاحیت و قدرت صرف تیری ہی ذاتِ بابرکت کی ہے۔ یہ آسمان اتنا وسیع و عریض ہے کہ کائنات میں کہیں بھی چلے جائیں کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں آسمان موجود نہ ہو۔ یہ تمام موجودات تیری ذاتِ اقدس کی موجودگی کا مظہر ہیں۔

JOIN
FOR
MORE!!!

شعر نمبر ۴، ۵:

یہ تاب جو ہیں آتے جاتے ہوئے
چمکتے ہوئے جگمگاتے ہوئے
چراغ ایسے روشن جو بن تیل نہیں
یہ سب تیری قدرت کے کھیل ہیں

نثری ترجمہ:۔

مندرجہ بالا دو اشعار میں شاعر نے اللہ تبارک و تعالیٰ کی تعریف کی ہے جنکا نثری ترجمہ کچھ یوں ہے:

"اے اللہ! یہ آسمان پر جو تارے اپنے مقررہ وقت پر آتے جاتے رہتے ہیں۔ اور ساری رات جگمگاتے رہتے ہیں ان کی تخلیق تیری ہی منشاء کے مطابق ہے۔ رات کو جب یہ ستارے آسمان میں چمکتے ہیں تو گویا ایسے چراغوں کی مانند جو بغیر تیل کے جل رہے ہیں یہ سب اے ربِ لم یزل! تیری ہی قدرت کے آسان ترین کام ہیں"۔

تشریح:۔

شاعر نے نظام شمسی میں موجود تاروں اور چاند، سورج کا تذکرہ کرتے ہوئے حمدِ خداوندی بیان کی ہے اسماعیل میرٹھی کہتے ہیں کہ: "اے اللہ یہ جو چاند تارے اپنے مقررہ وقت پر آتے اور جاتے رہتے ہیں اور جب تک موجود رہتے ہیں روشنی فراہم کرتے رہتے ہیں۔ ان کی مثال ایسے چراغوں کی مانند ہے جو بغیر تیل کے جل رہے ہیں۔ اے اللہ یہ سب تیری ہی شان کریمی ہے کہ تو نے ان سب کو تخلیق کیا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ تیری شان کریمی کے آسان ترین کام ہیں"۔

مسلم ہے تجھی کو حکمرانی
کہ تیری سلطنت ہے جاودانی

شعر نمبر ۶:

یہ لعل و گہر ہیں جو بکھرے پڑے
زمین سے بھی ہیں اکثر بڑے بڑے

نثری ترجمہ:۔

اے اللہ! یہ جو اس نظام کائنات میں موجود اتنے بڑے بڑے سیارے جن میں سے کچھ تو زمین سے بھی زیادہ بڑے ہیں (سب تیرے تخلیق کردہ ہیں)

تشریح:۔

شاعر نے اس شعر میں نظام شمسی میں موجود دیگر سیاروں اور دیگر اجرامِ فلکی کو ہیرے موتیوں سے تشبیہ دی ہے (ان میں سے بیشتر سیارے ہماری اس زمین سے بھی بڑے ہیں) شاعر کا کہنا ہے کہ یہ سب اللہ رب العزت کی خلقت اور اسکی شان کے مظہر ہیں۔ اگر ان کی وسعت و تخلیق کے بارے میں سوچا جائے تو بے ساختہ حمدِ خداوندی کے کلمات لبوں پر آجاتے ہیں۔ اگرچہ اے ربِ کائنات ہماری نظروں سے پوشیدہ ہے مگر جب کائنات کی ہر چیز پر نظر ڈالتے ہیں تو ہر شے اللہ تعالیٰ کے کے وجود کی گواہی دیتی ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

شعر نمبر ۷:

یہ قائم ہیں تیری ہی تقدیر سے
بندھے ہیں بہم سخت زنجیر سے

نثری ترجمہ:۔

اے خدایا! یہ سب (چاند، تارے، سورج، وغیرہ) تیرے بنائے ہوئے قدرت کے اصول کی وجہ سے قائم ہیں اور تیرے اس مضبوط نظام کائنات کی زنجیر میں ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔

تشریح:۔

شاعر نے مندرجہ بالا اشعار میں نظام شمسی کو مختلف انداز میں بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کچھ اسطرح کی ہے۔
"اے اللہ! یہ سب (اجرامِ فلکی) تیرے بنائے ہوئے نظامِ قدرت کے مطابق عمل پیرا ہیں۔ اور یہ اس نظام کائنات میں اسقدر آپس میں جڑے ہیں کہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہو پاتے اور آپس میں جڑے ہونے کی وجہ سے یہ نظام کائنات عمدگی سے چل رہا ہے۔ ہر شے اپنے مقررہ وقت پر اپنا کام سرانجام دیتی ہے۔ شاعر اسماعیل میرٹھی نے اس کائنات کے نظام کو ایک زنجیر سے تشبیہ دی ہے جس میں سب ایک دوسرے کے قریب ہیں اس قربت کو شاعر نے اگلے اشعار میں کشش باہمی سے تشبیہ دیا ہے۔

شعر نمبر ۸:

وہ زنجیر کیا ہے کششِ باہمی
نہ اس میں خلل ہو نہ بیشی نہ کمی

نثری ترجمہ:۔

وہ زنجیر کونسی زنجیر ہے (ایک ایسی زنجیر) جس میں یہ سب ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں اس زنجیر میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی نہ ہی کسی قسم کی کمی بیشی واقع ہوتی ہے۔

لغت:

کشش باہمی: آپس میں جوڑے رکھنے کی طاقت
خلل: خرابی۔ بے جا مداخلت
بیشی نہ کمی: نہ اضافہ اور نہ ہی کمی

تشریح:۔

اس شعر میں اسماعیل میرٹھی نے گذشتہ اشعار میں استعمال ہے لفظ "زنجیر" کی وضاحت کی ہے اسماعیل میرٹھی کہتے ہیں اس زنجیر سے مراد ایک ایسا نظام کائنات ہے جس میں یہ سب اجرام فلکی ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔ یہ نظام قدرت ایک ایسی زنجیر کی طرح ہے جو کبھی خراب نہیں کبھی نہیں ٹوٹتی اور نہ اس زنجیر میں کسی قسم کی کمی بیشی ہوتی ہے۔ اور یہ نظام ہمیشہ سے کامیابی سے چل رہا ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

شعر نمبر ۹:

ہے ان سب کا آئین ایجاد ایک
ہنر ایک ہے اور استاد ایک

نثری ترجمہ:۔

ان سب کی تخلیق کا قاعدہ ایک ہی ہے ایک ہی ہنر ہے اور ان کو بنانے والا استاد (فنّان) ایک ہی ہے۔

لغت:

آئین ایجاد: بننے کا اصول۔ تخلیق کا قاعدہ
ہنر: فن
استاد: ہنر عطا کرنے والا

تشریح:۔

اس شعر میں شاعر نے کائنات موجود کا ذکر کرنے کے بعد ان کی تخلیق کا مقصد و اصول اور تخلیق کنندہ کے بارے میں بتایا ہے۔ درحقیقت مولوی اسماعیل میرٹھی کا یہ شعر ایک آیت قرآنی کا مفہوم واضح کر رہا ہے۔ جس میں یہ بتایا گیا کہ "اللہ تبارک وتعالیٰ تو ایسی ذاتِ کریم ہے جس نے سب کچھ تمھارے لیے پیدا فرمادیا"۔ اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے اسماعیل میرٹھی کہتے ہیں کہ "اس کائنات کی تمام موجودات ایک ہی قانون کے تحت پیدا کی گئی ہیں وہ قانون اور قاعدہ ہے صرف اور صرف خدمتِ انسانیت اور ان کو یہ فن عطا کرنیوالی ذات بھی ایک ہی ہے ذاتِ باری تعالیٰ"۔ اس بات پر جتنا شکر خداوندی ادا کیا جائے کم ہے۔

نعت رسول مقبول ﷺ

۱۔ امیر احمد مینائی:۔

شعر نمبر ۱:

خلق کے سرور، شافع محشر ﷺ
مرسلِ داور، خاص پیمبر ﷺ

نثری ترجمہ:۔

ہمارے نبی کریم ﷺ امت کے سردار و سرتاج ہیں۔قیامت کے دن ہماری شفاعت کریں گے۔آپ ﷺ انتہائی منصف (انصاف کرنے والے)اور اللہ تعالیٰ کے خاص پیغمبر ہیں۔

لغت:

خلق:	مخلوق	سرور:	سردار۔سر کا تاج
شافع محشر:	روزِ حشر، قیامت کے دن شفاعت کرنیوالے	مرسل داور:	انصاف کرنے والے
خاص پیغمبر:	پسندیدہ رسول		

JOIN FOR MORE!!!

نظم اور شاعر کا نام:

یہ شعر ہماری کتاب میں موجود نعت رسول مقبول ﷺ سے لیا گیا ہے۔یہ نعت امیر احمد مینائی صاحب کی لکھی ہوئی ہے۔

شاعر کا تعارف:۔

امیر مینائی کا تعلق لکھنو کے ایک ادبی گھرانے سے تھا۔آپ کا شمار پاک و ہند کی تاریخ میں بڑے بڑے علماء میں ہوتا ہے۔آپ نے حمد،نعت، قصیدہ، مثنوی اور غزلیں بھی لکھیں مگر اصل وجہ شہرت نعت ہی ہے۔شاعری میں جملہ و تراکیب کے استعمال پر آپکو عبور حاصل ہے۔آپ کی شاعری کی سب سے بڑی خاصیت یہ ہے کہ الفاظ و عبارت سے فصاحت و بلاغت کا مظہر ملتا ہے۔بقول ناقد:

"امیر مینائی کی شاعری اہلِ علم کے لیے باعثِ ذوق اور طالبِ علم کے لیے خزینہ علم ہے"۔

مرکزی خیال:۔

ہمارے نبی کریم ﷺ ہمارے رسوں کا تاج ہیں۔آپ انبیاء کے سردار اور انکے رہبر ہیں۔اللہ تعالیٰ کے خاص نبی ہیں۔سخاوت کا دریا، رحمت کا منبع اور امت کے شفیع ہیں۔آپ ﷺ حضرت عیسیٰ کے ہادی ہیں کیونکہ آپ ﷺ نے ہی انکی تصدیق کی اور قرب قیامت آپکے ہی امتی بن کر دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے۔اس کائنات کا ذرہ ذرہ آپکی نظر رحمت کا طلبگار اور آپکی شفاعت کا منتظر ہے۔

تشریح:۔

امیر مینائی نے اس شعر میں نبی کریم ﷺ کی ان صفات کا تذکرہ کیا ہے جو کہ امت کے متعلق ہیں۔امیر مینائی کہتے ہیں آپ ﷺ ہمارے سردار اور ہمارے سر کے تاج ہیں۔اس دن جب سب لوگ اللہ کے حضور پیش ہونگے اور اپنے اعمال کا حساب دیں گے تو آپ ﷺ گناہ گاروں کی شفاعت فرمائیں گے۔آپ ﷺ ہمیشہ انصاف فرماتے تھے خواہ انصاف کی طلب کرنے والا کوئی بھی ہوتا۔آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے سب سے خاص پیغمبر ہیں۔

شعر نمبر۲:

نورِ مجسم، نیرِ اعظم، سرورِ عالم، مونس آدمؑ
نوحؑ کے ہم دم، خضرؑ کے رہ بر ﷺ

نثری ترجمہ:۔

ہمارے نبی کریم ﷺ نورانی جسم والی ذات اقدس ہیں۔ آپ ﷺ حضرت آدمؑ اور حضرت نوحؑ کے ساتھی اور دوست ہیں۔ جبکہ خضرؑ کے رہنما ہیں۔

لغت:

نورِ مجسم:	نورانی جسم	مونس آدمؑ:	آدمؑ کے ہمدم
نیرِ اعظم:	سب سے بڑا روشن ستارہ	ہمدم:	ساتھی۔ دوست
سرورِ عالم:	سارے جہاں کے سردار		

تشریح:۔

JOIN FOR MORE!!!

اس شعر میں امیر مینائی آنحضرت ﷺ کی صفات ظاہری و باطنی کا تذکرہ کیا ہے۔ امیر مینائی کہتے ہیں کہ ہمارے نبی کریم ﷺ ایک نورانی جسم والی ہستی ہیں۔ ہمارے لیے ایک روشن ستارہ ہیں۔ حضرت آدمؑ و نوحؑ کے ہمدم ہیں جبکہ خضرؑ کے رہنما ہیں۔ شاعر کا یہاں آنحضرت ﷺ کو روشن ستارہ کہنے سے مراد یہ ہے کہ جب بھی ہمیں کسی مسئلے میں رہنمائی و ہدایت کی ضرورت ہوتی ہے تو آپ ﷺ کی سیرتِ مبارکہ ہمارے لیے مشعلِ راہ ہوتی ہے۔

شعر نمبر۳:

بحرِ سخاوت کان مروّت، آیۂ رحمت، شافع امت
مالکِ جنت، قاسم کوثر ﷺ

نثری ترجمہ:۔

آپ ﷺ انتہائی سخی و فیاض ہیں۔ رحمت کی نشانی اور امت کے شفیع ہیں۔ جنت کے مالک ہیں اور آپ ﷺ ہی حوضِ کوثر پر کھڑے ہو کر امتیوں کو پانی پلائیں گے۔

لغت:

بحرِ سخاوت:	سخاوت کا دریا	قاسم کوثر:	حوض کوثر سے امتیوں کو پانی پلانے والا
کان مروت:	بہت زیادہ سخی		

تشریح:۔

امیر مینائی کہتے ہیں آپ ﷺ سخی اور فیاض تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی ذات رحمت ہونے پر قرآن پاک میں آیت نازل فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو جنت کا مالک بنا دیا کہ جسے دل چاہے جنت میں داخل فرما دیں۔ آپ کی سخاوت کا یہ عالم ہوگا کہ آپ ﷺ قیامت کے دن حوضِ کوثر پر کھڑے ہو کر اپنی امت کو حوضِ کوثر کا پانی پلائیں گے۔

شعر نمبر ۴:

رہ بر موسیٰ، ہادی عیسیٰ، تارکِ دنیا، مالکِ عقبیٰ
ہاتھ کا تکیہ خاک کا بستر ﷺ

نثری ترجمہ:۔

آپ ﷺ حضرت موسیٰ کے رہبر اور حضرت عیسیٰ کے ہادی ہیں۔ آپ ﷺ نے دنیا کو ترک فرمایا اور آخرت کے مالک بن گئے اتنا کچھ ہونے کے باوجود سادگی کا عالم یہ تھا کہ ہاتھ کو تکیہ اور زمین کو بستر بنا لیتے تھے۔

تشریح:۔

اس شعر میں امیر مینائی نے آپ ﷺ کو حضرت موسیٰ کا دوست کہا وجہ یہ کہ شب معراج پر بار بار ملاقات ہوئی۔ آپ کو حضرت عیسیٰ کا ہادی کہا کیونکہ آپ ﷺ نے دنیا میں تشریف لانے کے بعد حضرت عیسیٰ کے آسمان پر اُٹھائے جانے اور ایک بار پھر دنیا میں آنے کی تصدیق کی۔ آپ ﷺ نے دنیا کے بدلے آخرت کو ترجیح دی۔ اللہ نے آپ کو ﷺ مالکِ عقبیٰ بنایا مگر اس کے سادگی اتنی تھی کہ ہاتھ کو تکیہ بنا کر زمین پر لیٹ جایا کرتے تھے۔

JOIN FOR MORE!!!

شعر نمبر ۵:

مہر سے مملو ریشہ ریشہ، نعت امیر اب اپنا ہے پیشہ
ورد ہمیشہ دل پر، شپر ﷺ

لغت:

مہر: محبت۔ دوستی یہاں مراد رحمت و مہربانی　　مملو: بھرا ہو

ورد: وظیفہ　　شپر: خوبصورت حسین و جمیل

ترجمہ و تشریح:۔

امیر مینائی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کا ہر لمحہ رحمتوں سے مزین تھا۔ اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا۔ آپ ﷺ کی ذات اقدس کی بدولت ہی ہم مسلمانوں کی دل نور ایمان سے منور ہوئے۔ اس لیے آپکے محاسن و خصائل بیان کرنا اور آپ پر درود بھیجنا ہمارا فرض ہے۔ آپ ﷺ کی تعریف کرنا ہی اب میرا مقصد زندگی ہے۔ اب میرے دل میں ہمیشہ حضور نبی کریم ﷺ کی اسوہ حسنہ اور حسنِ مجسم کا ذکر ہوتا رہے گا۔

دنیائے اسلام

۱۔ **علامہ محمد اقبال:۔** (۱۸۷۷ء - ۱۹۳۸ء)

شعر نمبر ۱:

کیا سناتا ہے مجھے ترک و عرب کی کی داستان
مجھ سے کچھ پنہاں نہیں اسلامیوں کا سوز و ساز

نثری ترجمہ:۔

(اے میرے مخاطب!) تو مجھے ترکیوں اور عربیوں کی داستان مت سنا۔ مسلمانوں کا دکھ اور سکھ کچھ بھی مجھ سے چھپا ہوا نہیں۔

لغت:

پنہاں: چھپا ہوا　　سوز و ساز: دکھ اور سکھ

حوالہ:

JOIN FOR MORE!!!

علامہ محمد اقبال کی یہ نظم "دنیائے اسلام" کلیاتِ اقبال سے لی گئی ہے اور ہماری درسی کتاب کا حصہ ہے۔

شاعر کا تعارف:۔

علامہ محمد اقبال ایک شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ فلسفی، اردو کی قومی اور ملی شاعری میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتے ہیں بقول مولوی عبدالحق "اقبال برصغیر کے ہی نہیں، بنی نوع انسان کی لازوال تہذیب کے ایک برگزیدہ مفکر شاعر کی حیثیت سے ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے۔"

مرکزی خیال:۔

دنیائے اسلام علامہ اقبال کی مشہور نظم ہے جسکا مرکزی خیال اسلامی دنیا اور اتحادِ اسلامی سے متعلق ہے۔

"مسلمان گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ بدحالی کا شکار ہوئے جا رہے ہیں۔ مغرب کی چالوں کے سبب سلطنتِ عثمانیہ کا زوال ہو رہا ہے اور اور اسلامی اخوت مجروح ہو چکی ہے۔ مسلمانوں کا لہو خون سے ارزاں ہو گیا ہے۔ اب اگر مسلمان چاہتے ہیں کہ اپنا مقام دوبارہ حاصل کر لیں تو انہیں چاہیے کہ وہ آپس میں اتحاد و اخوت کو فروغ دیں۔ اپنے دین سے سب نیل سے کاشغر کے مسلمان اسی بھائی چارے اور اخوت کو فروغ دیتے ہوئے اتحاد قائم کر لیں اپنے اندر جذبہ وطنیت کے بجائے جذبہ اسلام پیدا کر لیں کیونکہ آجکل جذبہ وطنیت سے زیادہ جذبہ اسلام کی ضرورت ہے"۔

تشریح:

علامہ محمد اقبال کی یہ نظم مسلمانوں کے اہم اقوام "عربیوں ور ترکیوں" کی شان و شوکت کی عکاسی کرتی ہے ایک وہ دور تھا جب ہر طرف عربوں کی فتوحات کا اور اسلام کے مضبوط نظام سلطنت کا دور دورہ لوگوں کی زبان تھا۔ پھر ایک دور ترکوں کی کامیابی اور سلطنت عثمانیہ کی عظمت کے قصیدے بیان کرتا ہے۔ مگر وقت کی اور اغیار کی رخنہ اندازیوں کی بدولت ان اقوام کا وقار جاتا رہا اگرچہ اسوقت سلطنت عثمانیہ کا اختتام نہیں ہوا تھا مگر زوال کی طرف سلطنت عثمانیہ متحکر ضرور تھی یہی وجہ ہے اقبال نے اپنی اس نظم میں عربیوں اور ترکیوں کا تذکرہ کیا ہے اقبال اس شعر میں کچھ یوں ترک و عرب کی حالتِ زار کا تذکرہ کرتے ہیں۔

"اے میرے مخاطب! تو مجھے عرب اور ترکوں کی داستان مت سنا کیوں کہ انکے بارے میں میں اچھی طرح سے جانتا ہوں۔ انکی تاریخ مجھ سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ مجھے اچھی طرح سے معلوم ہے کہ انہوں نے کیا دکھ سکھ دیکھے ہیں"۔

شعر نمبر ۲:

حکمتِ مغرب سے ملت کی یہ کیفیت ہوئی
ٹکڑے ٹکڑے جسطرح سونے کو کر دیتا ہے گاز

نثری ترجمہ:۔

یہ مغربی ممالک کی سوچ کا ہی نتیجہ ہے کہ آج قوم ایک ایسی حالت میں ہے کہ ہر شخص دوسرے سے اسطرح دو ہو گیا ہے جیسے لوہے کو قینچی کی مدد کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جاتا ہے۔

لغت:

کیفیت:	حالت ۔۔صورتحال	گاز:	قینچی۔ کٹر (Cutter)۔لوہے کاٹنے کا آلہ

تشریح:

علامہ محمد اقبال نے یہ شعر نظریہ وطنیت کی تردید میں لکھا ہے اور علامہ اقبال موجودہ صورتحال کا سبب انگریزوں کی پالیسیوں کو قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ مغربی اقوام کی سوچ تھی کہ مسلمانوں کو ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا جائیا ور کافی حد تک وکامیاب بھی ہو گئے ہیں۔ آج ملت اسلامیہ ٹکڑوں میں تقسیم ہو کر ایک دوسرے سے بالکل اسی طرح دور ہوتی جا رہی ہے جیسے لوہے کو قینچی سے کاٹ کر ٹکڑوں میں تقسیم کیا جاتا ہے تو ہر ٹکڑا دوسرے سے جدا ہو جاتا ہے۔ بقول اقبالؔ

فسادِ قلب و نظر ہے فرنگ کی تہذیب
کہ روح اس مدنیت کی رہ سکی نہ عفیف

JOIN FOR MORE!!!

شعر نمبر ۳:

ہو گیا مانند آبِ ارزاں مسلمان کا لہو
مضطرب ہے تو کہ تیرا دل نہیں ہے دانائے راز

نثری ترجمہ:۔

مسلمانوں کا خون سستے پانی کی طرح ہو گیا ہے (جسکی کوئی اہمیت نہیں ہوتی) اور تیرا دل یہ جاننے کے لیے کیوں بے چین نہیں ہے اصل حقیقت کیا ہے؟ اور تو ابھی تک راز جان کیوں نہیں سکا۔

لغت:

مانند:	کی طرح، مثل	لہو:	خون
آبِ ارزاں:	سستا پانی	مضطرب:	بے چین
دانائے راز:	راز کا جاننے والا	اس شعر میں "مضطرب ہے تو" استفہامیہ ہے نہ کہ اقراریہ	

تشریح:

علامہ محمد اقبال نے اس شعر میں جوانانِ ملت کو خوابِ غفلت سے بیدار ہونے کی کوشش کی ہے وہ کہتے ہیں کہ موجودہ دور کشت و خون کا دور بن گیا ہے انسانی جان کی کوئی اہمیت باقی نہیں رہی۔ انسانی خون کی اہمیت محض سستے پانی کی طرح ہو گئی ہے جسے معاشرے میں کوئی توجہ اور اہمیت حاصل نہیں ہوتی۔

دوسری طرف جوانانِ ملت! تم یہ جاننے کے لیے بے چین اور پریشان کیوں نہیں ہوتے ان سب معاملات کے حقائق کیا ہیں؟ تمھیں احساس ہونا چاہیے کہ تمھارا دل ابھی تک دانائے راز نہیں ہو پایا تو اسکا سبب کیا ہے؟ دراصل اقبال اس شعر میں نوجوانوں کو لہو ولعب ترک کرنے اور حقیقت سے روشناس کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ احساس ہو کہ ایسا کس وجہ سے ہو رہا ہے اور ہم اپنا کھویا ہوا وقار کیسے حاصل کر سکتے ہیں۔

شعر نمبر۴:

ربط و ضبطِ ملتِ بیضا ہے مشرق کی نجات
ایشیا والے ہیں اس نکتے سے اب تک بے خبر

نثری ترجمہ:۔

ایشائی ممالک اگر ان کشت وخون کے دور سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں تو انکو مسلمان اقوام ربط اور میل جول مضبوط کرنا چاہیے مگر اہلِ ایشیاء ابھی تک اس معاملے کے حل سے بے خبر ہیں۔

لغت:

ربط وضبط: میل جول، رشتہ تعلق
ملت بیضاء: یعنی مسلم اقوام
مشرق: یعنی ایشیاء

تشریح:

اس شعر میں اقبال نے مسلمانوں کو انکو اپنے پرانے وقار کو پھر سے حاصل کرنے کا ایک فارمولا یا طریقہ بتایا ہے کہ اگر مسلمان چاہتے ہیں کہ یہ ان کشت وخون والے حالات سے نجات حاصل کر لیں تو انہیں یقیناً آپس میں تمام اقوامِ اسلام سے مضبوط تعلق قائم رکھنا ہوگا میل ملاپ کو فروغ دینا ہوگا۔ آپس کی کدورتیں دور کرنے ہونگے اچھے تعلقات قائم کرنے ہونگے مگر ابھی ایشیاء والے اس معاملے سے بے خبر ہیں۔ ملتِ بیضاء سے بعض مقامات پر اقبال نے اقوامِ یورپ بھی مراد لیا ہے مگر یہاں انکی مراد مسلم اقوام ہی ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

شعر نمبر۵:

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تابہ خاکِ کاشغر

نثری ترجمہ:۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ مکہ ومدینہ کی حفاظت کو اپنا مقصد بنا کر دریائے نیل سے کاشغر کے علاقے تک کے لوگ آپس میں اتحاد قائم کر لیں۔

لغت:

حرم: مکہ۔مدینہ
نیل: دریائے نیل (مصر کا دریا)
کاشغر: چین کا شہر

تشریح:

اس شعر میں علامہ اقبال مسلمانوں کو اپنے محترم مقامات کی حفاظت کرنے کے لیے لائحہ عمل تیار کر کے مقدس مقامات کی حفاظت کو اپنا مقصد بنانے کی نصیحت کی ہے۔ اس شعر میں علامہ اقبال دریائے نیل جو کہ مصر میں ہے اور کاشغر جو کہ چین کا علاقہ ہے کا تذکرہ کیا ہے جو کہ پاکستان کے قریب ترین علاقوں میں شمار ہوتے ہیں۔

ان دونوں علاقوں کا تذکرہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ مصر کی اور ایشیاء کی عوام ان ایام میں انتہائی بہادر بھی جاتیں تھیں مگر حالات اور ذاتی تنازعات و تفرقات کی وجہ سے بدامنی کا شکار تھیں۔ اسکے علاوہ یہ بھی حقیقت تھی کہ ان دنوں مصر اور ہندوستان میں اسلامی تحریک بہت متحرک تھیں۔ لہذا اقبال کہتے ہیں کہ مصر اور ہندوستان کے مسلمانوں کو چاہیے کہ یہ اپنے ذاتی اختلافات مٹا کر حرم شریف کی حفاظت میں اپنا کردار ادا کریں۔

آج بھی ہو جو ابراہیم کا ایمان پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستان پیدا

شعر نمبر ۶:

جو کرے گا امتیازِ رنگ و خون مٹ جائے گا
ترک خرگاہی ہو یا اعرابی والا گہر

نثری ترجمہ:۔

جو مسلمان بھی رنگ اور خون کی بنیاد پر لوگوں میں تفریق کرے گا وہ نیست و نابود ہو جائے گا چاہے وہ ترک کی سلطنتِ عثمانیہ کا کوئی سپہ سالار ہو یا پھر کوئی عرب کا بڑا تاجر ہی کیوں نہ ہو۔

لغت:

امتیاز: فرق۔ تمیز　　والا گہر: موتی مراد تاجر
خرگاہی: بہت بڑا خیمہ مراد سپہ سالار　　اعرابی: عربی

تشریح:

علامہ محمد اقبال نے اس شعر میں ایک تاریخی ضابطہ حیات بیان کی اہے۔ تاریخ انسانی شاہد ہے کہ ہمیشہ وہی قومیں ترقی کرتی ہیں جو رنگ و نسل کے فرق سے دور رہتی ہیں۔ یہی بات علامہ اقبال اس میں بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:
"تاریخ انسانی میں کامیابی ہمیشہ اسے ملی ہے جس نے رنگ و نسل کے فرق کو ختم کیا۔ اور جو لوگ رنگ و نسل کے فرق کو مدنظر رکھتے رہے وہ ذلیل و رسوا اور نیست و نابود ہو گئے۔ اب بھی موجودہ وقت جو رنگ و نسل کے فرق کو ہوا دے گا نیست و نابود ہو جائے گا چاہے وہ سلطنت عثمانیہ کا سپہ سالار ہو پھر عرب کا بہت بڑا تاجر ہی کیوں نہ ہو۔

شعر نمبر ۷:

نسل اگر مسلم کی مذہب پر مقدم ہو گئی
اڑ گیا دنیا سے تو مانندِ خاک رہ گزر

نثری ترجمہ:۔

(خدانخواستہ) مسلمانوں میں اگر مذہب کے بجائے نسل سے فرق کا امتیاز آگے نکل گیا تو اے مسلمان! تیری مثال راستے میں پڑی دھول اور خاک کی طرح ہو کر رہ جائے گی۔

لغت:

مقدم: آگے۔ اوپر　　مانند: مثل۔ جیسے　　خاکِ رہ: راستے کی خاک

JOIN FOR MORE!!!

تشریح:

مسلمانوں میں اتحاد کی اہمیت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے علامہ اقبال نے مسلمانوں کو نصیحت کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر کبھی تمھاری زندگی میں مذہب کی اہمیت کم ہو جائے اور نسل کی بنیاد پر فرق پیدا ہونے لگے تو سمجھ لینا کہ تمھاری حیثیت راستے میں پڑی مٹی کی طرح ہو جائے گی جو اڑ کر کبھی کسی کے پیروں کے نیچے تو کبھی کسی کے پیروں تلے روندی جاتی ہے۔ تو اے مسلمانو تمھارا بھی یہی حال ہو گا تم دوسروں کی نظر میں ذلیل ورسواہو جاؤ گے۔

دراصل اقبال بادی النظر یہ بتانا چاہ رہے ہیں کہ مسلمان میں جب رنگ ونسل کی بنیاد پر غرور پیدا ہو جائے اور مذہب کی اہمیت کم ہو جائے تو انسان کو سوچ لینا چاہیے کہ وہ بسوئے زوال متحرک ہے۔

سرِ راہ شہادت

۲۔ **ابوالاثر حفیظؔ جالندھری:** (۱۹۰۰ء - ۱۹۸۲ء)

شعر نمبرا:

وہ حمزہؓ ناز تھا اہلِ عرب کو جسکی طاقت پر
فدا ہونے چلا ہے اب بھتیجے کی صداقت پر

نثری ترجمہ:۔

اہلِ عرب کو جس حضرت حمزہؓ کی بہادری پر فخر تھا آج وہی حضرت حمزہؓ اپنے بھتیجے کے دین کی صداقت پر قربان ہونے (میدانِ جنگ) جارہے ہیں۔

لغت:

ناز: فخر ہونا طاقت: بہادری فدا ہونا: قربان ہونا صداقت: سچائی پر

حوالہ:

یہ شعر ابوالاثر حفیظ جالندھری کی نظم "شاہ نامہ اسلام" سے ماخوذ ہے اور ہماری درسی کتاب میں موجود "سرراہ شہادت" کا حصہ ہے۔

شاعر کا تعارف:۔

ابوالاثر حفیظ جالندھری ایک مایہ ناز شاعر، ادیب اور مفکّر تھے۔ پاکستان کے قومی ترانے کے خالق تھے۔ مختلف اوقات میں اہم عہدوں پر فائز ہوئے۔ آپکی شاعری نہایت عمدہ، باذوق اور شائستہ خیالات سے مزین ہوتی تھی۔ الفاظ وتراکیب و عمدہ استعمال آپکی شاعری کا خاصہ ہے۔

مرکزی خیال:۔

"آنحضور ﷺ کے صحابہ کرامؓ تمام انبیاء کے صحابہ سے افضل تھے اور ایک ایک حکم نبوی ﷺ کی خاطر جان کا نذرانہ پیش کرنے کو تیار رہتے تھے کیونکہ وہ عشقِ رسول ﷺ کو اپنی جان، اپنی اولاد اور اپنے مال پر مقدم رکھتے تھے۔ ایسے ہی صحابہ کرامؓ میں آپ ﷺ کے چچا حضرت حمزہؓ بھی شامل ہیں جو کہ آپ ﷺ کی عمر میں دو سال بڑے تھے اور آپ ﷺ کے دودھ شریک بھائی بھی تھے۔ بچپن کے دوست ہونے کے سبب آپ ﷺ سے بے حد محبت کرتے تھے۔ جنگِ احد میں اپنے بھتیجے اور اپنے نبی ﷺ کی محبت میں جان قربان کرنے جا رہے ہیں۔ تو شاعر نے انہی لمحات کی منظر کشی کی ہے"۔

JOIN FOR MORE!!!

تشریح:

ابوالاثر حفیظؔ جالندھری کی یہ شاہ کار نظم سے ماخوذ حصہ ہے جس میں انہوں نے جنگِ احد کے ان لمحات کا تذکرہ کیا ہے جب حضرت حمزہؓ میدان جنگ میں اپنی بہادری کے جوہر دکھانے جا رہے ہیں۔ دل میں شہادت کا جذبہ موجود ہے۔ ابوالاثر حفیظؔ جالندھری اپنے اس شعر میں اور آگے کے اشعار میں اس منظر کو کچھ اسطرح سے بیان کرتے ہیں۔

"غزوہ احد کے عظیم معرکے میں حضور ﷺ کے چچا حضرت حمزہؓ میدانِ جنگ میں اپنی بہادری کے جوہر دکھانے جا رہے تھے۔ انکی بہادری کے واقعات اہلِ عرب بڑے فخر سے بیان کرتے تھے۔ اب حضرت دل میں شہادت کا جذبہ لے کر اپنے بھتیجے حضرت محمد ﷺ کے سچے دین اور ان کی رسالت کی تصدیق کرتے ہوئے اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے جا رہے تھے۔

شعر نمبر ۲:

رسول پاک ﷺ کے چہرے سے اِک رقت نمایاں تھی
یہ وہ رحمت تھی جسکی کوئی غایت نہ تھی

JOIN FOR MORE!!!

نثری ترجمہ:۔

رسول پاک ﷺ کے چہرہ مبارک سے رقت آمیزی نمایاں تھی۔ یہ ایک ایسی رحمت تھی جسکی انتہاء کوئی نہ تھی۔

لغت:

رقت: آنسو نکلنے کی کیفیت غایت: انتہاء۔ اختتام

تشریح:

چونکہ حضرت حمزہؓ میدانِ جنگ میں شہادت کا جذبہ لے کر جا رہے ہیں تو انکو بھتیجے وقت ہمارے نبی کریم ﷺ کے چہرہ انور سے رقت کی کیفیت تھی کیونکہ حضرت حمزہؓ نہ صرف آنحضرت ﷺ کے چچا تھے بلکہ آپ ﷺ کے بچپن کے دوست اور دودھ شریک بھائی بھی تھے یہی وجہ تھی کہ آپ ﷺ جب انکو میدانِ جنگ کی طرف بھیجتے ہیں تو کیفیت کچھ ایسی ہے کہ گویا نکلنے والے ہیں یہ ایسی محبت ہے جسکی کوئی انتہا نہیں ہے اور نہ ہی کوئی حد ایسی کہ جس سے چچا بھتیجے کی محبت کا اندازہ ہو سکے۔

شعر نمبر ۳:

نگاہیں مضطرب، ہلکا تبسم لوئے زیبا پر
تصوّر مطمئن تھا مرضی عرشِ معلّٰی پر

نثری ترجمہ:۔

(حضرت حمزہؓ) بے چین نظروں سے نبی اکرم ﷺ کی طرف دیکھتے تھے (کہ کب آنحضور ﷺ اجازت دیتے ہیں جانے کی) حسین چہرے پر ہلکا سا تبسم نمایاں ہے۔ دل مطمئن ہے کہ جو بھی ہوگا اللہ تعالیٰ کی منشاء کے مطابق ہوگا۔

لغت:

مضطرب:	بے چین	تصور:	خیال مرادول
تبسم:	مسکراہٹ	روئے زیبا:	حسین چہرہ

تشریح:

شاعر نے اس شعر میں حضرت حمزہؓ کی کیفیت بیان کی ہے کہ حضرت حمزہؓ بے چین نظروں سے اپنے پیارے بھتیجے کی طرف دیکھتے تھے کہ کب آپ ﷺ انہیں اجازت دیتے ہیں میدان جنگ میں جانے کی۔ چہرے سے تبسم نمایاں ہے دل مطمئن ہے کہ چاہے شہید ہو جاؤں غازی بن کر لوٹوں دونوں صورتوں میں منشائے خداوندی ساتھ ہے تو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔

میرے ہزار دل ہوں تصدق حضور ﷺ
میری ہزار جان ہو قربان مصطفیٰ ﷺ

شعر نمبر ۴:

ہوا ارشاد اے عم خجستہ فام، بسم اللہ
خدا حافظ ہے کیجیے نصرت اسلام، بسم اللہ

نثری ترجمہ:

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہوا کہ اے برکت والے چچا جان اللہ کا نام لے کر (میدان جنگ میں جائیے)۔ اللہ حفاظت فرمانے والا ہے آپ جائیں اور اللہ کے نام سے لڑائی لڑیں اور اسلام کا ساتھ دیں۔

لغت:

عم:	چچا جان	بسم اللہ:	اللہ کے نام سے
خجستہ فام:	برکت والے	نصرت:	مدد

تشریح:

اس شعر میں گذشتہ سے پیوستہ کیفیت کا اظہار کیا گیا ہے جب حضرت حمزہؓ مضطرب نظروں سے نبی کریم ﷺ کی طرف دیکھ رہے کہ کب مجھے میدانِ جنگ میں جانے کی اجازت ملتی ہے تاکہ میں جاؤں اور دشمن کو نیست و نابود کردوں۔

"آخر نبی کریم ﷺ کی طرف سے فرمان جاری ہوتا ہے کہ "اے میرے مبارک چچا! آپ جائیں میدانِ جنگ میں اللہ کا نام لے کر لڑائی شروع کریں اور دشمنان اسلام کو نیست و نابود کرنے کے لیے اسلام کی مدد کریں۔ اللہ آپ کی حفاظت فرمائے"۔

اپنے چچا جان کو "عم خجستہ فام" یا اے میرے مبارک چچا اس لیے فرمایا تھا حضرت حمزہؓ کا دائرہ اسلام میں داخل ہونا مسلمانوں کے لیے کافی لحاظ سے مبارک ثابت ہوا تھا۔

JOIN
FOR
MORE!!!

شعر نمبر ۵:

یہ اقدامِ شہادت بہ سبیلِ حسنِ نیت ہے
محمد ﷺ پہ راضی ہے جو اللہ کی مشیت ہے

نثری ترجمہ:۔

اے چچا جان! آپ کا شہادت کی طرف یہ قدم اچھی نیت والے راستے پر ہے اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہیں۔

لغت:

اقدامِ شہادت:	شہادت کی طرف قدم بڑھانا	بہ سبیلِ حسنِ نیت:	اچھی نیت والے راستے پر
مشیت:	مرضی		

تشریح:

اے چچا جان! یہ جو قدم آپ شہادت کی طرف بڑھا رہے ہیں ایک اچھی نیت سے منتخب کیا گیا راستہ ہے۔ اب اللہ تعالیٰ کی منشاء ہوگی چاہے شہادت ملے یا آپ غازی بن کر لوٹیں۔ اور محمد ﷺ اللہ کی رضا میں راضی ہیں۔

چونکہ آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ ہر وقت جذبۂ شہادت سے لبریز رہتے تھے بلکہ بعض روایات میں تو آتا ہے کہ صحابہ کرامؓ شہادت کی تمنا دل میں رکھ کر اللہ کے حضور میدانِ جنگ میں شہید ہونے کی کثرت سے دعا کیا کرتے تھے۔ ایسے ہی صحابہ میں حضرت حمزہؓ بھی شامل تھے۔ یہی وجہ ہے کہ شاعر نے شہادت کے حسین جذبے کو عمدہ الفاظ کے سانچے میں ڈھال کر حدیث نبوی ﷺ کا مفہوم بیان کیا ہے۔

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

شعر نمبر ۶:

یہ فرما کر دکھائی انتہائی شانِ رحمانی
کہ بڑھ کر چوم لی سرکار ﷺ نے حمزہؓ کی پیشانی

نثری ترجمہ:۔

یہ فرمانے کے بعد آپ ﷺ نے انتہائی شانِ رحمانی کا مظاہرہ فرمایا۔ آپ ﷺ حضرت حمزہؓ کی طرف بڑھے اور پھر آپ ﷺ نے حضرت حمزہؓ کی پیشانی کو بوسہ دے دیا۔

تشریح:

اس شعر میں شاعر نے حضور نبی کریم ﷺ کا حضرت حمزہؓ سے محبت اور میدانِ جنگ کی طرف بھیجتے ہوئے الوداعی لمحات کا تذکرہ کیا ہے۔ جب فرطِ محبت آپ ﷺ لبریز ہو کر حضرت حمزہؓ کے قریب تشریف لے جاتے ہیں اور انتہائی محبت کا اظہار کرتے ہوئے حضرت حمزہؓ کی پیشانی پر بوسہ دیتے ہیں۔ شاعر نے اس تمام منظر کو "شانِ رحمانی" سے تعبیر کرتے ہوئے الفاظ کی متانت و شائستگی کو چار چاند لگا دیے ہیں۔

وہ پیکرِ رحمت وہ مظہرِ رحمان تھا
القصہ کہ بندوں پر اللہ کا احسان تھا

JOIN FOR MORE!!!

شعر نمبر ۷:

وفورِ نورِ حق سے چہرہ حمزہؓ چمک اٹھا
چلا کندن پائی یہ زرِ خالص دمک اٹھی

نثری ترجمہ:۔

جیسے ہی نوراللہ (یعنی آنحضور ﷺ) نے حضرت حمزہؓ کی پیشانی کو بوسہ دیا تو اللہ کے نور کی اتنی زیادہ محبت سے حضرت حمزہؓ کا چہرہ روشن ہو گیا گویا کہ خالص سونے کو دوبارہ سے زندگی مل گئی اس سے بنا زیور یعنی حمزہؓ فرطِ محبت سے تر و تازہ اور ہشاش بشاش ہو گئے۔

لغت:

وفور:	کثرت / بہت زیادہ	زرِ خالص:	خالص زیور
نورِ حق:	اللہ کا نور	دمک اٹھا:	چمک اٹھا
چلا:	زندگی	کندن:	خالص سونا

تشریح:

اس شعر میں شاعر نے ان لمحات و کیفیات کا تذکرہ کیا ہے جب آنحضور ﷺ نے اپنے پیارے چچا، اپنے بہترین دوست اور رضاعی بھائی یعنی حضرت حمزہؓ کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ یہ ایسے لمحات تھے جب آنحضور ﷺ کی اتنی زیادہ محبت دیکھ کر حضرت حمزہؓ کا چہرہ منور اور تر و تازہ ہو گیا۔ شاعر نے ان لمحات کی ترجمانی "سونے" سے کی ہے یعنی جب سونے کو بھٹی سے نکالا جاتا ہے تو اسے ایک نئی زندگی ملتی ہے اور پھر اس سے جو بھی زرِ خالص یعنی خالص زیور بنایا جائے تو وہ چمک دمک رہا ہوتا ہے۔

اس شعر میں نورِ حق سے مراد آپ ﷺ کی ذاتِ بابرکت ہے جبکہ حضرت حمزہؓ کو کندن سے تشبیہ دی گئی ہے جو نبی کریم ﷺ کی طرف سے ناصیہ بوسی کے بعد زرِ خالص یعنی خالص زیور کی روشن ہو جاتے ہیں۔

سرکار ﷺ کے خیال میں مدہوش ہو گیا
دنیا کے فکر و غم سے سبکدوش ہو گی

JOIN FOR MORE!!!

خطوط / درخواست / اخبار کے مدیر کے نام مراسلہ

۱۔ امتحان کی تیاری میں کے لیئے چھوٹے بھائی کو خط / اپنے دوست کو خط لکھئے جس میں اسے بتایئے کہ امتحان کی تیاری کس طرح کرنی چاہیے۔ (۲۰۱۱،۲۰۰۹)

کمرۂ امتحان،
کراچی۔
۲۰ اپریل ۲۰۱۷ء

میرے پیارے دوست / بھائی!
السلام وعلیکم

تین دن قبل تمہارا خط پا کر مجھے بہت خوشی ہوئی۔ تم نے بتایا کہ ڈیڑھ مہینے بعد تمہارے امتحان ہو رہے ہیں اور یہ سن کر مجھے بہت خوشی ہوئی کہ تم امتحان کی تیاریوں میں معروف ہو۔ میں تمہیں اپنے تجربات و مشاہدات کی روشنی میں چند ہدایات دے رہا ہوں۔ ان پر عمل کر کے انشاءاللہ تم امتحانات میں نمایاں کامیابی حاصل کر سکتے ہو۔ مجھے امید ہے کہ تم میرے مشوروں پر عمل کرنے کی پوری کوشش کرو گے۔ سب سے پہلے تو تم آج ہی اپنا روزمرہ کا ایک ٹائم ٹیبل بنالو اور اس میں نصاب کے تمام مضامین کے لیئے وقت مقرر کرو کسی ایک مضمون کو بھی اپنی توجہ سے محروم نہ رکھو۔ یہ تمہارے لیئے باعثِ نقصان ہوگا۔ اپنے مقررہ اوقات پر عملدرامد کے لیئے تمہیں صبح سویرے اٹھنا ہوگا۔ فجر کی نماز کے بعد اور اسکول جانے کی تیاری تک کچھ نہ کچھ یاد کرلو۔ کوئی بھی عنوان یاد کر کے اسے لکھ کر ضرور دیکھنا چاہیئے۔ نصاب کی کتابوں میں جو بھی مشکلات پیش آئیں ان کے لیئے فوراً اساتذہ کرام سے تعاون حاصل کرنا چاہیئے۔ شام کے وقت کھیل کود میں بھی حصہ لینا چاہیئے۔ اہم کاموں کے علاوہ دیگر کاموں میں وقت ضائع نہ کرو۔ زیادہ سے زیادہ وقت پڑھائی کرنے کی کوشش کرو۔ اور رات کو جلد سو جاؤ تا کہ صبح کو جلدی اٹھ سکو۔ میں اور تمام گھر والے تمہاری کامیابی کی دعا کریں گے اور ہم انتظار کر رہے ہیں کہ کب تم امتحان سے فارغ ہو کر گھر آؤ گے۔

JOIN FOR MORE!!!

فقط
تمہارا بڑا بھائی
ا۔ب۔ج

۲۔ برے لڑکوں کی صحبت سے دور رہنے کی تلقین کا خط۔ (۲۰۰۰)

کمرۂ امتحان،
کراچی۔
۲۰ اپریل ۲۰۱۷ء

پیارے بھائی احمد رضا!
السلام وعلیکم

امید ہے کہ تم خیریت سے ہو گے اور تمہاری پڑھائی بہتر طریقے سے ہو رہی ہوگی۔ ابو کے خط سے معلوم ہوا کہ تم برے لڑکوں کی صحبت میں بیٹھنے لگے ہو اور اپنا زیادہ وقت انہیں کے ساتھ گزارتے ہو۔ یہ یقیناً میرے لیئے تکلیف دہ خبر ہے۔

احمد رضا کسی دانا کا قول ہے کہ" آدمی اپنے دوستوں سے پہچانا جاتا ہے" تم جیسے لوگوں کی صحبت اختیار کرو گے تمہیں ویسا ہی سمجھا جائے گا۔ بہتر یہ ہے کہ تم ایسے لڑکوں سے دوستی ختم کر دو اور اچھے لڑکوں کی صحبت اختیار کرو۔ ایسے لڑکوں کی جو پڑھنے میں تم سے بہتر ہوں۔ ان سے تمہیں فوائد حاصل ہوں گے وہ پڑھائی میں تمہاری معاونت کر سکتے ہیں۔ اگر تم نے میری نصیحت پر کان نہیں دھرے تو تمہیں نقصان اٹھانا پڑے گا۔ تمہاری پڑھائی متاثر ہوگی۔ دیکھو تمہارا میٹرک کا آخری سال ہے اور تمہیں اے ون گریڈ میں پاس ہونا ہے۔ امی، ابو کو تم سے بہت توقعات ہیں۔ اگر ایسا نہیں ہوا تو تمہارا مستقبل تاریک ہو جائے گا۔ لہٰذا تم اپنے مستقبل کی فکر کرو۔ امید ہے کہ تم میری بات سمجھ گئے ہو گے۔ امی، ابو تمہیں دعائیں کہتے ہیں۔

فقط
تمہارا بھائی
فیصل احمد

۳۔ اپنے دوست کو نظریہ پاکستان کے تحفظ کے لیئے خط لکھیں۔

کمرۂ امتحان،

کراچی۔

۱۲۰اپریل ۲۰۱۷ء

پیارے دوست!

السلام علیکم

کافی عرصہ ہو گیا تمہاری جانب سے کوئی خیر خبر موصول نہیں ہوئی جس کی وجہ سے مجھے تمہارے بارے میں کافی تشویش لاحق ہے۔ امید ہے تم خیریت سے ہو گے اور اس خط کے ملتے ہی میرے خیال کی تصدیق کے لیئے اپنے بارے میں لکھو گے۔

۲۳/ مارچ قریب ہے۔ میں نے سوچا تمہیں پیشگی مبارکباد دے دوں۔ اس بہانے تمہاری خیریت سے آگاہی بھی ہو جائے گی۔ اس دن کی اہمیت کا تمہیں بخوبی اندازہ ہے کہ اس دن مولوی فضل الحق نے ''قراردادِ پاکستان'' پیش کی جسے ابتداء میں ''قراردادِ لاہور'' کے نام سے پکارا جاتا تھا۔

یہ مسلمانوں کا اتحاد تھا جس کی بدولت اس قرارداد کے مطابق ایک نظریاتی مملکت ''پاکستان'' وجود میں آئی۔ جسے ۱۹۵۶ء میں ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' کا نام دیا گیا۔ ''نظریہ پاکستان'' مغربی مفکرین کے نظریات سے یکسر مختلف ہے جس میں رنگ و نسل اور علاقہ و زبان کو انفرادی حیثیت حاصل نہیں ہے۔ یہ نظریہ اس لیئے وجود میں آیا کہ مسلمان حضور اکرم ﷺ کے بتائے ہوئے ضابطۂ حیات پر عمل پیرا ہو سکیں، باہم میل جول، رواداری، اخوت، آزادیٔ فکر اور اخلاق و کردار کے اعتبار سے مثالی حیثیت کے مالک بن سکیں۔ لیکن آج ہم علاقائی اور لسانی فسادات میں بری طرح گھرے ہوئے ہیں۔ اس طرح تو ہم کسی صورت میں بھی ''نظریہ پاکستان'' کے بنیادی مقاصد کے حصول میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اس طرح ہم ''نظریہ پاکستان'' کے استحکام میں مسلسل خطرات پیدا کر رہے ہیں۔ ہمارا تحفظ اور ہماری بقاء خطرے میں ہے۔

آؤ ہم عہد کریں کہ اس سال ۲۳/ مارچ کو اتنے جوش و خروش کے ساتھ منائیں کہ ہمارے دلوں سے ہر قسم کے تعصبات دور ہو جائیں اور دلوں میں اخوت، مساوات اور ہمدردی اپنا گھر کر لے اور قومی اتحاد کی ایک مثال قائم کریں۔ یہی تو ''نظریہ پاکستان'' کا نصب العین ہے۔

اپنے گھر والوں کو حسب مراتب میری جانب سے سلام دعا کہنا۔

JOIN FOR MORE!!!

فقط والسلام

تمہارا دوست

ا۔ب۔ج

۴۔ اپنے والد صاحب کو میٹرک پاس کرنے کے بعد اپنے ارادے سے آگاہ کرنے کے لئے خط لکھیئے۔

کمرۂ امتحان،

کراچی

۱۲۰پریل ۲۰۱۷ء

محترم جناب والد صاحب!

السلام علیکم

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میں خیریت سے ہوں اور امید ہے کہ آپ بھی خیریت سے ہوں گے۔ یقیناً آپ کو یہ پڑھ کر خوشی ہوگی کہ میں نے میٹرک کا امتحان اے ون گریڈ سے پاس کر لیا ہے۔ ایک ہفتے کے بعد کالج میں داخلے شروع ہونے والے ہیں۔ میرے کچھ ساتھی انجینیئرنگ اور کچھ میڈیکل گروپ میں داخلہ لینا چاہتے ہیں۔ میرے بائلوجی اور میتھ دونوں میں کم و بیش برابر اور بہت اچھے نمبر آئے ہیں۔ انشاء اللہ مجھے دونوں میں داخلہ مل سکتا ہے۔ میرا خیال میڈیکل گروپ لینے کا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہے کہ اس نے مجھے ایک امیر و کبیر گھرانے میں پیدا فرمایا تو میں کیوں نہ ڈاکٹر بن کر غریب، نادار اور مستحق لوگوں کا مفت علاج کر کے اس رب

العزت کا شکر ادا کروں شاید کہ یہی دکھی انسانیت کی خدمت میری دنیاؤ آخرت سنوارنے کا ذریعہ بن جائے۔

ابو جان مجھے امید ہے کہ آپ اس سلسلے میں میری حوصلہ افزائی اور رہنمائی فرمائیں گے۔ تمام اہل خانہ کو میری طرف سے درجہ بہ درجہ سلام و دعا۔

فقط

آپ کا بیٹا

ا۔ب۔ج

۵۔ اپنے دوست یا بھائی کے نام خط لکھئے جس میں تعلیم کی اہمیت پر روشنی ڈالئے۔ (۲۰۱۲)

کمرہ امتحان،

کراچی

۲۰ اپریل ۲۰۱۷ء

میرے پیارے دوست!

السلام علیکم

تمہارا خط ملا۔ پڑھ کر تعجب ہوا کہ تم تعلیم یافتہ بیروزگار نوجوانوں کو دیکھ کر اکتانے لگے ہو اور اب تمہارا دل تعلیم حاصل کرنے میں نہیں لگ رہا۔ یہ کس قسم کی مایوس باتیں کرنے لگے ہو۔ تم تو ہمیشہ شاندار مستقبل اور عزم و ہمت کی باتیں کرتے تھے۔

کل ہی میں نے ہماری کتاب میں ڈپٹی نذیر احمد کا خط دیکھا۔ کتنی عمدہ بات انہوں نے اپنے بیٹے کو لکھی ہے کہ رزق اور نوکری تو انسان کو اپنے مقدر سے ملتی ہے۔ علم اس لئے حاصل کرو کہ تمہارے اندر علمیت، قابلیت اور لیاقت پیدا ہوتا کہ تم اپنے ہم عصروں میں انفرادیت اور ممتاز حیثیت حاصل کر سکو۔ جہاں جاؤ لوگ عزت تعظیم کریں اور تم ہی سب کی نگاہوں کا مرکز ہو۔

انسان کو اشرف المخلوقات ہونے کا شرف علم و آگہی کی بدولت حاصل ہے۔ دین و دنیا کی تمام تر ترقیاں اور بلندیاں علم ہی کے دم سے ہیں۔ اس لئے اسلام نے سب سے زیادہ زور علم حاصل کرنے پر دیا ہے۔ علم کے سمندر میں جتنے غوطے لگاؤ گے اتنے ہی نکھر کر اوپر آؤ گے۔ علم حاصل کرنے کے لئے مہد سے لحد تک کوئی وقت کی قید نہیں۔ ہاں عزم و ہمت اور مسلسل جدوجہد کامیابی و کامرانی کا زینہ ہے۔

تم بہت محنتی ہو۔ کاش! تم بھی اپنے اسلاف کی طرح کوئی ایسا علمی کارنامہ انجام دو کہ تمہارے علم و فضل سے قوم و ملک اور مذہب و ملت کو فائدہ پہنچے۔

فقط

تمہارا دوست

ا۔ب۔ج

۶۔ اپنے دوست کو خط لکھئے جس میں سادہ زندگی گزارنے کی اہمیت بیان کریں۔ (۲۰۱۰)

کمرہ امتحان،

کراچی

۲۰ اپریل ۲۰۱۷ء

میرے پیارے دوست!

السلام علیکم

میرے عزیز یہ کیا تم ہر خط میں لکھتے ہو کہ فلاں نے کار خرید لی، فلاں دوست دبئی چلا گیا۔ فلاں شخص نے بنگلہ بنالیا۔ فلاں رشتہ دار نے ٹی وی ڈش اور وی سی آر لے لیا۔

فلاں یہ کر رہا ہے فلاں وہ کر رہا ہے۔

شاید تمھیں علم ہی نہیں بہترین زندگی گزارنے کا اصول یہ ہے کہ علمی اور دینی معاملات میں اپنے سے اونچے اور اعلیٰ درجے والوں کی پیروی کرنا چاہئے اور دنیاوی معاملات میں ہمیشہ اپنی حیثیت سے کم والوں پر نظر رکھنا چاہئے۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اس نے تمھیں لاکھوں سے بہتر بنایا۔ سادہ اور قناعت پسند زندگی

JOIN FOR MORE!!

ہی میں چین وسکون اور آرام ہے۔انسان کی عزت مال و دولت ہی سے نہیں ،اچھی سیرت و کردار سے بھی ہوتی ہے۔انسان کو اپنی چادر دیکھ کر ہی پاؤں پھیلانے چاہئے۔ہمارے پیارے رسول حضرت محمد ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی سادہ اور کامیاب ترین زندگیوں کے نمونے ہمارے سامنے ہیں۔اسلام نے کبھی اچھے کھانے پینے، پہننے اور اوڑھنے اور رہنے سہنے کی مخالفت نہیں کی۔ہاں سادگی اپنانے اور فضول خرچی نہ کرنے کی تلقین کی ہے

ہم نے نام ونمود اور سستی شہرت حاصل کرنے کے لئے شادی بیاہ، تہواروں، تقریبات اور دیگر فضول رسموں پر جو بے حد وحساب خرچ کرنا شروع کر دیا ہے۔یہ تباہی کا راستہ ہے۔اب تو عالم یہ ہو گیا ہے کہ مرنے والے کی ویڈیو فلم تک بنانے کا رواج چل نکلا ہے۔اس کا سوئم اور چالیسواں اس طرح دھوم دھام سے کیا جاتا ہے کہ گویا خوشی کی تقریب کا اہتمام کیا ہو۔بے عقل اور تقلید پسند لوگوں کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے۔وہ وسائل نہ ہونے کے باوجود ادھار قرض لے کر سب کچھ کرتے ہیں۔ان ہی حرکات کی وجہ سے معاشرے میں حلال وحرام اور جائز و ناجائز کا فرق مٹتا جا رہا ہے۔

ہم مسلمان ہیں ہمیں حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ اور اپنے اسلاف کے طریقوں کو مشعلِ راہ بنانا چاہئے۔سادہ زندگی گزارنے والے کبھی دوسروں کے محتاج نہیں ہوتے۔ان کے بہترین کردار سیرت، غیرت، اور خودداری کی وجہ سے اللہ بھی خوش ہوتا ہے اور لوگ بھی۔

فقط

تمہارا دوست

ا۔ب۔ج

JOIN FOR MORE!!!

۷۔ اپنے دوست کے نام خط لکھئے جس میں اسے بتائے کہ پاکستان کی بنیاد اسلام پر ہے۔

کمرہ امتحان،

کراچی

۲۰ اپریل ۲۰۱۷ء

میرے پیارے دوست!

السلام علیکم

امید ہے تم خیریت سے ہو گے اور تمہارے گھر والے بھی خیریت سے ہوں گے۔بہت دن سے تمہاری خیریت کا خط نہیں ملا اس لئے تمہیں خط لکھ رہا ہوں۔آج کل ہمارے اسکول میں تقریری مقابلے ہو رہے ہیں۔کل جس موضوع پر تقریر کی گئی وہ تھا ”پاکستان کی بنیاد نظام اسلام پر ہے“۔ہم نے یہ ملک جس نظریہ کے تحت حاصل کیا تھا اس کا بنیادی نکتہ نظام اسلام ہے۔تحریک پاکستان کا مقصد ہی یہ تھا کہ برصغیر کے مسلمان اپنے لئے ایک الگ وطن حاصل کر کے اسلامی طرز حکومت کی بنیاد ڈالیں اور زندگی کے تمام شعبوں کو اسلامی اصولوں اور قواعد کا پابند بنائیں ایک اسلامی معاشرے کی بنیاد رکھیں جس کے تمام اصول اسلامی تعلیمات کے تابع ہوں اور معاشرے کے افراد ان تعلیمات کی پیروی کرتے اپنی زندگیوں کو اسلامی تعلیمات میں ڈھال لیں۔اسی لئے پاکستان کو اسلامی جمہوریہ پاکستان کہا جاتا ہے۔امید ہے میری بات تمہاری سمجھ میں آ گئی ہو گی۔اپنی امی اور ابو کو میرا سلام کہنا اور اپنی خیریت کا خط ضرور لکھنا۔

فقط

تمہارا دوست

ا۔ب۔ج

۸۔ نوجوان نسل میں یکجہتی اور اتحاد کا شعور پیدا کرنے کے لئے دوست کے نام خط۔ (۲۰۱۳)

کمرہ امتحان،

کراچی

۲۰ اپریل ۲۰۱۷ء

میرے پیارے دوست!

السلام علیکم

امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ میں کافی دنوں سے تمہیں خط لکھنے کا پروگرام بنا رہا تھا۔ مگر اسکول میں "یکجہتی اور اتحاد کی اہمیت" پر ایک تقریری مقابلہ ہونے والا تھا میں اسی میں مصروف ہونے کی بنا پر خط نہ لکھ سکا۔ اتفاق اور یکجہتی قدرت کا ایک اصول عطیہ ہے۔ جس قوم کو بالعموم اور اس کے نوجوانوں کو بالخصوص یہ نعمت مل جائے وہ ایک توانا اور مضبوط قوم بن جاتی ہے اور پھر بڑے سے بڑے دشمن بھی اس کی سالمیت کے لئے خطرہ نہیں بن سکتے۔ موجودہ دور میں نوجوان نسل کے لئے یکجہتی اور اتحاد و اتفاق نہایت ہی ضروری ہے۔ کیونکہ اسی بنا پر قوم اور معاشرہ کامیابی اور کامرانی سے ہم کنار ہو سکتا ہے۔ اس سلسلے میں ہمیں چاہیئے کہ ملک کے نوجوانوں میں اتحاد و اتفاق پیدا کیا جائے اور انہوں یک جہتی کے حصول کے لئے تیار کیا جائے چنانچہ اس سلسلے ملک کے ذرائع مواصلات بھی نوجوانوں میں یکجہتی اور اتفاق پیدا کرنے کے لئے بہترین کردار ادا کر سکتے ہیں۔

فقط

تمہارا دوست

ا۔ب۔ج

۹۔ پانی کی قلت سے متعلق کونسلر کے نام درخواست۔

کمرۂ امتحان،

کراچی

۲۰ اپریل ۲۰۱۷ء

بگرامی جناب کونسلر صاحب کراچی ۲۸ زون ا

السلام علیکم

نہایت ادب سے آپ کی توجہ اس امر کی جانب مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ ہمارے علاقے میں پانی کی شدید قلت ہے۔ گرمی اپنے عروج پر ہے اور ہمارے علاقے میں پانی کا یہ حال ہے کہ کئی دن تک پانی بالکل نہیں آتا اور اگر بھولے سے آ بھی جائے تو اتنی قلیل مقدار میں کہ استعمال کے لئے ناکافی ہوتا ہے۔ جسکی وجہ سے ہمیں سخت پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ گرمی روز بروز بڑھتی جا رہی ہے اور پانی کی قلت کا یہ حال ہے کہ کئی کئی دن تک بغیر نہائے گزر جاتے ہیں۔ تمام محلہ والوں کی جان عذاب میں مبتلا ہے۔

آپ کی خدمت میں گذارش ہے کہ متعلقہ حکام پر زور دیں تاکہ وہ ہمیں اس مشکل سے نجات دلائیں اور پانی کا انتظام بہتر کریں۔

شکریہ

آپکی کی توجہ کا طالب

ا۔ب۔ج

۱۰۔ اپنے دوست کے نام ایک خط لکھئے جس میں وقت کی قدر و قیمت کا احساس دلاتے ہوئے اُسے پابندی وقت کی تلقین کیجئے۔ (۲۰۱۴)

کمرۂ امتحان،

کراچی

۲۰ اپریل ۲۰۱۷ء

میرے پیارے دوست

السلام علیکم

تین دن قبل تمہارا خط پا کر مجھے بہت خوشی ہوئی جس میں تم نے بتایا کہ تم میٹرک کے امتحان کے بعد فارغ ہو جاؤ گے اور وقت کو بہت انجوائے کرو گے۔ بقول تمہارے تم آزاد ہو جاؤ گے۔ میرے پیارے دوست وقت ایک بہت ہی اہم اور قیمتی دولت ہے۔ جو لوگ وقت کی قدر و قیمت کو سمجھتے اور جانتے ہیں وہ وقت کے تقاضوں کے مطابق اقدامات کرتے

JOIN FOR MORE!!!

ہیں اور وقت سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہیں اور جو لوگ نادان و نا سمجھ ہیں وقت کو معمولی بات سمجھ کر نظر انداز کرتے ہیں وہ ہمیشہ نقصان میں رہتے ہیں اور وقت ضائع کرنے کے بعد کف افسوس ملتے ہیں۔

میرے پیارے دوست تم وقت کی قدر و قیمت کو جانو یاد رکھو وقت ان ہی لوگوں کو یاد کرتا ہے جو اس کو یاد رکھتے ہیں۔ بقول ڈپٹی نذیر نوکری اور رزق تو مقدر ہے مگر قابلیت عجب چیز ہے ساری عمر آدمی کو مسرت دینے والی چیز ہے۔

مجھے امید ہے کہ تمہیں میری باتیں سمجھ آ رہی ہوں گی اور تم میری باتوں پر ضرور عمل کرو گے اور ایک دن بڑے آدمی بنو گے۔ تم بہت محنتی ہو تمہارے علم و فضل سے قوم و ملک اور مذہب و ملت کو ضرور فائدہ پہنچے گا۔ اچھا اب اجازت دو۔

فقط

تمہارا دوست

ا۔ب۔ج

۱۱۔ اخبار کے مدیر کے نام ایک مراسلہ لکھیے جس میں پاکستان میں بجلی اور گیس کی کمی کے حوالے سے تشویش کا اظہار کرتے ہوئے توانائی کے بحران کے خاتمے کے لیے تجاویز دیجیے۔

کمرۂ امتحان،

کراچی

۲۰ اپریل ۲۰۱۷ء

بخدمت جناب مدیر اعلیٰ،

روزنامہ جنگ، کراچی

السلام علیکم

میں آپ کا روزنامہ باقاعدگی کے ساتھ پڑھتا ہوں۔ مجھے یہ دیکھ کر انتہائی خوشی ہوئی کہ آپ نے اپنے اخبار کا ایک صفحہ عوامی شکوے، شکایات اور مسائل کی اشاعت کے لئے وقف کر دیا تاکہ لوگوں کے مسائل موثر انداز میں متعلقہ حکام تک پہنچ سکیں۔

لہذا میں اخبار کی توسط سے پاکستان میں بجلی اور گیس کی کمی کے حوالے سے توانائی کے بحران کے خاتمے کے لئے کچھ تجاویز دینا چاہتا ہوں۔ جیسے کہ آپ سب کے علم میں ہے کہ ہمارے ملک میں عام طور سے حراری (تھرمل) اور پن بجلی استعمال کی جاتی ہے۔ جو کہ تیل، کوئلہ اور گیس سے پیدا کی جاتی ہے لیکن ہم ان وسائل پر اعتماد نہیں کر سکتے۔ کیونکہ پاکستان میں تیل، گیس اور کوئلے کے ذخائر بہت محدود ہیں۔ تھرمل پاور اسٹیشن (حراری بجلی گھر) با آسانی بنائے جا سکتے ہیں۔

جو ہری بجلی گھروں کو اسلیے فوقیت دی جاتی ہے کیونکہ ان سے صارفین کو سستی بجلی مہیا کی جاتی ہے۔ گیس، تیل اور کوئلہ دوبارہ نا قابل دریافت ذخائر ہیں اور بے دریغ استعمال کی بنیاد پر شاید بہت جلد ختم بھی ہو جائیں مگر شمسی توانائی ایسا خزانہ ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا یہ تقریباً مفت حاصل ہو رہی ہے۔ فی الحال شمسی توانائی کے شعبے کو بہت زیادہ توجہ نہیں دی گئی ہے۔ اگر اس پر توجہ دی جائے تو انشاءاللہ توانائی کے بحران کے خاتمے پر قابو پا سکتے ہیں۔

امید کرتا ہوں آپ میری یہ درخواست حکام بالا تک پہنچانے کا ذریعہ بنیں گے اور متعلقہ حکام بھی میری ان تجاویز پر غور کرتے ہوئے موثر اقدامات کریں گے۔

فقط

آپ کی توجہ کا طالب

ا۔ب۔ج

JOIN FOR MORE!!!

۱۲۔ بجلی کی قلت سے متعلق اخبار کے مدیر کے نام ایک مراسلہ۔ (۲۰۱۱)

کمرۂ امتحان،

کراچی

۲۰ اپریل ۲۰۱۷ء

مدیر محترم

روزنامہ جنگ کراچی

السلام علیکم!

جناب میں آپ کے اخبار کی وساطت سے ایک اہم مسئلہ کی طرف محکمہ بجلی (K.E) کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں بڑی مہربانی ہوگی۔آپ میری تحریر مراسلات کے کالم میں اولین فرصت میں شائع کردیں۔

ہمارے علاقے میں بجلی کی آنکھ مچولی روزانہ کا معمول بن چکا ہے۔کبھی کبھی تو بجلی گھنٹوں تک نہیں آتی ستم بالائے ستم یہ کہ اکثر بجلی عین رات کو اس وقت چلی جاتی ہے جب ہم امتحان کی تیاریوں میں مصروف ہوتے ہیں۔ہمارا موڈ خراب تو ہوجاتا ہے۔حوصلے اور امنگ پر بھی اوس پڑجاتی ہے اور پھر وہ پہلی سی گرم جوشی نہیں رہتی۔اس سے ہمارا وقت ضائع نہیں ہوتا اور امتحان میں ہماری کارکردگی متاثر ہوسکتی ہے۔

امید کرتا ہوں کہ متعلقہ حکام اس معاملے کی نزاکت کو محسوس کریں گے اور احساس ذمہ داری سے کام لیتے ہوئے بجلی کے نظام کو جلد از جلد درست کریں گے۔

فقط

آپ کی عنایتوں کا طالب

ا۔ب۔ج

JOIN FOR MORE!!!

۱۳۔ صحت وصفائی سے متعلق اخبار کے مدیر کے نام درخواست۔(۲۰۰۱، ۲۰۰۲، ۲۰۰۳، ۲۰۰۴، ۲۰۰۶)

کمرۂ امتحان،

کراچی

۲۰ اپریل ۲۰۱۷ء

مدیر محترم

روزنامہ جنگ کراچی

السلام علیکم

میں آپ کا روزنامہ باقاعدگی کے ساتھ پڑھتا ہوں۔مجھے یہ دیکھ کر انتہائی خوشی ہوئی کہ آپ نے اپنے اخبار کا ایک صفحہ عوامی شکوے، شکایات اور مسائل کی اشاعت کے لئے وقف کردیا ہے تاکہ لوگوں کے مسائل موثر انداز میں متعلقہ حکام تک پہنچ سکیں۔

لہذا میں آپ کے اخبار کی وساطت سے متعلقہ حکام کے علم میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ عرصہ دراز سے ہمارے علاقے میں صفائی کی طرح کوئی توجہ نہیں دی گئی۔سڑکیں ٹوٹ پھوٹ کر تقریباً ختم ہوگئیں۔جگہ جگہ کوڑے کرکٹ کے ڈھیر لگے ہیں۔گٹر آئے دن بند رہتے ہیں۔گندا پانی جگہ جگہ کھڑا ہے۔بارش کے زمانے میں گندگی اور بدبو کی انتہا ہوجاتی ہے۔گندگی اور گندے پانی کی وجہ سے مکھیوں، مچھروں اور زہریلے کیڑوں کی بھرمار ہے۔علاقے کے لوگ بہت پریشان ہیں۔خطرناک اور مہلک بیماریاں پھیل رہی ہیں۔کیونکہ صفائی اور پانی کے نکاس کی صورت حال انتہائی خراب ہے۔ہم بار بار متعلقہ افسران کو درخواستیں دے چکے ہیں لیکن ابھی تک کوئی توجہ نہیں دی گئی۔

امید کرتا ہوں کہ آپ میری یہ درخواست حکام بالا تک پہنچانے کا ذریعہ بنیں گے اور متعلقہ حکام معاملے کی نزاکت کو محسوس کریں گے اور احساس ذمہ داری سے کام لیتے ہوئے اس مسئلے کے جلد حل کے لئے موثر اقدامات کریں گے۔

فقط

آپ کی عنایتوں کا طالب

ا۔ب۔ج

۱۴۔ حادثات کی زیادتی سے متعلق اخبار کے مدیر کے نام درخواست۔

کمرہ امتحان،

کراچی

۱۲۰پریل ۲۰۱۷ء

مدیر محترم

روزنامہ جنگ کراچی

السلام علیکم

میں آپ کا روزنامہ باقاعدگی کے ساتھ پڑھتا ہوں۔ مجھے یہ دیکھ کر انتہائی خوشی ہوئی کہ آپ نے اپنے اخبار کا ایک صفحہ عوامی شکوے، شکایات اور مسائل کی اشاعت کے لئے وقف کر دیا ہے تاکہ لوگوں کے مسائل موثر انداز میں متعلقہ حکام تک پہنچ سکیں۔

لہذا میں آپ کے اخبار کی وساطت سے متعلقہ حکام کے علم میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ روزانہ حادثات ہوتے رہتے ہیں۔ اخبارات پڑھ کر طبیعت پریشان ہوتی ہے اس کی روک تھام کے لئے کچھ نہ کچھ کرنا چاہئے۔ اگر حکام غیر قانونی تجاویزات ختم کرادیں، پارکنگ کے لئے مناسب جگہیں مقرر کر دیں، ہیوی ٹریفک کو صرف اور صرف رات کے وقت بازاروں میں سامان لانے اور لے جانے کی اجازت ہو۔ دن میں ان کا داخلہ ممنوع ہو۔ معروف بازاروں اور سڑکوں پر کنٹرول کے لئے ٹریفک پولیس موجود رہے۔ بس وغیرہ اپنے مقررہ اسٹاپ کے علاوہ کہیں نہ رکیں۔ ریس لگانے، اوور ٹیک کرنے، اور غلط پارکنگ کرنے والے ڈرائیوروں کو سخت اور موقع پر ہی سزا دی جائے اور عوام بھی ڈرائیوروں کو تیز چلانے اور گاڑیاں بھگانے سے باز رکھیں تو کافی حد تک حادثات میں کمی ہو سکتی ہے۔

امید کرتا ہوں کہ آپ میری ایک گزارشات حکام بالا تک پہنچانے کا ذریعہ بنیں گے اور متعلقہ حکام معاملے کی نزاکت کو محسوس کریں گے اور احساس ذمہ داری سے کام لیتے ہوئے اس مسئلے کے جلد حل کے لئے موثر اقدامات کریں گے۔

فقط

آپ کی عنایتوں کا طالب

ا۔ب۔ج

۱۵۔ کھیل کود، پارک و میدان وغیرہ کے لئے اخبار کے مدیر کے نام درخواست۔

کمرہ امتحان،

کراچی

۱۲۰پریل ۲۰۱۷ء

مدیر محترم

روزنامہ جنگ کراچی

السلام علیکم

میں آپ کا روزنامہ باقاعدگی کے ساتھ پڑھتا ہوں۔ مجھے یہ دیکھ کر انتہائی خوشی ہوئی کہ آپ نے اپنے اخبار کا ایک صفحہ عوامی شکوے، شکایات اور مسائل کی اشاعت کے لئے وقف کر دیا ہے تاکہ لوگوں کے مسائل موثر انداز میں متعلقہ حکام تک پہنچ سکیں۔

لہذا میں آپ کے اخبار کی وساطت سے متعلقہ حکام کے علم میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ ہمارے علاقے میں بچوں کے لئے کوئی میدان یا پارک نہیں ہے جس کی وجہ سے بچوں کو کھیل کود کا موقع نہیں ملتا۔ مشہور مقولہ ہے کہ صحت مند جسم کے اندر صحت مند دماغ ہوتا ہے اسی لئے تعلیم کے ساتھ ساتھ غیر نصابی سرگرمیاں ضروری ہوتی ہیں۔ بچوں کے تندرست و توانا رہنے کے لئے ضروری ہے کہ کوئی ایسی جگہ ہو جہاں بچے آزادی کے ساتھ کھیل کود تفریح اور ورزش کر سکیں۔ ہمارے علاقے میں سرکاری زمین کا ایک بہت بڑا ٹکڑا اونچے اونچے ٹیلوں، گھاس پھوس اور جنگلی جھاڑیوں سے بھرا پڑا ہے۔ اگر اس میدان کو ہموار کر کے پارک بنا دیا جائے تو علاقے کی فضا بھی بہتر ہو جائیگی اور چھوٹوں بڑوں سب کو تفریح کھیل کود اور ورزش کا موقع بھی فراہم ہو جائیگا۔

JOIN FOR MORE!!!

امید کرتا ہوں کہ آپ میری ایک عرضداشت حکام بالا تک پہنچانے کا ذریعہ بنیں گے اور متعلقہ حکام معاملے کی نزاکت کو محسوس کریں گے اور احساس ذمہ داری سے کام لیتے ہوئے اس مسئلے کے جلد حل کے لئے موثر اقدامات کریں گے۔

فقط

آپ کی عنایتوں کا طالب

ا۔ب۔ج

۱۶۔ ٹریفک کا شور، دھواں اور فضائی آلودگی کس طرح انسانی صحت کو متاثر کرتی ہے اس سے متعلق اخبار کے مدیر کے نام مراسلہ تحریر کیجئے۔ یا کسی اخبار کے مدیر کے نام ایک مراسلہ لکھیے جسمیں شہر میں ٹریفک کی بدانتظامی کی طرف توجہ دلائیے۔

(۲۰۰۰، ۲۰۰۲، ۲۰۰۷، ۲۰۱۶، ۲۰۱۷)

کمرہ امتحان

کراچی

۲۰ اپریل ۲۰۱۷ء

JOIN FOR MORE!!!

مدیر محترم

روزنامہ جنگ کراچی

السلام علیکم

میں آپ کا روزنامہ باقاعدگی کے ساتھ پڑھتا ہوں۔ مجھے یہ دیکھ کر انتہائی خوشی ہوئی کہ آپ نے اپنے اخبار کا ایک صفحہ عوامی شکوے، شکایات اور مسائل کی اشاعت کے لئے وقف کر دیا ہے تاکہ لوگوں کے مسائل موثر انداز میں متعلقہ حکام تک پہنچ سکیں۔

لہٰذا میں آپ کے اخبار کی وساطت سے متعلقہ حکام کے علم میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ کراچی کی آبادی روز بروز بڑھتی ہی چلی جا رہی ہے۔ اس ہی لیے مسلسل ٹریفک میں اضافہ ہو رہا ہے۔ گنجان آباد اور بازاروں میں سڑکوں کی تعمیر کے وقت بڑھتی ہوئی آبادی کا خیال نہیں رکھا گیا۔ مزید یہ کہ ناجائز تجاوزات کی وجہ سے سڑکیں اور گلیاں تنگ ہو گئیں ہیں اسی لئے ہر وقت ٹریفک جام رہتا ہے۔ ڈرائیور حضرات ایک دوسرے سے آگے نکلنے، سواریاں زیادہ سے زیادہ اٹھانے کے لئے ہارن پر ہارن بجاتے ہیں اور گاڑیوں سے دھواں چھوڑتے رہتے ہیں۔ ان سے اتنا دھواں خارج ہوتا ہے کہ دم گھٹنے لگتا ہے۔ شور وغل کی وجہ سے لاقانونیت کا یہ عالم ہے کہ، اسکول مدرسہ اسپتال اور مسجد کچھ نہیں دیکھتے اور ہارن کے شور کے ساتھ ٹیپ ریکارڈر کا شور بھی شامل کر دیتے ہیں۔ اگر ٹریفک کا شور اور دھواں اسی طرح بڑھتا رہا تو لوگوں کی سماعت، ان کے دل اور پھیپھڑے متاثر ہوں گے اور کئی طرح کی نئی نئی بیماریاں جنم لیں گی اس لئے حکومت کو چاہئے کہ وہ بھی سے اس مسئلہ کے حل تلاش کرے۔

امید کرتا ہوں کہ آپ میری ایک عرضداشت حکام بالا تک پہنچانے کا ذریعہ بنیں گے اور متعلقہ حکام معاملے کی نزاکت کو محسوس کریں گے اور احساس ذمہ داری سے کام لیتے ہوئے اس مسئلے کے جلد حل کے لئے موثر اقدامات کریں گے۔

فقط

آپ کی عنایتوں کا طالب

ا۔ب۔ج

۱۷۔ علاقے میں نیا اسکول کھولنے کے لئے اخبار کے مدیر کے نام درخواست ۔

کمرہ امتحان

کراچی

۱۲۰پریل ۲۰۱۷ء

مدیرِ محترم

روز نامہ جنگ کراچی

السلام علیکم

میں آپ کا روز نامہ باقاعدگی کے ساتھ پڑھتا ہوں ۔ مجھے یہ دیکھ کر انتہائی خوشی ہوئی کہ آپ نے اپنے اخبار کا ایک صفحہ عوامی شکوے، شکایات اور مسائل کی اشاعت کے لئے وقف کر دیا ہے تا کہ لوگوں کے مسائل موثر انداز میں متعلقہ حکام تک پہنچ سکیں ۔

لہٰذا میں آپ کے اخبار کی وساطت سے متعلقہ حکام کے علم میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ ہمارا علاقہ شہر کے کافی دور واقع ہے ۔ جب سے حکومت نے اس علاقے کو گیس، پانی، بجلی جیسی بنیادی ضروریات زندگی فراہم کیں ہیں، اس کی آبادی میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ یہاں کہ کوئی ہائی اسکول نہیں ہے۔ اس لئے طلبہ و طالبات کو دور دراز کے علاقوں میں اپنی تعلیمی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے جانا پڑتا ہے۔ جس کی وجہ سے نہ صرف ان کو ٹرانسپورٹ کی پریشانی اٹھانی پڑتی ہے بلکہ آنے جانے میں ان کا قیمتی وقت بھی ضائع ہوتا ہے اور تھکن کی وجہ سے طلباء پوری طرح سے اپنی پڑھائی پر توجہ نہیں دے پاتے۔ اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ اس علاقے میں جلد از جلد اسکول کھولا جائے تا کہ اس علاقے کے بچے تمام پریشانیوں سے چھٹکارا حاصل کر کے یکسوئی کے ساتھ اپنی توجہ دے سکیں۔

امید کرتا ہوں کہ آپ میری ایک عرضداشت حکام بالا تک پہنچانے کا ذریعہ بنیں گے اور متعلقہ حکام معاملے کی نزاکت کو محسوس کریں گے اور احساس ذمہ داری سے کام لیتے ہوئے اس مسئلے کے جلد حل کے لئے موثر اقدامات کریں گے۔

فقط

آپ کی عنایتوں کا طالب

ا۔ب۔ج

JOIN FOR MORE!!!

حصّہ قواعد (گرامر)

۱۔ مرکب جاری:

ایسے مرکب جو جار اور مجرور سے مل کر بنتے ہوں مرکب جاری کہلاتے ہیں۔ مثلاً لاہور تک، میز پر، بکس کے ساتھ۔

۲۔ مرکب اضافی:

اضافت کے معنی تعلق ظاہر کرنے کے ہیں جن میں دو اسموں کو ملایا جاتا ہے تو ان کے درمیان ادھورا سا تعلق پیدا ہوتا ہے۔ ادھورے پن کو دور کرنے کے لئے ان اسموں کے درمیان لفظ کا اضافہ کر دیتے ہیں۔ اسے مرکب اضافی کہتے ہیں۔ مثلاً اسلم کی کتاب، احمد کا کپڑا، ناصر کا قلم وغیرہ۔

۳۔ مرکب توصیفی:

وہ مرکب جو صفت اور موصوف کے تعلق کو ظاہر کرے یعنی جس میں کوئی خوبی یا خامی ظاہر کی جائے مرکب توصیفی کہلاتا ہے۔ مثلاً پرانا دوست، خوبصورت پھول، سفید کاغذ، ذہین لڑکا وغیرہ۔

JOIN FOR MORE!!!

۴۔ مرکب عددی:

عدد اور معدود سے مل کر بننے والا مرکب مرکب عددی کہلاتا ہے۔ مثلاً پانچ کتابیں، پچاس سپاہی وغیرہ۔

۵۔ مرکب اشاری:

ایسے مرکب جو اشارہ اور مشار الیہ سے مل کر بنتے ہوں مرکب اشاری کہلاتے ہیں۔ مثلاً یہ کتاب، وہ کوٹ، یہ پنسل وغیرہ۔

۶۔ مصدر:

یہ وہ اسم ہے جو خود تو کسی سے نہ بنے مگر اس سے کئی الفاظ بنائے جا سکیں۔ مثلاً کاٹنا، دھونا، چھیلنا وغیرہ۔

۷۔ حاصل مصدر:

یہ وہ اسم ہے جو کسی فعل کی کیفیت یا اثر کو ظاہر کرے اور کسی مصدر سے نکلا ہو۔ جیسے چھلنا سے چھلن، پکانا سے پکوان، دھونا سے دھلائی، رنگنا سے رنگائی وغیرہ۔

۸۔ فعل امر:

یہ وہ فعل ہے جس میں مثبت حکم پایا جاتا ہے۔ مثلاً آم کھالو، کنواں کھودو وغیرہ۔

۹۔ فعل نہی:

یہ وہ فعل ہے جس میں منفی حکم پایا جاتا ہے۔ مثلاً یہ آم مت کھاؤ، گالی نہ دو، آج کا کام کل پر مت ڈالو وغیرہ۔

۱۰۔ تخلص:

شاعر کا قلمی نام تخلص کہلاتا ہے۔ یہ ایسے نام ہوتے ہیں جو شاعر اپنے اصلی نام کے بجائے شعروں میں استعمال کرتا ہے۔ مثلاً میر تقی میرؔ، علامہ اقبالؔ، الطاف حسین حالیؔ، اسد اللہ خان غالبؔ وغیرہ۔

۱۱۔ عرف:

وہ نام جو اصلی نام کے بجائے مختصر کر کے پیار یا حقارت کی وجہ مشہور ہو جائے۔ مثلاً جلال الدین عرف جلو، رفیع الدین عرف رفو، بیلی یا پپو وغیرہ

۱۲۔ کنیت:

جو نام اپنے باپ دادا کی روایت کے مطابق ہو۔ مثلاً ابو بکر صدیقؓ، ابن علی وغیرہ۔

۱۳۔ اسم جامد:

یہ وہ اسم ہے جو نا خود کسی کلمے سے بنا ہو اور نا کوئی اور کلمہ اس سے بن سکے۔

۱۴۔ لقب:

کسی شخص کی خاص صفت یا خوبی پر دیا گیا نام اس شخص کا لقب کہلاتا ہے۔ مثال کے طور پر مصورِ غم، کلیم اللہ وغیرہ۔

۱۵۔ خطاب:

کسی شخص کی محنت اور وفاداری کے صلے میں حکومت کی طرف سے عطا ہونے والا نام خطاب کہلاتا ہے۔ مثلاً سر (سر سید احمد خان) شمس العلماء (ڈاکٹر علامہ اقبال) یہ اعزازات حکومت وقت کسی بھی شخص کی خدمات کے سلسلے میں دیتی ہے۔

۱۶۔ فعل لازم:

یہ وہ فعل ہے جو صرف فاعل پر پورا ہو جائے اور مفعول کا مطالبہ نہ کرے۔ جیسے سونا، اڑنا وغیرہ۔

JOIN FOR MORE!!!

۱۷۔ فعل متعدی:

یہ وہ فعل ہے جو فاعل کے ساتھ ساتھ مفعول کا بھی مطالبہ کرے۔ جیسے: میں نے آم کھایا

۱۸۔ سابقہ:

وہ کلمہ جو دوسرے الفاظ کے شروع میں داخل ہو کر ان کے معنی میں کوئی اضافہ کرے۔ مثلاً نوروز، نونہال، نوعمر، نومسلم۔

۱۹۔ لاحقہ:

وہ کلمہ جو دوسرے الفاظ کے آخر میں مل کر ان کے معنی میں اضافہ کرے۔ مثلاً دل دار، پیغام بر، نامہ بر۔

۲۰۔ حمد:

حمد کے معنی صفت یا تعریف کے ہیں۔ حمد کے معنی ہیں تعریف۔ حمد اس نظم کو کہتے ہیں جس میں خداوند تعالیٰ کا ذکر کر کے اس کا شکریہ ادا کیا جائے۔

۲۱۔ نعت:

نعت کے معنی صفت یا تعریف کے ہیں۔ نعت اس نظم کو کہتے ہیں جس میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے اوصاف، فضائل اور کریمانہ اخلاق کا بیان ہو۔

۲۲۔ مناجات:

مناجات کے معنی ہیں کان میں بات کہنا۔ مناجات اس نظم کو کہتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی اور نیازمندی کے ساتھ اس طرح دعا اور التجا کی جائے جیسے اس کے دربار میں کھڑے ہوں۔

۲۳۔ منقبت:

منقبت کے معنی تعریف کے ہیں۔ منقبت اس نظم کو کہا جاتا ہے جس میں صحابہ کرام یا علماء کرام کے اوصاف بیان کیے جائیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں اکثر شعراء نے منقبت لکھی ہے۔

۲۴۔ قصیدہ:

قصیدہ اصل میں وہ نظم ہے، جس میں مدح یا ہجو بیان ہو، اس صورت میں قصیدے کا تعلق عموماً سلاطین اور امراء کے دربار میں ہوتا ہے۔

۲۵۔ مرثیہ:

مرثیہ اس نظم کو کہتے ہیں، جس میں کسی شخص کے انتقال کے بعد اس کے بارے میں کوئی غم زدہ نظم پڑھی جائے۔ آج کل مرثیہ گوئی صرف واقعات کربلا تک محدود ہو کر رہ گئے ہیں۔

۲۶۔ اسم نکرہ:

کسی عام چیز، جگہ یا جانور کے نام کو اسم نکرہ کہتے ہیں۔ مثلاً لڑکے، درخت، اسپتال وغیرہ۔

۲۷۔ اسم معرفہ:

کسی خاص چیز، شخص یا جگہ کے نام کو اسم معرفہ کہتے ہیں۔ مثلاً محمد علی جناح لاہور، ایرانی گھوڑا وغیرہ۔

JOIN FOR MORE!!!

۲۸۔ اصناف سخن:

اصناف سخن سے مراد شاعری کے مختلف اقسام ہیں۔

۱۔ غزل:

غزل کے معنی عورتوں کی زبان یا محبوب سے باتیں کرنا ہے۔ عام طور پر اس میں عاشقانہ مضامین بیان کیے جاتے ہیں اس کے علاوہ غزل میں شراب وساقی، گل و بلبل، ہجر و وصال وغیرہ کے قصے بیان کیے جاتے ہیں۔ موجودہ غزل کا دائرہ بہت وسیع ہے اور اس میں بہت سے مختلف مضامین شامل ہیں۔

۲۔ رباعی:

یہ لفظ ربع سے بنا ہے، جس کے معنی چار ہیں۔ شاعری میں ایسے بند کو رباعی کہتے ہیں جس کے چار مصرعے ہوتے ہیں۔ رباعی کے اول دو مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں۔ تیسرے مصرعے میں قافیہ نہیں ہوتا مگر چوتھے مصرعے میں قافیہ کا ہونا لازمی ہے۔ رباعی کا یہی مصرعہ رباعی کی جان ہوتا ہے۔ یعنی جو کچھ شاعر کو بیان کرنا ہوتا ہے اس کا نچوڑ اسی مصرعے میں ہوتا ہے۔

۳۔ مسدس:

یہ عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی چھ کے ہیں لیکن شاعری میں ایسی نظم کو مسدس کہا جاتا ہے، جس کے ہر بند میں چھ مصرعے ہوں۔ اس کے پہلے چار مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں اور آخری کے دو مصرعے علیحدہ قافیہ کے ساتھ کہے جاتے ہیں۔ مسدس میں اخلاقی، مذہبی، تاریخی، سیاسی اور نصیحت آمیز مضامین بیان کیے جاتے ہیں۔

۴۔ قافیہ:

قافیہ کا لغوی مطلب ہے بار بار آنے والا۔ شعر میں قافیہ ان ہم آواز اور ہم وزن الفاظ کو کہتے ہیں۔ جو غزل کے ہر شعر کے آخر میں ردیف سے پہلے لائے جاتے ہیں ان الفاظ کے معنی اور املا بھی مختلف ہوتے ہیں اور یہ مسلسل تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ مثلاً کوئی امید بر نہیں آتی کوئی صورت نظر نہیں آتی

اس میں "بر" اور "نظر" قافیہ ہیں

۵۔ ردیف:

وہ لفظ جو غزل اور قصیدے کے آخر میں قافیہ کے پیچھے بار بار آئے اسے ردیف کہتے ہیں۔ مثلاً کوئی امید بر نہیں آتی کوئی صورت نظر نہیں آتی

اس میں "بر" اور "نظر" ردیف ہیں۔

۶۔ مطلع:

غزل کے پہلے شعر کو مطلع کہتے ہیں۔ مطلع طلوع ہونے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ غزل کے پہلے شعر جس کے دونوں مصرعے ہم قافیہ اور ردیف ہوں مطلع کہلاتے ہیں۔ میر تقی میر کی ایک مشہور غزل کا مطلع ہے۔

الٹی ہو گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا
دیکھا اس بیماری دل نے آخر کام تمام کیا

۷۔ مقطع:

غزل کا آخری شعر جس میں شاعر عام طور پر اپنا تخلص استعمال کرتا ہے۔ مقطع کہلاتا ہے۔ مثلاً بہادر شاہ ظفر کی غزل کا مقطع ہے۔

ظفر آدمی اس کو نہ جانیے گا کہ وہ ہو کیسا ہی صاحب فہم وذکا
جسے عیش میں یاد خدا نہ رہی جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا

۸۔ مخمس:

مخمس کے لفظی معنی پانچ پانچ کی شکل میں لکھی ہوئی وہ مسلسل نظم جس کا ہر بند پانچ مصرعوں پر مشتمل ہوتا ہے مخمس کہلاتا ہے نظیر اکبر آبادی کی نظم فنس نامہ بہترین مخمس ہے۔

۹۔ حسن مطلع:

اگر غزل میں پہلے شعر یعنی مطلع کی طرح دوسرا شعر بھی ایسا ہی آجائے کہ جسکے دونوں مصرع ہم قافیہ ہوں تو اس کو حسن مطلع کہتے ہیں۔ مثلاً فیض احمد فیض کی غزل

ہم پرورش لوح وقلم کرتے رہیں گے
جو دل پہ گزرتی ہے رقم کرتے رہیں گے (مطلع)
اسباب غم عشق بہم کرتے رہیں گے
ویرانی دوراں پہ کرم کرتے رہیں گے (حسن مطلع)

JOIN FOR MORE!!!

۲۹۔ محاورہ:

لغت میں بول چال اور بات چیت کو محاورہ کہتے ہیں لیکن اصطلاح میں یہ اس خاص بول چال کا نام ہے جس میں الفاظ اس حقیقی معنویت میں استعمال نہ ہوئے ہوں۔ مثلاً روٹی کھانا اور قسم کھانا دو مختلف جملے ہیں۔ جس میں روٹی کھانے میں حقیقی معنی استعمال ہوئے ہیں جبکہ قسم کے کھائے جانے میں ایسا نہیں ہے۔ اس لئے دوسرا جملہ محاورہ ہے۔

۳۰۔ ضرب المثال:

بعض جملے کسی خاص موقع پر بولے جاتے ہیں اور بار بار کے استعمال سے لوگوں کی زبانوں پر بڑھ چڑھ جاتے ہیں۔ ایسا ہر جملہ ضرب المثال کے درجہ میں آتا ہے۔ ضرب المثال دنیا کی ہر زبان میں پائی جاتی ہے اور انسانوں کے بہترین تجربات اور گہرے مشاہدات کا نچوڑ ہوتی ہے۔ محاورات کی طرح ضرب المثال کے الفاظ بھی اپنے حقیقی معنوں میں استعمال نہیں ہوتے۔ مثلاً ''آم کے آم گٹھلیوں کے دام'' اس کے معنی ہیں دوہرا فائدہ ''چھوٹا منہ بڑی بات'' یعنی اپنی حیثیت سے بڑھ کر کوئی بات کہنا۔

اسم نکرہ کی اقسام

اسم نکرہ کی چھ اقسام ہیں:

۱۔ اسم ذات　　۲۔ اسم فاعل　　۳۔ اسم حالیہ

۴۔ اسم معاوضہ　　۵۔ اسم حاصل مصدر　　۶۔ اسم صفت

۱۔ اسم ذات:

قواعد میں اسم ذات وہ اسم نکرہ ہے جو ایک قسم کی چیز کو دوسری قوم کی چیز سے الگ پہچاننے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

مثال:

۱۔ مرد، عورت، لڑکا، لڑکی، بچہ، جوان، بوڑھا وغیرہ　　۲۔ گھوڑا، گدھا، اونٹ، ہاتھی، بیل، گائے، مچھر وغیرہ

۳۔ کوا، بلبل، چیل، ہدہد، شاہین، چڑیا، کبوتر وغیرہ　　۴۔ انار، سیب، آم، خوبانی، انگور، خربوزہ، وغیرہ

۵۔ سونا، چاندی، تانبا، پیتل، مٹی، پتھر، چونا، وغیرہ

اوپر کی مثالوں پر غور کیجئے ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ انسان، حیوان، نباتات اور بے جان اشیاء وغیرہ کی بھی کئی اقسام ہیں ان اقسام کے الگ الگ نام ہیں۔ اسم ذات کی اقسام

۱۔ اسم آلہ　　۲۔ اسم ظرف　　۳۔ اسم مصغر　　۴۔ اسم مکبر　　۵۔ اسم صوت

(۲۰۱۴)　(۲۰۱۷)

۱۔ اسم آلہ:

وہ اسم جو ایسی چیز کے بارے میں بتائے جو کوئی کام کرنے کا ذریعہ یا وسیلہ ہو اور جس میں کسی اوزار یا ہتھیار کے معنی پائے جائیں مثلاً چھلنی، چاقو، جھاڑن، ہتھوڑا وغیرہ۔

۲۔ اسم ظرف:

(۲۰۱۷)

اسم ظرف کی دو اقسام ہیں۔　(i) اسم ظرف زماں　(ii) اسم ظرف مکاں

(i) اسم ظرف زماں:

وہ اسم ہے جس میں وقت کے معنی پائے جائیں مثلاً صبح، دوپہر، شام، رات وغیرہ

صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے

عمر یونہی تمام ہوتی ہے

(ii) اسم ظرف مکاں:

وہ اسم ہے جس میں جگہ کے معنی پائے جائیں مثلاً گھر، مسجد، باغ، میدان وغیرہ۔ اکثر اسم ظرف مکاں ہندی اور فارسی لاحقوں سے بنتے ہیں۔ مثلاً میوہ منڈی، رام نگر، عجائب گھر، دیوان خانہ، گلستان، لالہ زار وغیرہ۔

۳۔ اسم صوت:

وہ اسم جو کسی جاندار یا بے جان چیز کی آواز کو ظاہر کرے مثلاً میاؤں میاؤں، تڑاق تڑاق، ٹن ٹن وغیرہ۔

۴۔ اسم مصغّر:

ایسا اسم جس میں چھوٹا ہونے کے معنی پائے جائیں مثلاً صندوق سے صندوقچہ، کتاب سے کتابچہ وغیرہ۔

۵۔ اسم مکبر:

وہ اسم جس میں بڑا ہونے کے معنی پائے جائیں مثلاً بات سے بتنگڑ، پگڑی سے پگڑ وغیرہ۔

JOIN FOR MORE!!!

(۱) واحد جمع

واحد	جمع	واحد	جمع	واحد	جمع
مقبرہ	مقابر	کافر	کفار	منزل	منازل
لقب	القاب	نوع	انواع	وہم	اوہام
لطیفہ	لطائف	یوم	ایام	ملک	ملائک
نجم	نجوم	ملک	ممالک	ولی	اولیاء
فرعون	فراعین	یتیم	یتامیٰ	عقیدہ	عقائد
وارث	ورثاء	حال	حالات	ہنر	اہنار
جوہر	جواہر	غریب	غرباء	دلیل	دلائل
امیر	امراء	مرحلہ	مراحل	وزیر	وزراء
مشہور	مشاہیر	وظیفہ	وظائف	عجب	عجائب
کسر	کسور	خصلت	خصائل	لغت	لغات
روح	ارواح	قصیدہ	قصائد	سلطان	سلاطین
قید	قیود	حق	حقوق	مرثیہ	مراثی
مکتب	مکاتب	خاص	خواص	مراسلہ	مراسلات
عام	عوام	رسالہ	رسائل	اُفق	آفاق
تصویر	تصاویر	شریف	شرفاء	عالم	علماء
اصل	اصول	نتیجہ	نتائج	صاحب	اصحاب
ظلم	مظالم	ذریعہ	ذرائع	خبر	اخبار
حاصل	حاصلات	ناصر	انصار	کتاب	کتب
نبی	انبیاء	وسیلہ	وسائل	قوت	قواء
ملک	ملوک	عمر	اعمار	حصہ	حصص

JOIN FOR MORE!!!

(۲) اہم الفاظ کی جمع الجمع:

واحد	جمع	الجمع	واحد	جمع	الجمع
فتح	فتوح	فتوحات	نادر	نوادر	نوادرات
وجہ	وجوہ	وجوہات	رسم	رسوم	رسومات
عجیب	عجائب	عجائبات	نظر	ناظر	ناظرین
اسم	اسماء	اسامی	ارض	اراضی	ارضیات
رقم	رقوم	رقومات	مانع	موانع	موانعات
جوہر	جواہر	جواہرات	لقب	القاب	القابات
لازم	لوازم	لوازمات	امر	امور	امورات
دوا	ادویہ	ادویات	رکن	ارکان	اراکین
حادثہ	حوادث	حادثات	عارضہ	عوارض	عوارضات

JOIN FOR MORE!!!

(۳) متضاد الفاظ

الفاظ	متضاد	الفاظ	متضاد	الفاظ	متضاد
علم	جہل	سود	زیاں	کش	کمش
خوش	ملول	روز	شب	بلند	پشت
نیک	بد	نور	ظلمت	قلیل	کثیر
آغاز	انجام	ابتداء	انتہاء	فنا	بقا
پس	پیش	شاہ	گدا	خشک	تر
گل	خار	کانٹا	پھول	سفید	سیاہ
حق	باطل	آشنا	بیگانہ	اوج	پستی
بحر	بر	قریب	بعید	باطن	ظاہر
امید	یاس	امانت	خیانت		

(۴) مترادف الفاظ

الفاظ	مترادف	الفاظ	مترادف	الفاظ	مترادف
خیر	برکت/عافیت	عیش	عشرت	امن	امان
فتح	نصرت	رنج	غم/الم	غیظ	غضب
عزم	حوصلہ/ہمت/استقلال	حق	صداقت	اتفاق	اتحاد
نرم	نازک	حسن	جمال	ذوق	شوق
کشت	خون	مال	دولت	تعریف	توصیف
جبر	آبرو	چست	چالاک	عزت	تکریم
جدائی	فرقت	آرام	سکون	تنہائی	خلوت
حزن	ملال	غرور	تکبر	لطف	مزہ

JOIN FOR MORE!!!

(۵) سابقہ اور لاحقہ

الفاظ	سابقے	الفاظ	سابقے
زیر	زیرجامہ۔ زیرتربیت۔ زیرنظر۔ زیرنگین	ہر	ہرجائی۔ ہردلعزیز۔ ہرفن مولا۔ ہرگاہ
صدر	صدردروازہ۔ صدرمدرس۔ صدرمعلم	مہ/ماہ	ماہ پارہ۔ ماہتاب۔ مہ جبیں۔ ماہ وش
واجب	واجب الادا۔ واجب التعظیم۔ واجب التحمل	تر	ترکاری۔ تربتر۔ تردامن۔ ترزبان
نا	نادان۔ ناپاک۔ نادار۔ نالائق	اَن	اَن پڑھ۔ انجان۔ انتھک۔ ان گنت۔ انمول
اہل	اہل دولت۔ اہل نظر۔ اہل ہمت۔ اہل زر۔ اہل بیت	بے	بےبس۔ بےکار۔ بےمروت۔ بےڈھب۔ بےدھڑک
با	باادب۔ باضابطہ۔ بااصول۔ باتمیز۔ بااثر	بد	بدچلن۔ بدبخت۔ بدنصیب۔ بدمزاج۔ بدصورت
بُلند	بُلند اقبال۔ بُلند خیال۔ بُلند ہمت۔ بُلند نظریہ۔ بُلند مرتبہ	بیت	بیت الحکمت۔ بیت المال۔ بیت الحرام۔ بیت الخلاء
خلاف	خلاف دستور۔ خلاف قاعدہ۔ خلاف شروع۔ خلاف توقع	تیز	تیزرفتار۔ تیزگام۔ تیزرو۔ تیزمزاج
دست	دست بردار۔ دست پناہ۔ دست درازی۔ دست شناس	پا	پابند۔ پاپوش۔ پاجامہ۔ پازیب
لا	لااُبالی۔ لاجواب۔ لاچار۔ لاریب	عدم	عدم آباد۔ عدم ادائیگی۔ عدم توجہ۔ عدم دستیابی
ذی	ذی ہوش۔ ذی اختیار۔ ذی چشم۔ ذی وقار	خیر	خیراندیش۔ خیرباد۔ خیرخواہ۔ خیرمقدم
خر	خرمستی۔ خردماغ۔ خرمن۔ خراس	پیش	پیش امام۔ پیش رفت۔ پیش بندی۔ پیش خیمہ
پس	پس انداز۔ پسپائی۔ پس ماندہ۔ پس منظر	پست	پست ہمت۔ پست قامت۔ پست قد۔ پست فطرت
کم	کم ظرف۔ کم ہمت۔ کم گو۔ کم عقل	نازک	نازک اندام۔ نازک مزاج۔ نازک بدن۔ نازک خیال

الفاظ	سابقے	الفاظ	سابقے
نیم	نیم گو۔نیم حکیم۔نیم ملا۔نیم عریاں	تنگ	تنگ دل۔تنگ نظر۔تنگ ظرف۔تنگ حوصلہ
پاک	پاک دل۔پاکباز۔پاک فطرت۔پاک دامن	شہ/شاہ	شاہراہ۔شاہکار۔شہ رگ۔شہسوار۔شاہ جہاں
غیر	غیرموزوں۔غیرمناسب۔غیرضروری	عالی	عالی نسب۔عالی ہمت۔عالی ظرف۔عالی قدر
پُر	پُرکیف۔پُردرد۔پُرنور۔پُرجوش۔پُرمعنی	دَر	دَرکار۔دَرگزر۔دَرآمد۔دَرپیش۔دَرکنار
بن	بن بلائے۔بن بیاہی۔بن دیکھے۔بن کہے	باز	باز پرس۔بازدعویٰ۔بازگشت۔بازیاب
ہم	ہم خیال۔ہم راز۔ہم سفر۔ہم وطن۔ہم پیالہ۔ہم رکاب۔ہم نوالہ	نو	نونہال۔نومسلم۔نوجوان۔نوعمر۔نوزائیدہ
چو	چوبارہ۔چوراہا۔چوکور۔چوکنا	خوش	خوش نصیب۔خوش ذائقہ۔خوش قسمت۔خوش اخلاق
یک	یک دم۔یک زبانی۔یک رنگ۔یک جان	خود	خودغرض۔خودپسند۔خودسر۔خوددار۔خودمختار
سر	سرتاج۔سرنگوں۔سرکردہ۔سرچشمہ۔سربلند	صاحب	صاحب علم۔صاحب ہمت۔صاحب ہوش۔صاحب بہار
قابل	قابل قدر۔قابل دید۔قابل تعریف	مہا	مہاراجا۔مہابھارت۔مہادیو۔مہاراج

(۵) سابقہ اور لاحقہ

الفاظ	لاحقے	الفاظ	لاحقے
پسند	حق پسند۔دل پسند۔ترقی پسند۔شہرت پسند	پرور	روح پرور۔جان پرور۔انصاف پرور۔کینہ پرور
پوش	سیاہ پوش۔کمبل پوش۔سرخ پوش۔میز پوش	آور	زورآور۔نشہ آور۔قدآور۔زہرآور
آمیز	زہرآمیز۔حسرت آمیز۔مصلحت آمیز۔گل آمیز	انگیز	فتنہ انگیز۔دردانگیز۔حیرت انگیز۔فکرانگیز
باز	دغاباز۔دھوکہ باز۔جانباز۔کبوتر باز	پرست	وطن پرست۔قوم پرست۔خداپرست۔مادہ پرست۔عقل پرست
پن	بچپن۔لڑکپن۔اکھڑپن۔عورت پن۔دیوانہ پن	اندیش	خیراندیش۔دوراندیش۔بداندیش
آرا	بزم آرا۔جہاں آرا۔محفل آرا۔حسن آرا	زدہ	خوف زدہ۔ستم زدہ۔غم زدہ۔مصیبت زدہ
تان	گلستان۔ریگستان۔قبرستان۔گلستان	نواز	بندہ نواز۔غریب نواز۔دلنواز۔جاں نواز
گاہ	سیرگاہ۔عیدگاہ۔چراگاہ۔شرم گاہ	کدہ	نعمت کدہ۔بُت کدہ۔صنم کدہ۔عشرت کدہ
طلب	خیرطلب۔دادطلب۔انصاف طلب۔جفاطلب	زدہ	غم زدہ۔آفت زدہ۔مصیبت زدہ۔فاقہ زدہ
رُخ	لالہ رُخ۔گل رُخ۔شعلہ رُخ۔بے رُخ	خانہ	بت خانہ۔صنم خانہ۔ڈاک خانہ۔باورچی خانہ
خور	غوطہ خور۔حلال خور۔گوشت خور۔آدم خور	خوان	نعت خوان۔نغمہ خوان۔افسانہ خوان۔دسترخوان
گین	غمگین۔شرمگین۔حسگین۔سرگین	گیر	دستگیر۔دامن گیر۔جاگیر۔سوگیر
گو	کم گو۔دروغ گو۔نعت گو۔سخن گو۔غزل گو	فروش	کتب فروش۔میوہ فروش۔گل فروش۔بُت فروش
زیب	دیدہ زیب۔بازیب۔جامہ زیب۔جہاں زیب	سار	خاکسار۔شرمسار۔ملنسار۔کوہسار

JOIN FOR MORE!!!

الفاظ	لاحقے	الفاظ	لاحقے
نما	بدنما۔ جلوہ نما۔ خوش نما۔ رہنما۔ قطب نما	ہٹ	گھبراہٹ۔ مسکراہٹ۔ کڑواہٹ۔ لڑکھڑاہٹ
نشین	پردہ نشین۔ ہم نشین۔ سجادہ نشین۔ گدی نشین	ناک	دردناک۔ خوفناک۔ غمناک۔ نمناک
شعار	اطاعت شعار۔ کفایت شعار۔ ستم شعار۔ وفا شعار	کدہ	دولت کدہ۔ آتش کدہ۔ بت کدہ۔ غم کدہ
خوار	خون خوار۔ شیر خوار۔ غمخوار	بار	اشکبار۔ گہربار۔ مشکبار۔ عطربار
بخش	حیات بخش۔ راحت بخش۔ فرحت بخش۔ نافع بخش	مند	دانشمند۔ حاجت مند۔ ضرورت مند۔ عقل مند۔ دردمند
گار	مددگار۔ خدمت گار۔ پروردگار۔ طلب گار	کار	بدکار۔ جفاکار۔ اداکار۔ ستم کار
ساز	کارساز۔ بہانہ ساز۔ جلد ساز۔ زمانہ ساز	دان	قدردان۔ سائنس دان۔ نکتہ دان۔ ریاضی دان۔ قدردان
زیب	دیدہ زیب۔ جہاں زیب۔ جامہ زیب	شناس	حق شناس۔ مردم شناس۔ جوہر شناس۔ اداشناس
بند	پابند۔ حنابند۔ کمربند۔ نظربند	آموز	سبق آموز۔ خود آموز۔ عبرت آموز۔ نصیحت آموز
دار	پروانہ دار۔ دیوانہ دار۔ قصوردار	یاب	فتح یاب۔ ظفریاب۔ نایاب۔ کمیاب
نو	تنظیم نو۔ عہد نو۔ تعمیر نو	بردار	مال بردار۔ علم بردار۔ فرماں بردار۔ مشعل بردار
یافتہ	انعام یافتہ۔ تربیت یافتہ۔ ترقی یافتہ۔ سزایافتہ	وٹ	بناوٹ۔ رکاوٹ۔ سجاوٹ۔ لگاوٹ
نامہ	محبت نامہ۔ خبرنامہ۔ طلاق نامہ۔ عہد نامہ	بان	باغبان۔ دربان۔ ساربان۔ فیل بان
زیب	دیدہ زیب۔ بازیب۔ جامہ زیب۔ جہاں زیب	سار	خاکسار۔ شرمسار۔ ملنسار۔ کوہسار

JOIN FOR MORE!!!

(۶) صفت نسبتی

اسم	صفت نسبتی	اسم	صفت نسبتی	اسم	صفت نسبتی
انسان	انسانی	آخرت	اُخروی	بزدل	بزدلانہ
بیضہ	بیضوی	پیچھے	پچھلا	رنگ	رنگین۔ رنگیلا
دنیا	دنیاوی	دل	دلی	پدر	پدرانہ
زن	زنانہ	صحرا	صحرائی	طوفان	طوفانی
گاؤں	گنوار	نباتات	نباتاتی	وزن	وزنی
نیلا	نیلگوں	ہمدرد	ہمدردانہ	ادب	ادبی
اسلام	اسلامی	احمق	احمقانہ	پتھر	پتھریلا
دکھ	دکھی	باراں	بارانی	جسم	جسمانی

اسم	صفت نسبتی	اسم	صفت نسبتی	اسم	صفت نسبتی
زمین	زمینی	روح	روحانی	سنت	سنی
شہر	شہری	عنبر	عنبرین	گلاب	گلابی
نمک	نمکین	غلام	غلامانہ	معدن	معدنی
طلسم	طلسماتی	آب	آبی	بحر	بحری
ارض	ارضی	حکیم	حکیمانہ	رب	ربانی
بشر	بشری	خدا	خدائی	سرمہ	سرمئی
سائنس	سائنسی	سونا	سنہری	صوبہ	صوبائی
غم	غمگین	مادّہ	مادّی	نقرہ	نقرئی
موسم	موسمی	نفس	نفسانی		

JOIN FOR MORE!!!

اسم فاعل:

ایسا ہر اسم جو کسی کام کرنے والے (فاعل) کے لیے استعمال ہو۔ اور وہ اس شخص کا اصلی نام نہ ہو۔ یعنی کام کی مناسبت سے جو نام پکارا جائے اسم فاعل کہلاتا ہے۔

اسم مفعول:

وہ اسم جو کسی ایسے شخص یا چیز کے لیے استعمال ہو جس پر کوئی فعل واقع ہو چکا ہو یا وہ اسم جو کام کی مناسبت سے مفعول کی بجائے استعمال ہو وہ اسم مفعول کہلاتا ہے۔

(۷) اسم فاعل ومفعول

لفظ	فاعل	مفعول
ظلم	ظالم	مظلوم
قتل	قاتل	مقتول
قصد	قاصد	مقصود
حمد	حامد	محمود
شکر	شاکر	مشکور
نظر	ناظر	منظور
جبر	جابر	مجبور
علم	عالم	معلوم

(۸) اسمِ صفت

الفاظ	اسم صفت
کافر	کافرانہ
عادل	عادلانہ
عاجز	عاجزانہ
عالم	عالمانہ
فقیر	فقیرانہ
حلیم	حلیمانہ
حکیم	حکیمانہ
حاکم	حاکمانہ
باغی	باغیانہ
مجاہد	مجاہدانہ
شریف	شریفانہ
شاعر	شاعرانہ

JOIN FOR MORE!!!

(۹) اسمِ مصغر اور اسمِ مکبر

اسم مصغر	اسم مکبر	اسم مکبر	اسم مصغر
چھری	چھرا	پہاڑ	پہاڑی
راہ	شاہراہ	لوٹا	لٹیا
لاٹھی	لٹھ	کتاب	کتابچہ
تختی	تختہ/تخت	شیشہ	شیشی
ہتھوڑی	ہتھوڑا	دیگ	دیگچی
رسی	رسہ	پلنگ	پلنگیا/پلنگڑی
ڈھولکی	ڈھول/ڈھولک	دم	دمچی/دمیہ
جھاڑی	جھاڑن	بالا	بالی
چھتری	چھاتا	ڈبا	ڈبیا
پگڑی	پگڑ	صندوق	صندوقچی
ٹوپی	ٹوپ/ٹوپیہ	روٹ	روٹی

(۱۰) مذکر مونث

مذکر	مونث	مذکر	مونث	مذکر	مونث	مذکر	مونث	مذکر	مونث
پڑوسی	پڑوسن	بھکاری	بھکارن	باورچی	باورچن	چودھری	چودھرائن	پجاری	پجارن
درزی	درزن	جوگی	جوگن	دیہاتی	دیہاتن	مالی	مالن	انگریز	انگریزن
مالک	مالکن	چودہری	چودہرانی	اُستاد	اُستانی	دیور	دیورانی	مُلّا	مُلّانی
ساحر	ساحرہ	طبیب	طبیبہ	سلطان	سلطانہ	عقیل	عقیلہ	محترم	محترمہ
مُدبّر	مُدبّرہ	محسن	محسنہ	مومن	مومنہ	رقاص	رقاصہ	مندوب	مندوبہ
ناظم	ناظمہ	پاگل	پگلی	پوتا	پوتی	بھانجا	بھانجی	خالو	خالہ
کنوارہ	کنواری	بادشاہ	ملکہ	شوہر	بیوی	غلام	کنیز	بندر	بندریا
مرغا	مرغی	بیل	گائے	چوہا	چوہیا	دولہا	دولہن	تیلی	تیلن
میراثی	میراثن	گوالا	گوالن	گھوسی	گھوسن	راجا	رانی	پٹھان	پٹھانی
درویش	درویشنی	اداکار	اداکارہ	شاعر	شاعرہ	مصنف	مصنفہ	عالم	عالمہ
عزیز	عزیزہ	معلم	معلمہ	مرحوم	مرحومہ	محبوب	محبوبہ	ناصر	ناصرہ
مفتی	مفتیہ	وارث	وارثہ	اندھا	اندھی	بھتیجا	بھتیجی	نواسا	نواسی
پھوپھا	پھوپھی	نواسا	نواسی	صاحبزادہ	صاحبزادی	خسر	خوش دامن	جن	پری
نواب	بیگم	چڑا	چڑیا	مینڈک	مینڈکی	مور	مورنی	دھوبی	دھوبن
شکاری	شکارن	فریبی	فریبن	ناگ	ناگن	جمعدار	جمعدارنی	شیر	شیرنی
جیٹھ	جیٹھانی	فقیر	فقیرنی	گلوکار	گلوکارہ	طالب	طالبہ	زاہد	زاہدہ
عامل	عاملہ	دوست	سہیلی	مفکر	مفکرہ	ملازم	ملازمہ	جمیل	جمیلہ
نادر	نادرہ	مریض	مریضہ	بیٹا	بیٹی	پیارا	پیاری	بڑا	بڑی
ماموں	ممانی	چچا	چچی	ابّا	امّی	داماد	بیٹی	صاحب	بیگم
چیونٹا	چیونٹی	کُتا	کُتیا	بکرا	بکری	گدھا	گدھی		

JOIN FOR MORE!!!

(۱۱) اہم محاورات اور جملے

محاورات	جملے
چھاتی سے لگانا	ماں نے محبت سے اپنے بیٹے کو چھاتی سے لگالیا۔
زیر زبر کرنا	باغیوں نے ملک کا سارا انظام زیر زبر کر دیا۔
آگ بگولہ ہونا	لوگ عموماً سچی اور صاف بات سن کر آگ بگولہ ہو جاتے ہیں۔
چھری کٹاری ہونا	غزالہ عمر میں بہت کم ہے مگر زبان کے اعتبار سے چھری کٹاری ہے۔
زاروزار رونا	وہ حادثہ میں اپنے رشتہ داروں کی موت پر زاروزار رو دیا۔
ہنگامہ گرم ہونا	جلسہ میں نعرہ بازی سے ہجوم میں ایک ہنگامہ گرم ہوگیا۔
ٹوٹ پڑنا	شادی کا کھانا لگتے ہی لوگ کھانے پر ٹوٹ پڑے۔
سر آنکھوں پر	آپ کا حکم سر آنکھوں پر مگر میری مجبوری بھی تو دیکھیں۔
سر چڑھانا	بھائی صاحب! بچوں کو زیادہ سر چڑھانا اچھا نہیں ہوتا۔
دماغ چاٹ لینا	کمپنی کی سیلز گرل نے اپنے پراڈکٹ کی تعریفوں سے میرا دماغ چاٹ لیا۔
پیشانی چوم لینا	حامد کی امتحان کی کامیابی پر اُس کی ماں نے اُس کی پیشانی چوم لی۔
پیشانی پر بل پڑنا	مسئلہ کی الجھن کی وجہ سے انسپکٹر کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔
آنکھ لگنا	رات کو دیر تک کام کرتے کرتے اچانک میری آنکھ لگ گئی۔
ناک میں دم کرنا	قرض خواہوں نے میرا ناک میں دم کر رکھا ہے۔
ناک رگڑنا	ملازم نے بہت ناک رگڑی مگر احمد صاحب نے اُسے معاف نہ کیا۔
کان بھرنا	تمہاری بھابھی تمہارے خلاف تمہارے بھائی کے کان بھرتی ہے۔
ہاتھ دھونا	وہ جھوٹے ایجنٹ کی باتوں میں آکر پچیس ہزار روپے سے ہاتھ دھو بیٹھا۔
پاؤں دھودھو کر پینا	نیک لڑکے اپنے محسن استادوں کے پاؤں دھودھو کر پیتے ہیں۔
منہ کی کھانا	احمد شاہ ابدالی کے مقابلے میں مرہٹوں نے منہ کی کھائی۔
آبدیدہ ہونا	جمیل کی کڑوی باتیں سن کر اُس کی بہت آبدیدہ ہوگئی۔
آپے سے باہر ہونا	کاشف کا انکار سن کر اس کے والد غصہ میں آپے سے باہر ہوگئے۔
آڑے ہاتھوں لینا	امجد کے گھر دیر سے آنے پر اس کے باپ نے اسے آڑے ہاتھوں لیا۔
آسمان ٹوٹ پڑنا	حادثہ کی وجہ سے محسن کے خاندان پر آسمان ٹوٹ پڑا۔
آگ بگولہ ہونا	بیوی کی نافرمانی پر اُس کا شوہر آگ بگولہ ہوگیا۔
آنکھوں کا تارا ہونا	حسن اپنے والدین کی آنکھوں کا تارا ہے۔
آنکھوں میں دھول جھونکنا	مجرموں نے بڑی صفائی سے قانون کی آنکھوں میں دھول جھونک دی۔

JOIN FOR MORE!!!

محاورات	جملے
آنکھیں بچھانا	اُس نے میرے وہاں پہنچنے پر میری راہ میں آنکھیں بچھادیں۔
آنکھیں چُرانا	وہ آن کل تم سے ملاقات کے لئے آنکھیں چُرا رہا ہے۔
آنکھیں دکھانا	ماں نے بچے کو آنکھیں دکھائیں تو بچہ ڈر کے مارے سہم گیا۔
آؤ بھگت کرنا	انہوں نے سب مہمانوں کی خوب آؤ بھگت کی۔
اپنا اُلّو سیدھا کرنا	وہ ایک نہایت خودغرض شخص ہے اسے صرف اپنا اُلّو سیدھا کرنے سے غرض ہے۔
اپنا سامنہ لے کر رہ جانا	تمام تر چالاکی کے باوجود جب اُسے ناکامی ہوئی تو وہ اپنا سامنہ لے کر رہ گئی۔
اپنے منہ میاں مٹھو	وہ ایک ناکام شخص ہے لیکن اسے اپنے منہ میاں مٹھو بننے کی عادت ہے۔
اُلٹی پٹی پڑھانا	اُس کی بیوی نے اسے ایسی اُلٹی پٹی پڑھائی کہ وہ اپنے خاندان سے علیحدہ ہوگیا۔
امید بر آنا	پسند کی شادی ہونے پر عرفان کی سب سے بڑی امید بر آئی۔
اوسان خطا ہونا	پولیس کو اپنے چاروں طرف دیکھ کر چور کے اوسان بری طرح خطا ہوگئے۔
اودھم مچانا	کلاس میں تمام طلباء خوب اودھم مچا رہے تھے۔
ایڑیاں رگڑنا	حادثے میں طبی امداد نہ ملنے پر ایک زخمی ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرا۔
اینٹ سے اینٹ بجادینا	زلزلہ اتنا شدید تھا کہ اُس نے پورے شہر کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔
بات بنانا	تمام لوگ اس سے ناراض تھے لیکن اس نے بڑی مشکل سے بات بنا کر انہیں راضی کیا۔
بات کا بتنگڑ بنانا	صائمہ تو ہر بات کا ایسا بتنگڑ بناتی ہے کہ اللہ معاف کرے۔
باتوں میں آنا	وہ ایک ناسمجھ لڑکی تھی اس لئے اس کی باتوں میں آگئی اور اپنا سارا زیور اُسے دے دیا۔
بازی لے جانا	جمیل اپنی محنت کی وجہ سے سب دوستوں پر بازی لے گیا۔
باغ باغ ہونا	انعام میں دو لاکھ روپے جیتنے پر وہ خوشی سے باغ باغ ہوگیا۔
بال بال بچنا	کل ہماری بس ایک خوفناک حادثہ سے بال بال بچ گئی تھی۔
بال کی کھال اتارنا	شاہد سے کوئی بات کرو تو وہ بال کی کھال اُتارنے میں لگ جاتا ہے۔
بڑا بول بولنا	ہمیشہ بڑا بول بولنے سے گریز کرنا چاہیے کیوں کہ بڑا بول اپنے ہی سامنے آتا ہے۔
بلائیں لینا	دادی اماں پوتے کی کامیابی پر اس کی خوب بلائیں لینے لگیں۔
بول بالا ہونا	حق کا ہمیشہ بول بالا ہوتا ہے۔
بے پر کی اُڑانا	وہ ہمیشہ بے پر کی اُڑاتا ہے اس لئے اس کی بات پر دھیان نہ دیا کرو۔
بیڑا اٹھانا	مجید نے اپنی ہمت سے اس مشکل کام کا بیڑا اٹھایا ہے۔
بیل منڈھے چڑھنا	شائستہ کی ہنرمندی سے سب لوگ اس شادی کے لئے رضامند ہوئے ورنہ یہ بیل منڈھے چڑھتی دکھائی نہ دیتی تھی۔
بھانڈا پھوڑنا	شکیل نے اچانک ہمارے سارے پروگرام کا بھانڈا پھوڑ دیا۔

JOIN FOR MORE!!!

محاورات	جملے
بھگو بھگو کر مارنا	اُسے گفتگو کا ہنر آتا ہے اس لئے اس نے سب کے سامنے آصف کو وہ بھگو بھگو کر ماریں کہ وہ بہت شرمندہ ہوا۔
بھینس کے آگے بین بجانا	عارفہ کو کوئی بات سمجھانا بھینس کے آگے بین بجانا ہے۔
پاپڑ بیلنا	عاصم نے یہ نوکری حاصل کرنے کے لئے بہت پاپڑ بیلے تھے۔
پالا پڑنا	ابھی تمہارا کسی تیز عورت سے پالا نہیں پڑا ورنہ تمہیں اتنی باتیں نہیں آتیں۔
پانی پانی کرنا	اُس کی صاف باتوں نے مجھے شرم سے پانی پانی کر دیا۔
پاؤں پھیلانا	ہر انسان کو اپنی چادر کو دیکھ کر پاؤں پھیلانا چاہئیں۔
پتھر کی لکیر ہونا	حق بات تو پھر آخر پتھر کی لکیر ہوتی ہے۔
پروان چڑھنا	اُردو زبان وقت گزرنے کے ساتھ تیزی سے پروان چڑھ رہی ہے۔
پہاڑ ٹوٹ جانا	شوہر کی بے وقت موت پر نجمہ پر مصیبتوں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔
پیٹ پر پتھر باندھنا	اُس نے اپنی زندگی کا بڑا عرصہ پیٹ پر پتھر باندھ کر گزارا۔
پیٹ کاٹنا	مزدور نے اپنا پیٹ کاٹ کر اپنے بچوں کے لئے تعلیم دلوانے کا بندوبست کیا۔
پیٹھ دکھانا	جنگ میں بزدل ہمیشہ پیٹھ دکھاتے ہیں اور بہادر جم کر مقابلہ کرتے ہیں۔
پیچ و تاب کھانا	اُس کی بدتمیزی کو دیکھ کر اُس کا باپ غصہ سے پیچ و تاب کھا کر رہ گیا۔
پھوٹ پھوٹ کر رونا	جمیلہ اپنے والد کی موت کی خبر سن کر پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔
پھولا نہ سمانا	امتحان میں نمایاں نمبروں سے کامیابی پر صائمہ خوشی سے پھولی نہ سما رہی تھی۔
پھونک پھونک کر قدم رکھنا	سچ کی راہ بہت مشکل ہے اس لئے اس راہ پر پھونک پھونک قدم رکھنا چاہیے۔
تاب نہ لانا	زخمی اپنے زخموں کی تاب نہ لا کر انتقال کر گیا۔
تارے گننا	رات بھر کسی کے انتظار میں اُس نے ساری رات تارے گنتے ہوئے گزاری۔
تاک میں رہنا	وہ ہمیشہ اس تاک میں لگا رہتا ہے کہ تمہیں نیچا دکھا سکے۔
تگنی کا ناچ نچانا	ثمینہ بہت تیز لڑکی ہے اس نے اپنے بہن بھائیوں کو تگنی کا ناچ نچا رکھا ہے۔
تن بدن میں آگ لگنا	اس کی باتیں سن کر اس کے والد کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔
تین پانچ کرنا	وہ ایک شریف آدمی ہے اس لئے وہ کبھی کسی سے تین پانچ نہیں کرتا۔
تیور بدلنا	جب اُس نے اپنی بیوی پر تنقید کی تو اس کے تیور بدل گئے۔
تیوری چڑھانا	بھائی صاحب کبھی ہنس کر بات نہیں کرتے بلکہ ہر وقت تیوری چڑھائے رکھتے ہیں۔
ٹال مٹول کرنا	وہ ایک طویل عرصہ سے قرضہ کی ادائیگی کے سلسلہ میں ٹال مٹول سے کام لے رہا ہے۔
ٹسوے بہانا	ایک تو تم نے غلطی اور اب بیٹھ کر ٹسوے بہا رہے ہو۔
ٹس سے مس نہ کرنا	امی نے بھی اُسے بہت سمجھایا لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔
ٹیڑھی کھیر ہونا	عائشہ بہت ٹیڑھی کھیر ہے اس لئے اسے باتوں سے قائل کرنا مشکل ہے

JOIN FOR MORE!!!

محاورات	جملے
ٹھوکریں کھانا	والدین سے ناراض ہو کر اس نے گھر چھوڑ دیا اب دربدر کی ٹھوکریں کھا رہا ہے۔
تین تیرہ ہونا	مسلمانوں کے حملہ سے دشمن کے سپاہی تین تیرہ ہو گئے۔
ٹکا سا جواب دینا	امّی نے جب بشریٰ سے اس سلسلہ میں بات کی تو اُس نے ٹکا سا جواب دے دیا۔
جان پر کھیلنا	شاہد نے اپنی جان پر کھیل کر ڈوبتے ہوئے بچے کی جان بچائی۔
جان پڑنا	کھلی ہوا میں آنے پر ہم سب کے جسموں میں جان پڑ گئی۔
جی چرانا	محنت سے جی چرانے والوں کو کبھی کامیابی حاصل نہیں ہوتی۔
جان چھڑکنا	ماں اپنے بچوں پر جان چھڑکتی ہے۔
جان میں جان آنا	جب شاکری نے سانپ کو مار دیا تو سب کی جان میں جان آئی۔
جان نکلنا	چھپکلی کو دیوار پر دیکھ کر کومل کی جان نکلی جا رہی تھی۔
جوتیاں سیدھی کرنا	بزرگوں کی جوتیاں سیدھی کئے بغیر علم حاصل نہیں ہوتا۔
جوتیوں میں دال بٹنا	مجید نے خاندان کے خلاف محبت کی شادی کی اب اس کے گھر میں جوتیوں میں دال بٹ رہی ہے۔
جوئے شیر لانا	اس کاروبار میں کامیابی حاصل کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔
دل بھر آنا	اُس کی درد بھری کہانی سن کر تمام حاظرین محفل کا دل بھر آیا۔
جوتیاں چٹخانا	علم حاصل کرو ورنہ ساری عمر جوتیاں چٹخانا پڑیں گی۔
جی چرانا	وہ ایک کام چور لڑکی ہے اس لئے ہر کام سے جی چراتی ہے۔
جھانسے میں آنا	اُس نے صائمہ کو ایسے حسین خواب دکھائے کہ وہ اُس کے جھانسے میں آگئی۔
چار چاند لگانا۔	نعیم نے اپنی محنت سے اپنی والدین کی عزت کو چار چاند لگا دیئے۔
حق ادا کرنا	کاشف نے بلاشبہ اپنے والدین کی خدمت کا حق ادا کر دیا۔
چھاتی پر سانپ لوٹنا	اُس کی کامیابی کی وجہ سے اُس کے تمام دشمنوں کی چھاتی پر سانپ لوٹنے لگے۔
چھکے چھڑا دینا	مٹھی بھر مجاہدین نے جنگ بدر میں کفار کے چھکے چھڑا دیئے۔
حرف آنا	کبھی کوئی ایسا کام نہیں کرو جس سے تمہاری نیک نامی پر حرف آئے۔
حواس باختہ ہونا	جرات مند لوگ مشکلوں میں کبھی حواس باختہ نہیں ہوتے۔
خاطر میں نہ لانا	مسلمان دنیا کی زندگی کو کبھی خاطر میں نہیں لاتے بلکہ آخرت کا سامان تیار کرتے ہیں۔
خاک چھاننا	اسلم نے اپنے گمشدہ بھائی کی تلاش میں تمام علاقوں کی خاک چھانی مگر اس کا بھائی نہیں ملا۔
خاک میں ملانا	بُری صحبت میں پڑ کر مسلم نے اپنے خاندان کا نام خاک میں ملا دیا۔
خبر گرم ہونا	شہر میں آج کل سیاسی تبدیلیوں کی خبر گرم ہوتی ہے۔
خمیازہ بھگتنا	تم نے غلطی کی ہے اب تمہیں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔
خون خشک ہونا	اپنے سامنے اچانک ایک سانپ دیکھ کر اس کا خون خشک ہو گیا۔

JOIN FOR MORE!!!

محاورات	جملے
خون سفید ہونا	آج کل لوگوں کا خون سفید ہوگیا ہے یہاں تک کہ ایک بھائی اپنے بھائی کی پرواہ نہیں کرتا۔
خون کے گھونٹ پی کر رہ جانا	اُس کے شوہر نے اس کی اتنی بے عزتی کی مگر وہ خاموش رہی اور خون کے گھونٹ پی کر رہ گئی۔
خیر باد کہنا	آن بھائی جان اپنے ملک کو خیر باد کہہ کر ہمیشہ کے لئے چلے جائیں گے۔
دال میں کالا ہونا	جمیل کو پریشان دیکھ کر مجھے اندازہ ہوگیا کہ دال میں کچھ کالا ہے۔
دام میں آنا	شاہد آج کر برے لوگوں کے دام میں آ گا ہے اس لئے وہ کسی کی پرواہ نہیں کرتا۔
دردِ سر ہونا	اس بچہ کو پڑھانا میرے لئے دردِ سر بنا ہوا ہے۔
دل بیٹھ جانا	اتنی شدید گرمی تھی کہ چل چل کر مسافر کا دل بیٹھنے لگا۔
دل توڑنا	ماریہ نے اُسے اپنا ہمدرد سمجھا تھا مگر اُس نے اُس کا دل توڑ دیا۔
دل میں گھر کرنا	بشریٰ نے اپنی خدمت سے اپنے سُسرال والوں کے دل میں گھر کرلیا۔
دم بخود رہ جانا	اس عمر مُں اُس کی اتنی معلومات دیکھ کر اُستاد صاحب دم بخود رہ گئے۔
دم بھرنا	حضور ﷺ کی محبت کا دم بھرنے والے بہت ہیں مگر سنت رسول ﷺ کی پیروی کرنے والے کم ہیں۔
دو دو ہاتھ کرنا	جب اُس نے بہت باتیں بنائیں تو میں نے بھی اُس سے دو دو ہاتھ کرنے کا فیصلہ کرلیا۔
رنگ اڑنا	والد صاحب کو اچانک اپنے سامنے دیکھ کر احسان کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔
رنگ فق ہو جانا	انیس اپنے ایک خوفناک کتے کو دیکھ کر بچے کا رنگ فق ہوگیا۔
زبان درازی کرنا	رفیق کی بیوی نے بہت زبان درازی کی مگر اس کے جواب اُس نے ایک لفظ بھی نہ کہا۔
زخموں پر نمک چھڑکنا	تم اُسے تسلی دے رہے ہو یا اس کے زخموں پر نمک چھڑک رہے ہو۔
زمین میں گڑ جانا	جب اُس کی چوری پکڑی گئی تو شرم کے مارے وہ زمین میں گڑ کر رہ گیا۔
زہر اُگلنا	وہ ہمیشہ اپنی باتوں سے سب کے خلاف زہر اُگلتا رہتا ہے۔
زندہ درگور ہونا	جوان بیٹے کی موت نے باپ کو زندہ درگور کردیا ہے۔
سٹی گم ہونا	اب تمہاری سٹی گم کیوں ہوگئی اب اس بات پر کھل کر بحث کرو۔
سر چڑھ کر بولنا	آن اُس کے حسن کا جادو سر چڑھ کر بول رہا ہے مگر یہ حسن سدا قائم رہنے والی شے نہیں ہے۔
سر چڑھنا	تم نے بچوں کو اتنی ڈھیل دی کہ وہ اب سر چڑھ گئے ہیں۔
شگوفہ چھوڑنا	اُس نے تو بس شگوفہ چھوڑا اب تم آپس میں لڑ رہے ہو۔
شیر و شکر ہونا	اسلام کی تعلیمات کے بعد عرب کے تمام قبائل شیر و شکر ہوگئے۔
صلواتیں سنانا	اس نے گلی میں کھڑے وہ صلواتیں سنائیں کہ سب محلے والے شرمندہ ہوگئے۔
طرح دینا	جمیل نے ہمیشہ اسے طرح دی اس لئے وہ اتنا بے ادب اور بدتمیز ہوگیا ہے۔
عقل پر پتھر پڑنا	ضمیر کی عقل پر ایسے پتھر پڑے کہ اس نے اپنا کاروبار خود برباد کرلیا۔
غبار نکالنا	اپنے دل کا غبار نکالنے سے غم کی شدت کم ہو جاتی ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

محاورات	جملے
قلع قمع کرنا	مسلمانوں نے ہمیشہ بُرائی کا قلعہ قمع کیا۔
گڑے مردے اُکھاڑنا	گڑے مدرے اُکھاڑنے سے بہتر ہے کہ نئی زندگی کا آغاز کیا جائے۔
گل کھلانا	تمہارے صاحبزادے آئے دن کیا کیا گل کھلاتے رہتے ہیں۔
لال پیلا ہونا	میری بات سن کر تمہارا دوست غصہ سے لال پیلا ہوگیا۔
مزا چکھانا	مسلمانوں نے ہمیشہ اپنی بہادری سے کافروں کو مزا چکھایا ہے۔
نظر چرانا	تم نے کوئی غلط حرکت کی ہے اس لئے تم مجھ سے نظر چرا رہے ہو۔
ہاتھ ملنا	اب وقت گزر گیا اس لئے اب ہاتھ ملنے سے تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔
ہوائیاں اڑنا	مُراد جب کل مجھ سے ملنے آیا تھا تو اس کے چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔

JOIN
FOR
MORE!!!

اہم جملوں کی تشریحات

سبق نمبر۱: اخلاقِ نبوی ﷺ

سوال: ذیل کے جملوں کی تشریح مع حوالہ سیاق وسباق کیجئے۔

جملہ(۱):

(الف): آنحضرت ﷺ کی عادت کسی کو بُرا بھلا کہنے کی نہ تھی۔

حوالہ سبق: مندرجہ بالا جملہ سبق "اخلاقِ نبوی ﷺ" سے لیا گیا ہے۔

حوالہ مصنف: اس کے لکھنے والے مصنف کا نام مولانا شبلی نعمانی ہیں۔ یہ مضمون ان کی کتاب سیرۃ النبی ﷺ سے ماخوذ ہے۔

تشریح:

سبق "اخلاقِ نبوی ﷺ" میں مصنف نے حضور پاک ﷺ کی حیات طیبہ کے کچھ پہلو اجاگر کیے ہیں ان میں سے ایک جملہ جو کہ اُم المومنین حضرت عائشہؓ نے حضور اقدس ﷺ کے اوصاف تفصیل سے بیان کیے ہیں فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی عادت کسی کو برا بھلا کہنے کی نہ تھی برائی کے بدلے میں برائی نہیں کرتے تھے بلکہ درگزر کرتے تھے اور معاف فرمادیتے تھے۔

جملہ(۲):

(ب): آپ خندہ جبیں، نرم خو، مہربان طبع تھے سخت مزاج اور تنگ دل نہ تھے۔

حوالہ سبق: مندرجہ بالا جملہ سبق "اخلاقِ نبوی ﷺ" سے لیا گیا ہے۔

حوالہ مصنف: مصنف کا نام "مولانا شبلی نعمانی" ہے یہ مضمون ان کی کتاب سیرۃ النبی ﷺ سے ماخوذ ہے۔

تشریح:

مندرجہ بالا جملہ حضرت علیؓ جو آنحضرت ﷺ کے تربیت یافتہ تھے آغاز نبوت سے آخر تک کم از کم ۲۳ برس آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں رہے تھے ایک دفعہ حضرت امام حسینؓ نے ان سے آپ ﷺ کے اخلاق وعادات کی نسبت سوال کیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: آپ ﷺ خندہ جبیں، نرم خو، مہربان طبع تھے۔ سخت مزاج اور تنگ دل نہ تھے۔

یعنی آپ ﷺ ہنس مکھ، نرم دل، مہربان طبیعت واخلاق کے مالک حد سے زیادہ رحم دل انسان تھے آپ ﷺ کی طبیعت میں سخت مزاجی بالکل بھی نہ تھی اور نہ ہی تنگ دل یعنی کسی کی بات کا برا ماننے والے نہ تھے دوست ہو یا دشمن مسلمان ہو یا کافر سب سے خوش دلی سے مسکرا کر ملتے تھے۔

JOIN FOR MORE!!!

جملہ(۳):

(ج): اگر کوئی دفعتہً آپ ﷺ کو دیکھتا تو مرعوب ہوجاتا۔

حوالہ سبق: مندرجہ بالا جملہ سبق "اخلاقِ نبوی ﷺ" سے لیا گیا ہے۔

حوالہ مصنف: مصنف کا نام "مولانا شبلی نعمانی" ہے یہ مضمون ان کی کتاب سیرۃ النبی ﷺ سے ماخوذ ہے۔

تشریح:

مصنف شبلی نعمانی اپنے مضمون "اخلاقِ نبوی ﷺ" میں حضور اکرم ﷺ کے اخلاق حسنہ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کی شخصیت ایسی بارعب اور دبدبہ والی تھی اگر کوئی دیکھتا تو آپ ﷺ کی شخصیت سے مرعوب ہوجاتا ہے۔ لیکن جیسے جیسے آشنا ہوتا جاتا یعنی آپ ﷺ سے ملتا رہتا ملاقات کرتا تو آپ ﷺ سے محبت کرنے لگتا۔ آپ ﷺ نہایت فیاض، نہایت راست گو، نہایت نرم طبع اور نہایت خوش محبت تھے۔

جملہ (۴):

(د): ایک دفعہ نجاشی کے ہاں سے ایک سفارت آئی

حوالہ سبق: مندرجہ بالا جملہ سبق "اخلاقِ نبوی ﷺ" سے لیا گیا ہے۔

حوالہ مصنف: مصنف کا نام "مولانا شبلی نعمانی" ہے یہ مضمون ان کی کتاب سیرۃ النبی ﷺ سے ماخوذ ہے۔

تشریح:

نجاشی حبشہ کا بادشاہ تھا۔ مکہ میں رہتے ہوئے مسلمانوں نے حبشہ کی طرف دو مرتبہ ہجرت فرمائی تھی۔ نجاشی عیسائی بادشاہ ہونے کے باوجود اس نے مکہ سے آئے ہوئے مسلمانوں کا اکرام کیا انہیں اپنے یہاں پناہ دی اور عزت و اکرام سے نوازا۔

ایک دفعہ نجاشی نے اپنے کچھ قاصد حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ آپ ﷺ نے اُس کو اپنے ہاں مہمان رکھا اور خود بہ نفس نفیس مہمان داری کے تمام کام انجام دیے۔ صحابہؓ نے عرض کی کہ ہم یہ خدمت انجام دیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان لوگوں نے میرے دوستوں کی خدمت گزاری کی ہے۔ اس لیے میں خود ان کی خدمت گزاری کرنا چاہتا ہوں۔

جملہ (۵):

(ہ): ایک مقام پر مسلمان اور منافق و کافر یک جا بیٹھے ملے۔

حوالہ سبق: مندرجہ بالا جملہ سبق "اخلاقِ نبوی ﷺ" سے لیا گیا ہے۔

حوالہ مصنف: مصنف کا نام "مولانا شبلی نعمانی" ہے یہ مضمون ان کی کتاب سیرۃ النبی ﷺ سے ماخوذ ہے۔

تشریح:

مصنف شبلی نعمانی اپنے مضمون "اخلاقِ نبوی ﷺ" میں حضور اکرم ﷺ کے اخلاق حسنہ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ سلام کرنے میں ہمیشہ پہل کرتے جب چلتے تو مرد، عورتوں بچے جو سامنے آتے ان کو سلام کرتے۔ ایک دفعہ آپ ﷺ راستے سے گزر رہے تھے اور وہاں پر مسلمان کے ساتھ منافق اور کافر سب ساتھ بیٹھے ہوئے تھے آپ ﷺ نے حسب عادت سب کو سلام کیا۔

JOIN FOR MORE!!!

سبق نمبر۲: امید کی خوشی

سوال: ذیل کے جملوں کی تشریح مع حوالہ سیاق وسباق کیجیے۔

جملہ(۱):

(الف) دیکھا وہ بے گناہ قیدی اندھیرے کنوئیں میں سات تہ خانوں میں بند ہے اس کا سورج کا سا چمکنے والا چہرہ زرد ہے۔ بے یارو دیار، غیر قوم، غیر مذہب کے لوگوں کے ہاتھوں میں قید ہے۔

حوالہ سبق: مندرجہ بالا عبارت سبق "امید کی خوشی" سے لیا گیا ہے۔

حوالہ مصنف: اس کے لکھنے والے مصنف کا نام سر سید احمد خان ہے سبق "امید کی خوشی" ان کے مقالات "مضامین سر سید" سے ماخوذ ہے۔

حوالہ سیاق: مصنف نے بڑے دل نشین انداز میں بتایا ہے کہ ہر شخص کے لیے زندگی میں امید کا دامن تھامے رکھنا اور کسی گھڑی ناامید نہ ہونے کا رویہ اختیار رکھنا کیوں ضروری ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

تشریح:

مندرجہ بالا جملہ میں بے گناہ قیدی سے مراد حضرت یوسفؑ ہیں۔

حضرت یوسفؑ کا واقعہ کچھ یوں ہے کہ جب انہوں نے اپنے ایک خواب کا ذکر اپنے والد سے کیا کہ ایک سورج، چاند اور گیارہ ستارے ان کو سجدہ کر رہے ہیں تو ان کے والد نے کہا کہ تم اپنے خواب کا ذکر اپنے بھائیوں سے نہیں کرنا مجھے امید ہے اللہ تبارک وتعالیٰ تمہیں بہت جلد کوئی خوشی سنانے والے ہیں۔ ایک بھائی نے خاموشی سے یہ سن کر اپنے دوسرے بھائیوں سے اس کا ذکر کیا اور بھائیوں نے حسد اور جلن میں اپنے بھائی یوسفؑ کو اپنے ابا سے اجازت مانگی کہ وہ ان کو سیر کے لئے لے جائیں گے ان کے والد حضرت یعقوبؑ نے منع کیا تو انہوں نے کہا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ یوسفؑ کے معاملے میں ہم پر اعتبار نہیں کرتے حالانکہ ہم ایک بڑی جماعت ہیں۔ آپ ہم پر اعتبار نہیں کرتے حالانکہ ہم اس کے خیر خواہ ہیں۔ الغرض جب وہ اسکو لے گئے اور اس بات پر اتفاق کر لیا کہ اس کو گہرے کنوئیں میں ڈال دیں گے۔ اور وہ یوسفؑ کو اندھیرے کنوئیں سات تہ خانوں میں ڈال کر ان کے بے یارو مددگار چھوڑ کر وہاں سے چلے گئے تو ہم نے یوسفؑ کی طرف وحی بھیجی کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ تم ان کو ان کے سلوک سے آگاہ کرو گے اور ان کو کچھ خبر نہ ہو گی"۔ (یوسف ۱۵)

یہ ہمیشہ زندہ رہنے والی امید ہی تھی جس نے یوسفؑ کو غمگین اور اداس ہونے سے بچائے رکھا۔ حالانکہ ان کا چمکتا ہوا چہرہ خوف کے مارے زرد ہو رہا تھا۔ پھر بے یارو دیار یعنی وطن سے دور در بے سہارا، غیر قوم میں غیر مذہب کنوئیں سے نکلنے کے بعد ان لوگوں کے ہاتھوں میں قید ہو گئے۔ پھر بوڑھے باپ کا غم زدہ چہرہ ان کی روح کو صدمہ پہنچا رہا تھا۔ لیکن ایک اچھی امید زندہ رہنے والی امید ان کو خوشی دلا رہی تھی۔

جملہ(۲):

(ب) دیکھ! نادان، بے بس بچہ گہوارے میں سوتا ہے اسکی مصیبت زدہ ماں اپنے دھندے میں لگی ہوئی ہے اور اس گہوارے کی ڈوری بھی ہلاتی جاتی ہے۔ ہاتھ کام میں اور دل بچے میں ہے۔

حوالہ سبق: مندرجہ بالا عبارت سبق "امید کی خوشی" سے لیا گیا ہے۔

حوالہ مصنف: اس کے لکھنے والے مصنف کا نام سر سید احمد خان ہے سبق "امید کی خوشی" ان کے مقالات "مضامین سر سید" سے ماخوذ ہے۔

حوالہ سیاق: مصنف نے بڑے دل نشین انداز میں بتایا ہے کہ ہر شخص کے لیے زندگی میں امید کا دامن تھامے رکھنا اور کسی گھڑی ناامید نہ ہونے کا رویہ اختیار رکھنا کیوں ضروری ہے۔

تشریح:

مصنف اُمید کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ کیسے ماں اپنے چھوٹے ناسمجھ بچہ کو لوری دیتی ہے وہ گہوارے میں پڑے سوتا ہے وہ اسکے جھولے کی ڈوری ہلاتی جاتی ہے۔ اور اپنے ہاتھ سے کام بھی جاری رکھتی ہے اور ایک ہاتھ سے جھولے کی ڈوری ہلاتے ہوئے کہتی ہے کہ سو جا میرے بچے سو جا اور اس سے اسکے مستقبل کی باتیں کرتی جاتی ہے۔ اس کا دل اپنے بچے ہی مُس لگا رہتا ہے وہ کہتی ہے تیری شکل بالکل اپنے باپ جیسی ہے تو میرے دل کی کونپل نازک کلی ہے تو پھلے بڑھے تجھ پر کبھی کوئی مصیبت نہ آئے۔ وہ اس کو دعائیں دیتی جاتی ہے۔ وہ اپنے بچے سے بہت سی امیدیں وابستہ رکھتی ہے۔

مصنف مزید کہتے ہیں کہ اے امید یہ تو ہی ہے جو ہر مصیبت گھڑی میں سب کو تسلی دیتی ہے اور ہر ایک کی مدد کرتی ہے اے امید یہ تو ہی ہے جسکی وجہ سے دور دراز اور مستقبل کی خوشیاں نزدیک اور بالکل قریب نظر آتی ہیں۔

JOIN FOR MORE!!!

گرمی کی شدت

۲۔ میر انیس: (۱۸۰۳ء - ۱۸۷۴ء)

بند نمبر ۱:

وہ لو، وہ آفتاب کی حدت، وہ تاب و تب
کالا تھا رنگ دھوپ سے دن کا مثالِ شب
خود نہرِ علقمہ کے بھی سوکھے ہوئے تھے لب
خیمے جو تھے حبابوں کے تپتے تھے سب کے سب
اڑتی تھی خاک خشک، تھا چشمہ حیات کا
کھولا ہوا تھا دھوپ سے پانی فرات کا

JOIN FOR MORE!!!

تعارف:۔

یہ بند میر انیس کی نظم " گرمی کی شدت " سے لیا گیا ہے اور ہماری درسی کتاب کا حصہ ہے۔ گرمی کی شدت " کلیاتِ میر انیس " کی مشہور نظم ہے۔

لغت:

لو:	شدید گرم ہوا	حِدت:	گرمی، تپش	آفتاب:	سورج
تاب وتب:	شدید گرمی، حِدت	شب:		لب:	ہونٹ
نہرِ علقمہ:	نہرِ فرات	گھولا ہوا:	ابلا ہوا	حباب:	بلبلے

شاعر کا تعارف:۔

مرثیہ گوئی کے فن کو آسمان کی بلندیوں تک لے جانے والے شاعر میر انیس کی مرثیہ نگاری کا کمال یہ ہے کہ آپ مختلف سیرتوں کے امتیاز اور خصوصیات کو نظم کرنے میں بڑی مہارت رکھتے ہیں۔ بقول ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی

"میر انیس عام طور پر جذبات نگاری اور سلاست (یعنی آسان اور ہلکے پھلکے غیر ثقیل الفاظ استعمال کرنا) پر زور دیتے ہیں"۔

میر انیس کی مسدس کا تعارف:۔

گرمی کی شدت میر انیس کی جذباتی اندازِ فکر سے لبریز تحریر ہے۔ جس میں واقعہ کربلا کے دوران موسم کی سختی کا ذکر کیا گیا ہے۔

"اس دن گرمی کی شدت بہت زیادہ تھی لُو چل رہی تھی اور صحرا میں ہر طرف دھول اُڑ رہی تھی۔ پیاس سے لوگوں کے حلق خشک ہو رہے تھے مگر پینے کے لیے پانی میسر نہیں تھا۔ انسان ہوں یا چرند پرند یا جانور سبھی پریشان تھے گرمی کی وجہ سے زمین کی تپش بہت زیادہ بڑھ گئی تھی۔ نہرِ فرات کے دونوں کنارے خشک ہو گئے تھے۔ گرمی کا شدت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اگر کوئی چیز زمین پر گرتی تو فوراً گرم ہو جاتی اس گرمی میں امام عالی مقام کا ظلم کے خلاف ڈٹ جانا قابلِ تحسین ہے"۔

ترجمہ و تشریح:

اس بند میں کربلا کی اس گرمی کی شدت کا اظہار کر رہے ہے۔ جس دن تاریخ کا وہ واقعہ پیش آیا جسکا تذکرہ قیامت تک ہوتا رہے گا۔ میر انیس کہتے ہیں۔

"اس دن گرمی اپنے عروج پر تھی، دھوپ بہت زیادہ گرم تھی۔ گرمی کی وجہ سے دن بھی کالا ہو گیا تھا یعنی بالکل سناٹا ہو گیا جیسے رات کی تاریکی میں ہو جاتا ہے۔ نہر فرات کے بھی دونوں کنارے گرمی کی شدت سے سوکھ چکے تھے۔ اور ریت کے میدان میں لگے خیمے گرمی کی شدت سے گرم ہو رہے تھے اور تیز گرم ہوا کی وجہ سے دور تے دیکھنے میں بلبلوں کا منظر پیش کر رہے۔ ہر طرف خاک اڑ رہی تھی جس کی وجہ سے انسانی زندگی مفلوج ہو کر رہ گئی تھی۔ دھوپ اتنی تیز تھی کہ فرات کا پانی کھول رہا تھا اسکو پینا تو دور ہاتھ لگانا مشکل ہو رہا تھا"۔

بند نمبر ۲:

آب رواں سے منہ نہ اٹھاتے تھے جانور
جنگل میں چھپتے پھرتے تھے طائر ادھر ادھر
مردم تھے سات پردوں کے اندر عرق میں تر
خس خانہ مژہ سے نکلتی نہ تھی نظر
گر آنکھ سے نکل کے ٹھہر جائے راہ میں
پڑ جائیں لاکھ آبلے پائے نگاہ میں

JOIN FOR MORE!!!

لغت:

آب رواں: بہتا ہوا پانی　　طائر: پرندہ　　مردم: لوگ
پائے نگاہ: مراد رخسار　　عرق: پسینہ　　خس خانہ مژہ: آنکھوں کی پلکیں
آبلے: چھالے

ترجمہ و تشریح:

اس بند میں میر انیسؔ نے کربلا کی سرزمین میں گرمی کی شدت اور جانداروں کی کیفیت بیان کی ہے گذشتہ اشعار میں انہوں نے گرمی کا ماحول پر یعنی خیموں پر نہر فرات وغیرہ پر اثر بیان کیا تھا زمین کی کیفیت بیان کی تھی ان اشعار میں انہوں نے جانداروں کی کیفیت بیان کی یہ کہ میدان کربلا میں موسم کی وجہ سے نہ صرف انسان بلکہ چرند پرند سب متاثر ہوئے تھے۔ میر انیسؔ کہتے ہیں

"اس دن جانوروں کی گرمی کی وجہ سے کیفیت کچھ یہ تھی کہ جانوروں دریا یا نہروں کے بہتے ہوئے پانی میں خود کو ڈال رکھا تھا اور پانی سے سر بھی نہیں نکال رہے تھے وہ پرندے جو سارا دن اڑتے اڑتے اپنی خوش الحان آواز میں گاتے رہتے ہیں اس دن ان کی کیفیت بھی الگ نہیں۔ وہ بھی جنگل میں درختوں کی ٹہنیوں میں چھپتے پھرتے تھے کہ گرمی سے بچ سکیں۔ انسانوں کا تو یہ عالم تھا کہ جو لوگ خیمہ زن تھے یا وہاں کے مقامی لوگ گرمی کی وجہ باہر ہی نہ نکل پا رہے تھے۔ حالانکہ بند گھروں میں پسینوں میں شرابور ہو چکے تھے۔ گرمی کی شدت اور لُو کی وجہ آنکھیں بھی مکمل طور نہ کھولی جاسکتی تھیں۔ اگر کسی کی پلکیں کھل بھی رہی تھیں تو مکمل نہ کھل پا رہی تھیں۔ اور گرمی کی وجہ سے انسانی ہر جگہ چھالے پڑ رہے تھے۔ اگر آنکھوں سے کوئی آنسو گرمی کی شدت سے نکلتا بھی تو رخسار تک پہنچتے پہنچتے آبلے کی شکل اختیار کر لیتا تھا۔

بند نمبر ۳:

کوسوں کسی شجر میں نہ گل تھے نہ برگ بار
ایک ایک نخل جل رہا تھا صورتِ چنار
ہنستا تھا کوئی گل نہ مہکتا تھا سبزہ زار
کانٹا ہوئی تھی پھولوں کی ہر شاخ باردار
گرمی یہ تھی کہ زیست سے دل سب کے سرد تھے
پتے بھی مثلِ چہرہ مدقوق زرد تھے

لغت:

کوسوں:	بہت دور	شجر:	درخت	گل:	پھول
برگ وبار:	پتے اور پھل	نخل:	کھجور کا درخت	صورتِ چنار:	ایک بے ثمر درخت کی طرح
سبزہ زار:	ہریالی	باردار:	لدا ہوا۔ بھرا ہوا	زیست:	زندگی۔حیات
سرد:	ماند پڑ جانا۔ مرجھا جانا	مدقوق:	دق یعنی ٹی بی کا مریض	مثل:	مانند۔طرح

JOIN FOR MORE!!

ترجمہ و تشریح:

اس دن درختوں اور پودوں کی صورتِ حال بھی انسانوں اور جانوروں سے مختلف نہ تھی۔ گرمی کی وجہ درختوں کے پھول پتیاں مرجھا گئے تھے بلکہ دور دور تک پتوں کا کوئی نام ونشان نہ تھا۔ کھجور کے درخت چنار کے درخت کی طرح جلا رہے تھے جو کہ ایک بے ثمر درخت ہے اور اسکی لکڑی مختلف کاموں میں استعمال میں آئی ہے۔ پھول اور باغیچے ویران ہو گئے تھے اور گرمی کی وجہ سے مرجھا گئے تھے بلکہ پھولدار پودوں کی ٹہنیاں اور شاخیں کانٹوں کی طرح منظر پیش کر رہی تھیں گرمی کی وجہ سے جہاں لوگوں کے دل زندگی سے تنگ آ گئے تھے وہیں درختوں کے پتے بھی گرمی کی وجہ سے مرجھا کر ٹی بی (دق) کے مریض کے مرجھائے ہوئے چہرے کی طرح ہو گئے تھے۔

بند نمبر ۴:

شیر اٹھتے تھے نہ دھوپ کے مارے کچھار سے
آہو نہ منہ نکالتے تھے سبزہ زار سے
آئینہ مہر کا تھا مکدر غبار سے
گردوں کو تب چڑھی تھی زمین کے بخار سے
گرمی سے مضطرب تھا زمانہ زمین پر
بھن جاتا تھا جو گرتا تھا دانہ زمین پر

لغت:

کچھار:	شیر کے رہنے کی جگہ	گردوں:	آسمان	آہو:	ہرن
مضطرب:	بے چین	سبزہ زار:	ہریالی	تپ:	بخار، حرارت، گرمی
مہر:	سورج	غبار:	مٹی کا ہواؤں میں اڑنا	مکدر:	گدلا۔ میلا۔ ناراض۔ غمگین

ترجمہ و تشریح:

گرمی اس دن مکمل عروج پر تھی۔ درجہ حرارت میں شدت وحدت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے اس دن شیروں نے بھی جنگل میں گھوم کر شکار کرنے کا ارادہ ترک کر دیا تھا اور کچھار میں ہی خود کو چھپالی تھا۔ اسی طرح ہرن بھی ہریالی پانی والی جگہ تلاش کر کے وہیں سر چھپا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ مٹی اور دھول اتنی زیادہ تھی کہ سورج صبح سے روشنی نہیں دے پا رہا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اسکا چہرہ دھول اور گرد کی وجہ سے میلا ہو گیا ہو۔ زمین کی گرمی کی وجہ سے آسمان بھی گرم ہو رہا تھا مختصر یہ کہ گرمی کی وجہ سے زمین پر بسنے والی تمام مخلوقات بے چین تھی زمین کی تپش ایسی تھی کہ اگر کوئی دانہ زمین پر ڈالا جاتا تو شاید وہ بھی بھن جاتا۔

JOIN FOR MORE!!

برسات کا تماشا

۱۔ نظیر اکبر آبادی:۔ (۱۷۳۵ء۔ ۱۸۳۰ء)

بند نمبر ۱:

خورشید گرم ہو کر نکلا ہے اپنے گھر سے
لیتا ہے مول بادل کر کر تلاش زر سے
آئی ہوا بھی لے کر بادل کو ہر نگر سے
آدھے اساڑھ تو اب دشمن کے گھر سے برسے

نثری ترجمہ:۔ آیارا چل کے دیکھیں تماشا برسات کا

(آج کی صبح کا) سورج بڑے جوش و خروش سے نکلا ہے۔ اس نے بادلوں کو تلاش کر کے اپنے ساتھ اسطرح ملا لیا ہے کہ گویا وہ اس کے زرخرید ہیں۔ اردگرد کی ہوائیں بھی بادلوں کو جمع کر کے آگئی ہیں ایسا لگتا ہے کہ اساڑھ کا آدھا مہینہ تو مخالف سمت سے آنیوالی بارشوں میں گزر جائے گا۔ اے میرے دوست آؤ بارش کا تماشا دیکھیں۔

لغت:

خورشید:	سورج	مول لینا:	خرید لینا	نگر:	بستی
اساڑھ:	ہندی مہینے کا نام	زر:	پیسہ، دولت	دشمن کا گھر:	مخالف سمت

نظم اور شاعر کا نام:

یہ شعر ہماری کتاب میں موجود برسات کا تماشا سے لیا گیا ہے۔ یہ نظم نظیر اکبر آبادی صاحب کی لکھی ہوئی ہے۔

شاعر کا تعارف:۔

نظیر اکبر آبادی نیچرل شاعری کے بانی ہیں وہ جدید رنگ کی شاعری میں بلند مرتبے پر فائز ہیں۔ انہیں زبان و بیان پر مکمل قدرت حاصل تھی۔ انہوں نے تمام اصنافِ سخن میں شعر کہے۔ بقول ڈاکٹر ابواللیث صدیقی:

"نظیر اردو زبان کے پہلے عوامی شاعر ہیں"۔

مرکزی خیال:۔

نظیر اکبر آبادی نے نظم ہندوستان کے ان صحرانشینوں کے طرزِ زندگی کو بیان کرتے ہوئے لکھی جن کے پانی کی قلت اور خشک سالی زندگی کا حصہ بن چکی ہے۔

"برسات کا موسم آتے ہی لوگوں میں خوشی کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ مرجھائے ہوئے چہرے کھل اٹھتے ہیں۔ انسان ہوں یا چرند پرند یا پھر جانور، سب کے سب برسات کی آمد کے سبب خوش و خرم نظر آتے ہیں۔ موسم کا نظارہ کرنے اور برسات کا لطف ایک ساتھ حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے کو دعوتیں دی جاتی ہیں اور طرح طرح کے پکوان اور دیگر لوازمات کے ذریعے برسات کا لطف لیا جاتا ہے"۔

تشریح:۔

نظیر اکبر آبادی کی بہت مشہور نظم ہے جس میں انہوں نے برسات کی منظر کشی کی ہے۔ سراصل پرانے وقتوں میں ہندوستان کے ریگستانی و چولستانی علاقوں میں برسات کا موسم آتے ہی خوشحالی لوٹ آتی تھی بارش آتے ہی انکے مختلف تہوار منعقد ہوتے تھے جسکی وجہ یہ ہوتی تھی کہ یہ علاقے سارا سال خشک سالی کا شکار رہتے تھے پانی و اناج کی قلت انکی زندگی میں پریشانی کا سبب تھی اور یہ ساری قلت برسات کا موسم آتے ہی خوشحالی میں بدل جاتی تھی کیونکہ برسات میں انکے ہاں پانی اور ہریالی پھر سے آجاتی تھی۔ یہی وجہ ہے جب بھی برسات کا موسم آتا تو یہ لوگ خوش و خرم ہو کر پورے جوش و خروش سے برسات کا استقبال کرتے تھے یہی صورت حال نظیر اکبر آبادی اپنی اس نظم میں بتاتے ہیں کہ

"آج کے دن کا سورج پورے جوش و خروش سے طلوع ہوا یعنی گرمی کی شدت سے طلوع ہوا مگر دیکھتے ہی دیکھتے موسم نے انگڑائی لی سورج کی تیز دھوپ کی جگہ بادل آگئے ہیں۔ بادل سورج کے ساتھ ساتھ ایسے چلنے لگے کہ گویا سورج کے زرخرید ہوں۔ مختلف علاقوں سے آنیوالی ہوائیں بھی بادلوں کو ادھر لے کر آئی ہیں۔ آج کا موسم دیکھ کر ایسا لگتا ہے اس اساڑھ کے آدھے مہینے تو سمتِ مخالف سے بارش برستی رہے گی۔ اے میرے دوست آؤ ہم بھی موسم سے لطف اندوز ہو لیں۔

بند نمبر ۲:

قاصد صبا کے دوڑے ہر طرف منہ اٹھا کر
ہر کوہ و دشت کو بھی کہتے ہیں یوں سنا کر
ہاں سبز جوڑے پہنو ہر دم نہا نہا کر
کوئی دم کو میگھ راجہ دیکھے گا سب کو آ کر
آیار! چل کے دیکھیں تماشا برسات کا

نثری ترجمہ:۔

"جیسے ہی مشرق سے آنیوالی ہوائیں شروع ہوئیں تو قاصد کا جس طرف جی چاہا (اپنے پیاروں کو بلانے کے لیے) دوڑ پڑے۔ دوڑتے دوڑتے

JOIN FOR MORE!!!

جس پہاڑ اور صحرا سے بھی گزرے ان سے مخاطب ہو کر کہتے جاتے ہیں کہ کسی بھی وقت برسات شروع ہو جائے گی۔ تو تم برسات میں نہا کر پھر سے سرسبز و شاداب ہو جانا۔

لغت:

قاصد:	پیغام لانے جانے والا	صبا:	مشرق سے آنے والی ہوا
کوہ دشت:	پہاڑ اور صحرا	سبز جوڑے پہنو:	ہر بھرے ہو جاؤ/سرسبز ہو جاؤ
میگھ راجا:	بارش کا راجا۔ یعنی برسات		

تشریح:۔

قاصد صبا کے لفظی معنی برسات کے پیغام کے ساتھ آنیوالی مشرقی ہوا مگر یہاں اصطلاحی معنوں میں نظیر اکبرآبادی برسات کے تماشے کی منظر نگاری کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ جیسے ہی مشرق سے آنیوالی ہوا جو کہ برسات کا پیش خیمہ ہوتی ہے چلی تو لوگ اپنے عزیزوں کو بلانے کے لیے دوڑے تاکہ وہ بھی انکے ساتھ موسم کا مزہ لے سکیں۔ جسکا جدھر دل چاہا دوڑ کر چلا گیا۔ خوشی اور جوش سے انکا حال کچھ یوں ہے راستے میں پہاڑ اور صحرا بھی آرہے ہیں تو انکو برسات کی خوشخبری سنا کر کہتے ہیں کہ برسات آنیوالی ہے تم بھی برسات میں نہا کر دوبارہ سے ہرے بھرے ہو جانا بس کسی بھی وقت برسات شروع ہو جائے گی۔ یہ سب کہتے ہوئے نظیر اکبرآبادی اپنا مصرعہ دہراتے ہیں کہ آؤ میرے دوست ہم بھی موسم سے لطف اندوز ہو لیتے ہیں۔

JOIN FOR MORE!!!

بند نمبر ۳:

جب یہ نوید پہنچی صحرا میں ایک باری
ہونے لگی وہاں پھر برسات کی تیاری
چشموں میں کوہ کے بھی ہوئی سب کی انتظاری
موسم کے جانور بھی آتے ہیں باری باری

آیار! چل کے دیکھیں تماشا برسات کا

نثری ترجمہ:۔

قاصدِ صباء جب یہ خوشیوں بھری خبر لے کر صحرا کے علاقے میں پہنچی تو وہاں سب بھی برسات کی تیاری میں مصروف ہو گئے۔ وہاں پہاڑوں کے پاس موجود چشموں میں پانی جمع ہونے کا انتظار ہونے لگا برسات کے موسم سے لطف اندوز ہونے وہ جانور بھی باری باری اس چشمے کی طرف آرہے جو عام طور پر باہر نظر نہیں آئے اے میرے دوست آجا ہم بھی چل کر برسات کا تماشا دیکھتے ہیں۔

لغت:

نوید:	خوشخبری	موسم کے جانور:	وہ جانور جو عموماً باہر نظر نہیں آتے	کوہ:	پہاڑ

تشریح:۔

اس بند میں نظیر اکبرآبادی نے صحرا کے اس منظر کی منظر کشی کی ہے جب لوگوں کو بارش کے آنے کا شدت سے انتظار ہوتا ہے پھر جیسے باہر برسات کے آنے کے آثار دکھائی دیتے ہیں تو یہ خوشی کے مارے ایک دوسرے کے پاس جا جا کر برسات کی آمد کی کے لیے تیاریاں شروع کر

دیتا ہے۔اس بند میں شاعر نے صحرا کے اونچے علاقوں کو کوہ یعنی پہاڑ سے تشبیہ دی ہے۔(کیونکہ صحرا، ریگستانی علاقوں میں ریتلے پہاڑ ہوتے ہیں) جہاں پر پانی کے چشمے (مراد پانی کے کنویں یا وہ جگہ جہاں پانی جمع ہوتا ہے) بنائے گئے اور لوگ وہاں پر پانی اپنی ضروریات زندگی کا پانی جمع رکھتے ہیں تو برسات کے جانوروں سے شاعر کی مراد وہ جانور ہیں جو جانور عام طور پر باہر نہیں نکلتے وہ بھی پانی کے لیے ان چشموں پر آگئے ہیں۔(واضح رہے کہ اس بند میں کوہ چشمے جیسے الفاظ استعارہ کے طور پر لیے گئے ہیں)

بندنمبر۴:

ساونن کے بادلوں سے پھر آ گھٹا جو چھائی
بجلی نے اپنی صورت آن کر دکھائی
ہو مست رعد گرجا کویل کی کوک آئی
بدلی نے کیا مزے کی رم جھم جھڑی لگائی
آیار! چل کے دیکھیں تماشا برسات کا

نثری ترجمہ:۔

پھر(دیکھتے ہی دیکھتے) ساون کے بادلوں نے آسمان کو چھپا دیا بجلی کے گرجنے کا آغاز ہوا پھر بجلی کی آوازیں لگاتار آنے لگیں۔کویل کی کوک کوک کرنے کی آواز آنا بھی شروع ہوگئی۔اور(آخرکار) ان بادلوں سے ہلکی ہلکی، متواتر بوندا باندی شروع ہوگئی۔اے دوست آ چل برسات کا تماشا دیکھتے ہیں۔

لغت:

ساونن: ہندی مہینے کا نام۔برسات کا مہینہ
رعد: بجلی کے گرجنے کی آواز
بدلی: لفظ بادل کی تصغیر یعنی بادل کا چھوٹا ٹکڑا
رم جھم: بوندا باندی
گھٹا چھانا: آسمان پر بادلوں کا چھا جانا
جھڑی لگانا: لگاتار بارش برسانا

تشریح:۔

اس بند میں شاعر نظیر اکبرآبادی نے بارش کی آمد سے چند لمحات پہلے کی منظر کشی کی ہے۔اور اساڑھ کے مہینے میں آنے والے ان بادلوں کو ساونن کی مہینے کے بادل قرار دیا ہے۔جو کہ اساڑھ سے اگلا مہینہ ہے(واضح رہے کہ اساڑھ ہندی مہینوں میں تیسرا اور ساونن یا ساون ہندی کلینڈر میں چوتھا مہینہ ہے)۔ساونن کا مہینہ برسات کا مہینہ بھی کہلاتا ہے کیوں کہ اس ماہ میں بارشوں کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔نظیر اکبر آبادی کہتے ہیں کہ

"ساون کے بادلوں نے آسمان کو چھپا دیا ہے اور پھر کچھ ہی دیر میں بجلی گرجنا شروع ہوئی اور پھر بادل زور سے گرجنے لگے تو کویل کی کوک کوک کی آواز بھی آنے لگی اور آخرکار بادلوں کے ایک ٹکڑے سے بارش برسنا شروع ہوگئی جسکی ابتداء بوندا باندی کی دلسوز رم جھم سے ہوئی اور پھر متواتر بارش ہونے لگی۔اے میرے دوست! آؤ ہم بھی چل کر موسم کا لطف لیتے ہیں۔

JOIN FOR MORE!!!

بند نمبر ۵:

کالی گھٹا ہے ہر دم، برسے ہے مینہ کی دھاریں
اور جس میں اڑ رہی ہیں بگلوں کی سو قطاریں
کوئل، پپیہے کوکیں اور کوک کر پکاریں
اور مور مست ہو کر جوں کو کا چنگھاڑیں
آیار! چل کے دیکھیں تماشا برسات کا

نثری ترجمہ:۔

کالی گھٹا آسمان پر چھائی ہوئی ہے جو کسی بھی وقت بارش کی دھاروں میں برسنا شروع ہو جائے گی۔ جس میں آسمان کی طرف بگلے (آبی پرندے) بہت زیادہ تعداد میں اڑتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کوئل، پپیہا، ہد ہد اور مور وغیرہ یہ سب اپنی پیاری آواز میں شور کر کے بارش کی خوشی کا اظہار کر رہے ہیں۔ اے میرے دوست آؤ ہم بھی بارش کا لطف اٹھائیں۔

لغت:

کوکنا: کوئل کا آواز نکالنا کلا: ہد ہد (پرندہ) پپیہا: کوئل جیسی خوش آواز پرندہ

تشریح:۔

اس بند میں شاعر نے برسات کے موسم کی حسین منظر کشی کی ہے جسے نظیر اکبر آبادی کہتے ہیں کہ اس وقت صورتحال کچھ یوں ہے کہ آسمان پر کالی گھٹا چھائی ہوئی ہے جو کسی بھی لمحے بارش کی تیز دھاروں کی شکل اختیار کر لے گی۔ جس کے ساتھ ساتھ آسمان میں ایک بڑی تعداد میں بگلے (آبی پرندہ) اڑتے دکھائی دیتے ہیں۔ کوئل اور پپیہا اپنی مخصوص آواز میں کوک کر لوگوں کو متوجہ کرتے ہیں (ایسا لگتا ہے کہ وہ بارش آمد پر اپنی پیاری آواز کے ساتھ ساتھ سب کو اپنی طرف متوجہ کر رہے ہوں) یہی حال مور اور ہد ہد کا ہے کہ وہ سب کو برسات کی نوید سنانے کے لیے اپنی مخصوص پیاری آواز میں چنگھاڑ رہے ہیں۔

بند نمبر ۶:

بگلے سبھوں نے ہر جا اونچے چھوائے زردے
میوے مٹھائی انبہ انگور اور سردے
پکوان تازے تازے خاصے، پلاؤ، زردے
برسے ہے ابر باراں کھلوا دیئے ہیں پردے
آیار! چل کے دیکھیں تماشا برسات کا

نثری ترجمہ:۔

بگلوں نے (بارش کا لطف اٹھانے کے لیے) اونچے مقام پر پڑاؤ ڈال دیئے ہیں۔ لوگوں نے مختلف قسم کے میوہ جات اور پھلوں کا انتظام کر لیا ہے۔ گھروں میں تازہ تازہ پکوان جیسے پلاؤ، زردہ وغیرہ پکانے شروع کر دیئے ہیں۔ آسمان پر برسات کا بادل ہیں تو لوگوں نے دھوپ کو روکنے کے لیے لگائے گئے تمام پردے کھلوا دیئے تا کہ بارش سے مکمل طور پر محظوظ ہوا جا سکے۔ اے میرے دوست! آؤ ہم بھی برسات کا تماشا دیکھتے ہیں۔

لغت:

ہرجا: ہرجگہ چھوائے: چھیڑ ڈالنا۔ یہاں مراد پڑاؤ ڈالنا

ابر باراں: ایسے بادل جو بارش برساتے ہیں

تشریح:۔

اس بند میں شاعران لمحات کی منظر کشی کی ہے جب بارش یا تو شروع ہو چکی ہوتی ہے یا پھر برسات کا مکمل امکان ہوتا ہے اور صورتحال کچھ یوں ہوتی ہے کہ پرندے ہوں یا انسان دونوں بارش کے منتظر ہوتے ہیں۔ نظیر اکبر آبادی نے گذشتہ بند کی طرح اس میں بھی بگلے کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کی عادت بتائی کہ یہ بگلے برسات کا موسم دیکھتے ہی دیگر پرندوں کی طرح اپنے گھونسلوں میں نہیں چھپتے بلکہ کھلے آسمان کے نیچے کسی بلند مقام پر اپنا ڈیرہ ڈال لیتے ہیں۔ اور پھر اونچے مقام بیٹھ کر یا بارش میں اڑ کر ہی موسم کا مزہ لیتے ہیں۔ انسانوں کی بھی کچھ ایسی ہی کیفیت ہوتی ہے برسات کے موسم میں مختلف قسم کے پھلوں، مٹھائیوں اور پکوان کا انتظام کیا جاتا ہے۔ جس کو کھانے سے بارش میں لطف اندوز ہوا جاتا ہے۔ گرمی کے وقت دھوپ کی شدت سے بچنے کے لیے جو پردے وغیرہ لگائے جاتے ہیں برسات کا موسم آتے ہی ان کو کھلوا دیا جاتا کہ بارش براہِ راست ان تک پہنچے۔ اے میرے دوست! آؤ ہم بھی بارش کا لطف اٹھائیں۔

JOIN FOR MORE!!!

جیوے جیوے پاکستان

۲۔ **جمیل الدین عالؔی:** (۱۹۲۵ء - ۲۰۱۵ء)

بند نمبر ۲:

مہکی مہکی روشن روشن پیاری پیاری نیاری
رنگ برنگے پھولوں سے اِک سجی ہوئی پھلواری
پاکستان، پاکستان، جیوے پاکستان

نثری ترجمہ:۔

(اے میرے پیارے وطن!) تیرے باغ کا ہر ایک کونا روشن اور رنگ برنگے پھولوں کی خوشبو سے مہکتا رہے اے میرے پیارے وطن پاکستان تو زندہ و پائندہ رہے۔

حوالہ:۔

یہ بند جمیل الدین عالؔی کی مشہور زمانہ نظم "جیوے جیوے پاکستان" سے لیا گیا جو کہ ہماری درسی کتاب کا حصہ ہے۔

لغت:

مہکی مہکی: خوشبو والی پھلواری: پھولوں والی جگہ / باغ

نیاری: پیاری جیوے: آباد رہے پیاری: خوبصورت

شاعر کا تعارف:۔

جمیل الدین عالؔی ایک بہترین شاعر، نغمہ نگار، اور نثّار تھے۔ آپ کے کئی ملی نغمے عوام میں انتہائی مقبول ہیں۔ آپ کی نغمہ نگاری پڑھنے والے کے دل

میں جذبہ حب الوطنی پیدا کرتی ہے۔الفاظ کی شائستگی اور ادوزان کی پختگی آپکی شاعری کا حسن ہے۔وقتاً فوقتاً مختلف عہدوں پر فائز رہے مگر آپکی شہرت کی اہم وجہ آپکی نغمہ نگاری اور سفرنامے ہیں۔

مرکزی خیال:۔

جیوے جیوے پاکستان جمیل الدین عالی کا مشہور زمانہ ملی نغمہ ہے۔جسکا مرکزی خیال یہ ہے

"ہمارا ملک پاکستان اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ہمارے لیے بہت بڑا انعام ہے۔یہ ملک ہمارے بزرگوں نے انتہائی جدوجہد اور قربانیاں دے کر حاصل کیا تھا اب اسکی حفاظت ہماری ذمہ داری ہے۔یہ ایک خوبصورت ملک ہے اور اسکا حسن اسکے قدرتی ذخائر ہی ہیں۔اسکی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس ملک کی وجہ سے ہم سب ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔یہاں کے لیڈرز جیسے قائداعظم،علامہ اقبال دنیا کے مثالی لیڈروں میں سے ہیں۔ہمیں چاہیے کہ ہم اسکی حفاظت کریں۔کیونکہ یہی ہماری پہچان کا ذریعہ ہے"۔

تشریح:۔

پاکستان ایک خوبصورت اور ہمارا پیارا ملک ہے اللہ تعالیٰ اس ملک کو قائم وآباد رکھے۔اس میں سرسبز وشاداب میدان ہیں جو بہت خوبصورت اور بھلے لگتے ہیں۔اسکی ہر صبح روشن مستقبل کی نوید ہوتی ہے اور ہر رات ایک کامیاب اور پرامید دن کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اسے بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے۔میرا وطن اتنا خوبصورت ہے جیسے باغ میں رنگ برنگے پھول کھلے ہوتے ہیں۔اور ان پھولوں کے کھلنے سے ایک حسین باغ کا نظارہ پیش ہوتا ہے۔میرا دیس پھولوں سے سجی ہوئی پھلواری ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

بند نمبر ۳:

من پنچھی جب پنکھ ہلائے کیا کیا سُر بکھرائے
سننے والے سنیں تو ان میں ایک ہی دھن لہرائے
پاکستان، پاکستان، جیوے پاکستان

نثری ترجمہ:۔

دل کا پرندہ جب بھی اپنے پر ہلاتا ہے تو طرح طرح کے خوش الحان راگ گا رہا ہوتا ہے مگر جب لوگ سنتے ہیں تو ایک ہی لفظ والا ساز سنائی دیتا ہے وہ ہے لفظ "پاکستان" اللہ پاکستان کو قائم ودائم رکھے۔

لغت:

پنچھی: پرندے سُر: ساز پنکھ: پر دھن: طرز۔لے۔سُر

تشریح:۔

جمیل الدین عالی نے اس نظم میں پاکستان سے پیار کا اظہار کیا ہے اور کہا ہے جب بھی ہمارے من سے کوئی نغمہ نکلتا ہے۔تو اپنے وطن کے لیے ہوتا ہے۔سننے والے ہمارے میں کچھ بھی سنیں ہمارا سارا موضوع پاکستان ہی ہوتا ہے۔ہم اپنے وطن کی خدمت کے لیے ہیں اور وطن ہماری شناخت کے لیے ہیں۔اے وطن! جب بھی ہمارے لبوں پر کوئی تذکرہ آتا ہے تو وہ ذکر تیرے ہی بارے میں ہوتا ہے۔اے وطن! اللہ تجھے ہمیشہ قائم وآباد رکھے۔

جگ جگ جیے میرا پیارا وطن
لب پہ دیا ہے دل میں لگن

بند نمبر ۴:

بکھرے ہوؤں کو بچھڑے ہوؤں کو ایک مرکز پہ لایا
کتنے ستاروں کے جھرمٹ میں سورج بن کر آیا

پاکستان، پاکستان، جیوے پاکستان

نثری ترجمہ:۔

جو لوگ ایک دوسرے سے بچھڑ کر دور ہو گئے تھے انکو پاکستان نے متحد کیا اور خود ستاروں کے جھرمٹ سورج کی طرح نمایاں ہے۔

لغت:

جھرمٹ: ڈھیر۔جمع ہونے کی جگہ

تشریح:۔

جب ہم تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ انگریزوں کے دور میں مسلمانوں کو ختم کرنے کی بہت کوشش کی گئی۔ان پر ترقی کے تمام راستے بند کر دیئے گئے۔نوکریوں پر پابندی تو تعلیم بھی مذہب کے خلاف دی جاتی تھی۔مسلمانوں کی جائیدادیں ہتھیالی گئیں تھیں ان حالات میں مسلمانوں کو ایک لیڈر کی ضرورت تھی جو انکو پریشانیوں سے نکال کر ایک جگہ پر جمع کر سکے۔ان حالات میں قائداعظم مسلمانوں کے لیے ایک سورج کی مثل بن کر ابھرے جو کہ سبکو اپنی ذات سے فائدہ پہنچاتا ہے۔قائداعظمؒ نے مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر متحد کیا۔انکی جدو جہد اور کوشش کے سبب ہی ہم نے ایک الگ اور آزاد وطن حاصل کیا۔شاعر کہتا ہے کہ یہ پاکستان ہی تھا جس نے بچھڑے لوگوں کو ایک جگہ پر جمع کیا۔پاکستان کی مثال ایک سورج کی طرح ہے جسکی کرنیں ہر طرف پھیلی ہوئی ہیں۔پاکستان میرا پیارا وطن ہے اللہ رب العزت اسے قائم و دائم رکھے۔

اے وطن تو ہمیشہ ہمیشہ رہے
تو بسے، تو بڑھے تو پھلے اے وطن

JOIN FOR MORE!!!

بند نمبر ۵:

جھیل گئے دکھ جھیلنے والے اب ہے کام ہمارا
ایک رہیں گے ایک رہے گا، ایک ہے نام ہمارا

پاکستان، پاکستان، جیوے پاکستان

نثری ترجمہ:۔

جن لوگوں نے پاکستان کو حاصل کرنے کے لیے تکالیف کا سامنا کرنا تھا انہوں نے وہ تمام تکالیف جھیل لیں اور اب ہمارا کام ہے کہ ہم اس وطنِ بے نظیر، بے مثال کی حفاظت کریں۔اور ان شاءاللہ ہم متحد ہو کر رہیں گے اور یہی پاکستان ہماری شناخت کا سبب رہے گا۔اللہ اسے قائم و دائم رکھے۔

لغت:

جھیل گئے: برداشت کر گئے

تشریح:۔

جمیل الدین عالیؔ وطنِ عزیز پاکستان کے لوگون خاص طور پر نو جوانوں سے مخاطب ہیں کہ ہمارے بزرگوں نے بڑی قربانیاں دے کر، بہت زیادہ مصیبتیں برداشت کرنے کے بعد اس ملک کو حاصل کیا مقصد محض یہ تھا کہ انکی آنے والی نسلیں یعنی ہم لوگ ایک کامیاب اور خوش وخرم زندگی گزار سکیں انہوں نے جو کچھ پاکستان کی خاطر کرنا تھا وہ کر کے اس دنیا سے چلے گئے اب ہمارا کام ہے کہ کسطرح پاکستان کی بقاء کو قائم رکھتے ہیں۔ ان شاء اللہ ہم ہمیشہ متحدر ہیں گے اور متحد ہو کر اسکی ترقی میں کردار ادا کریں گے ان شاء اللہ ہماری شناخت ایک اور صرف ایک یعنی پاکستان ہی رہے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمارے وطن پاکستا کو قائم و آباد رکھے۔ آمین۔

درحقیقت شاعر نے اس بند میں نوجوانان ملت کو تاریخ کے لمحات یاد دلا کر ان سے پاکستان کی سلامتی و بقاء میں اپنا بھرپور کردار ادا کرنے کی خواہش کی ہے۔

کرکٹ اور مشاعرہ

۲۔ دلاور حسین فگارؔ: (۱۹۲۹ء - ۱۹۹۸ء)

شعر نمبر ا:

مشاعرے کا بھی تفریح "ایم" ہوتا ہے
مشاعرے میں بھی کرکٹ کا "گیم" ہوتا ہے

نثری ترجمہ:۔

مشاعرے میں بھی ہمارا مقصد "تفریح" ہی ہوتا ہے اور مشاعرے کو بھی کرکٹ کی بطور "گیم" منعقد کیا جاتا ہے۔

حوالہ:۔

یہ شعر دلاور فگارؔ کی مشہور نظم "کرکٹ اور مشاعرہ" سے لیا گیا ہے۔ دلاور فگار کی یہ نظم ہماری درسی کتاب (کورس) کا حصہ ہے۔

لغت:

ایم (Aim): مقصد، ہدف گیم: کھیل

شاعر کا تعارف:۔

دلاور فگار ملکِ پاکستان کے مشہور شاعر، مزاح نگار اور نقاد تھے۔ آپکی لکھی غزلیں "حادثے" اور "ابوقلموں کی مصری" بہت مقبول ہوئیں۔ الفاظ کو شائستگی سے اسطرح بیان کرنا کہ مفہوم خود بخود واضح ہو جائے آپکی شاعری کی خاصیت ہے۔ جدید الفاظ کو اردو شاعری کے سانچے میں ڈھالنا آپکا خاصہ ہے۔

مرکزی خیال:۔

دلاور فگار کی مزاح پر مبنی نظم "کرکٹ اور مشاعرہ" درحقیقت دو الگ الگ کھیلوں کی مماثلت پر لکھی گئی ہے۔ جسکا مرکزی خیال کچھ یوں ہے۔

"وقت گزرنے کے ساتھ اشیاء و اوامر میں تبدیلی آنا اچھی بات ہے۔ موجودہ زمانے میں بنی نوع انسان نے جتنی ترقی کی ہے یا جو بھی نئی ایجادات کی ہیں ان کا تصور کسی حد تک پہلے سے موجود تھا۔ جیسا کہ موجودہ زمانے میں کرکٹ عروج کو پہنچی ہوئی اگر غور کیا جائے تو یہ کرکٹ کا تصور نیا نہیں ہے یہ کھیل بھی مشاعرے سے ماخوذ ہو سکتا ہے کیونکہ جو عوامل کرکٹ کے لیے ضروری ہیں وہ کسی حد تک مشاعرے میں دوسرے ناموں کے ساتھ موجود ہیں"۔

JOIN FOR MORE!!!

تشریح:۔

دلاور فگار ایک شاعر، مزاح نگار اور نقاد تھے اور اس نظم میں بھی انھوں نے مزاح کے لیے بہترین موضوع کا انتخاب کیا اور حقیقت انھوں نے اس نظم میں موجودہ زمانے میں مقبول عام کھیل "کرکٹ" اور "مشاعرے" کا موازنہ کیا ہے۔ "کرکٹ" موجودہ زمانے کا مقبول ترین کھیل ہے جبکہ "مشاعرہ" ماضی میں انتہائی مقبولیت کا حامل رہا۔ شاعر نے ان دونوں کا موازنہ اسلیے کیا کہ انکے نزدیک ان دونوں کی مقصد یت اور اہمیت ایک ہی ہوتی ہے۔ جمیل الدین عالی کہتے ہیں کہ

"جس طرح کرکٹ کا کھیل کھیلنے یا دیکھنے کا اہم مقصد تفریح ہوتا ہے بلکہ اسی طرح محفل مشاعرہ بھی تفریح کے مقصد سے منعقد کی جاتی ہے"۔

شعر نمبر۲:

وہاں جو لوگ کھلاڑی ہیں وہ یہاں شاعر
یہاں جو صدر نشین ہے وہاں ہے "امپائر"

نثری ترجمہ:۔

کرکٹ کے میدان میں کھیلنے والے کو کھلاڑی کہا جاتا ہے اور محفل مشاعرہ میں جو شاعر ہوتے ہیں وہ یہاں کے کھلاڑی۔ اور یہاں محفل مشاعرہ میں جو بڑا مہمان ہوا سے صدر نشین جبکہ کرکٹ کے میدان کا صدر نشین امپائر ہوتا ہے۔

لغت:

صدر نشین: صدر یا بڑا، ابن کر بیٹھنے والا مرد مہمان خصوصی

تشریح:۔

اس شعر میں شاعر نے دونوں کھیلوں کے مرکزی کرداروں کا تذکرہ کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ دونوں کھیلوں میں اہمیت کے حامل کھلاڑی اور امپائر ہوتے ہیں۔ فرق یہ کرکٹ کے میدان میں کھیلنے والے کو کھلاڑی (Player) جبکہ مشاعرے میں اپنے کلام کو پیش کرنے والے کو شاعر کہا جاتا ہے۔ اسی طرح دونوں کھیلوں میں اہمیت کے حامل امپائر ہی ہوتے ہیں۔ معمولی سا فرق یہ ہے کہ وہاں جو کردار "امپائر" ادا کرتا ہے یہاں وہی کردار "صدر نشین" ہی کرتا ہے۔ مختصر کہا جائے تو دونوں کھلاڑی اور امپائر موجود ہوتے ہیں صرف نام کا فرق ہے کردار دونوں کے ایک ہی ہوتے ہیں۔ کام دونوں ایک جیسے ہی کرتے ہیں کرکٹ کے کھلاڑی کرکٹ کے میدان میں جبکہ شاعر مشاعرے میں اپنے جوہر فن کا مظاہرہ کرتا ہے۔

شعر نمبر۳:

وہاں ریاضِ مسلسل سے کام چلتا ہے
یہاں گلے کے سہارے کلام چلتا ہے

نثری ترجمہ:۔

کرکٹ کھیلنے کے لیے مسلسل مشق یعنی پریکٹس کی ضرورتی ہوتی ہے اور شاعر کو بھی اپنا کلام لوگوں تک پہنچانے کے لیے گلے کا سہارا لینا پڑتا ہے

JOIN FOR MORE!!!

لغت:

ریاض: مشق یعنی پریکٹس مسلسل: لگاتار کلام: شاعری

تشریح:۔

شاعر نے اس شعر میں دلچسپ انداز میں شاعری اور کرکٹ کے لازمات کا ذکر کیا ہے جو کہ دونوں میں انتہائی اہم ہوتے ہیں۔شاعر کا کہنا ہے کہ ایک کھلاڑی کو اپنا کھیل موثر انداز میں پیش کرنے اور شائقین کی دادِ تحسین سمیٹنے کے لیے مسلسل محنت کی ضرورت ہوتی ہے اسے مسلسل کئی کئی گھنٹے پریکٹس کرنا پڑتی ہے تا کہ وہ کرکٹ کھیلنے کے لیے فٹ رہ سکے اور شائقین کے سامنے عمدہ اور اچھا کھیل پیش کر سکے۔یہی معاملہ شاعروں کے ساتھ ہوتا ہے انہوں نے چونکہ اپنا کلام محفلِ مشاعرہ میں لوگوں کے سامنے پیش کرنا ہوتا ہے اسلئے انکے لئے کرکٹ کے کھلاڑی کی طرح مسلسل مشق یعنی اپنے ریاض کے ذریعے اپنے کلام کی تصحیح کرتا ہے تو اس مشق کے لیے شاعر کا اپنے گلے کو فٹ رکھنا ضروری ہوتا ہے تا کہ شائقین اسکی دلنواز شاعری سے محظوظ یعنی لطف اندوز ہو سکیں۔

شعر نمبر ۴:

وہاں بھی کھیل میں "نوبال" ہو تو "فاؤل" ہے
یہاں بھی شعر میں ابہام ہو تو "فاؤل" ہے

نثری ترجمہ:۔

(شاعر کہتا ہے کہ) وہاں کھیل میں جب کھلاڑی سے "نوبال" ہو جائے تو اسے فاؤل، سمجھا جاتا ہے (جبکہ شاعری میں) شاعر جب شعر میں "ابہام پیدا کرتا ہے تو اسے "فاؤل" سمجھا جاتا ہے۔

لغت:

فاؤل: کھیل کے قواعد کی خلاف ورزی

ابہام: وہم یا شک میں مبتلا کرنا۔شاعری کی ایک صنف کا نام۔ذومعنی الفاظ پر مبنی شاعری

تشریح:۔

کرکٹ کے کھیل میں کچھ قواعد وضوابط مقرر ہوتے ہیں۔جن پر عمل کرنا تمام کھلاڑیوں کے لیے ضروری ہوتا ہے۔ان قواعد وضوابط میں ایک قاعدہ "نوبال" کا بھی ہے۔جب کھلاڑی "نوبال" کراتا ہے تو اسے "فاؤل" یعنی قواعد وضوابط کی خلاف ورزی سمجھا جاتا ہے۔اور یہی اصول مشاعرے میں بھی موجود ہوتے ہیں جب کوئی شاعر ا سے اشعار کہہ دیتا ہے جو ذومعنی (یعنی ایک سے زائد معنی رکھتے ہیں) الفاظ استعمال کر کے شعر کے معنی مشکوک کر دیتا ہے تو مشاعرے کے قواعد وضوابط کے مطابق اسے "فاؤل" یعنی مشاعرے کے اصولوں کی خلاف ورزی سمجھا جاتا ہے۔یہی بات شاعر نے اپنے اس شعر میں بیان کی ہے کہ جسطرح کرکٹ کے کھیل "باؤلر (Bowler) نو بال کرا کر کرکٹ کے اصولوں کی خلاف ورزی کرتا ہے۔اسی طرح مشاعرے میں جو شاعر اپنے شعر میں اپنے الفاظ کے معنی ومفاہیم کو مشکوک بنا دیتا ہے اسے مشاعرے کے اصولوں کی خلاف ورزی سمجھا جاتا ہے جسے انگریزی میں فاؤل کہا جاتا ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

شعر نمبر ۵:

وہاں ہے ایک ہی کپتان پوری ٹیم کی جان
یہاں ہر ایک "پلیئر" بہ جائے خود کپتان

نثری ترجمہ:۔

کرکٹ میں پوری ٹیم کا ایک کپتان اپنی پوری ٹیم کی جان سمجھا جاتا ہے۔ جبکہ مشاعرے میں ہر شاعر خود اپنی پر آپ ہی کپتان ہوتا ہے۔ اسطرح ہر شاعر کو مشاعرے کی جان سمجھا جاتا ہے۔

لغت:

کپتان: سپہ سالار۔ سربراہ بہ جائے خود: اپنی جگہ پر

تشریح:۔

شاعر کے مطابق کرکٹ اور مشاعرے میں ایک اور بات جو مشابہہ ہے وہ ہے " کپتان"۔ کرکٹ کا اصول ہوتا ہے کہ ہر ٹیم میں ایک کھلاڑی کو کپتان کا درجہ دیا جاتا ہے۔ یہ کپتان یا سپہ سالار میدان میں دورانِ کھیل تمام فیصلے کرنے میں خود مختار ہوتا ہے۔ دیگر کھلاڑیوں کے مقابلے میں اسکی اہمیت زیادہ ہوتی ہے اسے ٹیم کی جان سمجھا جاتا ہے۔ جبکہ مشاعرے میں چونکہ ٹیم نہیں ہوتی بلکہ ہر شاعر اپنی شاعری کا خود ذمہ دار ہوتا ہے اسلئے ہر شاعر اپنی جگہ خود کپتان ہوتا ہے۔ اس کی اہمیت کپتان کی طرح ہوتی ہے۔ اور ہر شاعر کو انفرادی حیثیت میں کپتان سمجھتے ہیں مشاعرے کی جان سمجھا جاتا ہے۔

شعر نمبر ۶:

وہاں جو لوگ اناڑی ہیں وقت کاٹتے ہیں
یہاں بھی کچھ متشاعر دماغ چاٹتے ہیں

نثری ترجمہ:۔

کرکٹ کے میدان میں جو کھلاڑی ناتجربہ کار ہوتے ہیں یا جنہیں کھیلنے کا سلیقہ نہیں ہوتا وہ وقت گزارتے ہیں جبکہ مشاعرے میں بھی کچھ لوگ جو نام نہاد شاعر ہوتے ہیں وہ فضول باتیں کر کے مشاعرے میں موجود دیگر لوگوں کا وقت ضائع کرتے ہیں۔

لغت:

اناڑی: ناتجربہ کار، بے سلیقہ متشاعر: جھوٹا شاعر، نام نہاد شاعر دماغ چاٹنا: فضول باتیں کرنا

تشریح:۔

شاعر نے اس نظم کے پہلے شعر میں کہا تھا کہ کرکٹ اور مشاعرے دونوں کے انعقاد کا بنیادی مقصد " تفریح" ہوتا ہے۔ لوگ ان دونوں میں محض اسلئے دیکھنے یا سننے جاتے ہیں کہ کچھ لمحاتِ تفریح حاصل ہو جائیں مگر بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ کچھ اناڑی کھلاری ہوتے ہیں جو کہ ناتجربہ کار اور غیر سلیقہ مند ہوتے ہیں جنکو کھیلتے دیکھ کر لوگ محظوظ ہونے کے بجائے بوریت یا اکتاہٹ کا شکار ہو جاتے ہیں اور مقصدِ تفریح معدوم ہو جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح صورتِ حال مشاعرے میں پیدا ہو جاتی ہے جب کوئی نام نہاد شاعر محفلِ مشاعرہ میں شریک ہو کر اپنی فضول باتوں سے لوگوں کا دماغ چاٹتے ہیں اور ان کا وقت ضائع کرتے ہیں۔ ان کی شاعری لوگوں کے لیے تفریح کے بجائے اکتاہٹ اور وقت کے ضیاع کا سبب بن جاتی ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

شعر نمبر ۷:

مرے خیال کو اہلِ نظر کریں گے "کیچ"
مشاعرہ بھی ہے ایک طرح کا "کرکٹ میچ"

نثری ترجمہ:۔

میرے خیال سے مشاعرہ بھی ایک "کرکٹ میچ" ہی ہوتا ہے اور (یقیناً) میرے اس خیال سے اہلِ بصیرت قائل ہونگے۔

لغت:

اہلِ نظر:	دانشمند۔ بصیرت والے	کرکٹ میچ:	ایسا کرکٹ میچ جس کا دورانیہ کم ہوتا ہے

تشریح:۔

دلاور فگار "کرکٹ اور مشاعرے" کی اتنی مماثلت بیان کرنے کے بعد اپنا نظریہ یا خیال پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ "میں یہ سمجھتا ہوں کہ مشاعرہ بھی ایک کرکٹ میچ کی طرح ہوتا ہے جو کہ چند گھنٹوں پر محیط ہوتا ہے۔ اس میں کھلاڑیوں کی طرح شعراء اپنے فن کا مظاہرہ کرتے ہیں اور میں امید کرتا ہوں کہ بصیرت مند یا دانش مند حضرات میری بات کو اچھے انداز سے سمجھ سکتے ہیں اور مجھے امید ہے کہ وہ میری اس بات سے متفق ہونگے کہ مشاعرہ بھی کرکٹ کے ایک میچ کی طرح ہوتا ہے جسکا دورانیہ تھوڑا کم ہوتا ہے"۔

شاعر نے یہاں لفظ "کریکٹ" کو "کرکٹ" کے صیغہ تصغیر میں استعمال کیا ہے جسکے معنی ہیں "چھوٹا سا مقابلہ"۔

JOIN FOR MORE!!!

حصّہ مضامین

سوال نمبر۱۰: مضمون لکھیے۔

۱۔

قومی اتحاد

(۲۰۰۷)

''پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ''

''فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں''

اتحاد میں بڑی طاقت اور اخوت ہے۔ کسی ملک کی بقاء کا انحصار قومی یکجہتی اور اتفاق پر منحصر ہے۔ کوئی جماعت، کوئی ملک، کوئی قوم اقوام عالم کی نگاہ میں عزت و آبرو اور وقار و احترام کا مقام نہیں پا سکتی جب تک کہ اس کے افراد میں یکجہتی اور ہم آہنگی نہ ہو۔ قومی اتحاد کے بغیر ترقی اور خوشحالی کا تصور بھی ایک خام خیال ہے۔ انفرادی اور اجتماعی اقبال ایک خواب ہے۔ جس طرح موج کی قوت کا زور، جوش، طلاطم اور تند و تیز دریا کے اندر ہے دریا کے باہر موج کوئی معنی نہیں رکھتی۔ اس طرح فرد کی اپنی کوئی قوت نہیں ہوتی، فرد تنہا کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ لیکن جب وہ ایک ملت میں گم ہو جاتا ہے تو وہ بڑی قوت بن جاتا ہے۔ اقبال نے قومی اتحاد اور ملی زندگی کی اہمیت کو ایک تعمیر اور بالخصوص اسلامی معاشرے کے قیام کے لیئے بوت سی جگھوں پر اجاگر کیا ہے۔ ایک جگہ کہتے ہیں

ملت سے اپنا ربط استوار رکھ
پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

JOIN FOR MORE!!!

اقبال مسلمانوں کی اجتماعی روح کی تصویر کو اپنے دامن میں رکھ کر ایک متحد اور ہم آہنگ زندگی بسر کرنے کی پُر زور اپیل کرتے ہیں۔ اور جہاں کہیں مسلمانوں کے اتحاد آنسو پارہ پارہ ہوتے دیکھتے ہیں تو خون کے آنسو روتے ہیں۔ مسلمانوں کے انتشار کو دیکھتے ہیں اور دردِ قومی سے چیخ اٹھتے ہیں۔ اور ان کی زبان کی نوک پر اپنے پُر سوز شعر آ جاتے ہیں

ایک ہی اس قوم کا ایمان بھی ایک حرم پاک بھی
اللہ بھی قرآن بھی ایک، ایک ہی سب کا نبی ﷺ
دین بھی ایک کچھ بڑی بات تھی، ہوتے جو مسلمان بھی ایک

ملّت اسلامیہ کی کی رہنمائی کے لیئے قرآن حکیم کی شکل میں ایک مکمل ضابطہ حیات موجود ہے۔ جو اتحاد اور ربطِ باہمی کا درس دیتی ہے۔ اور ایک واضح مقصدِ حیات پیش کرتا ہے۔ ایک منزل کی نشاندہی کرتا ہے۔ اس منزل تک پہنچنے کے لیئے افراد کو قوم سے ملا کر دوش بدوش گامزن ہونا ضروری ہے۔ اگر وہ متحد و متفق ہو کر آگے بڑھیں تو کوئی بھی مخالف قوت ان کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتی وہ ایک ایسا طوفان بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں جس سے دریاؤں کے دل بھی دہل جائیں گے اور جس کے متحد عزم و ارادہ کے آگے پربت رائی ہو کر رہ جائے۔

بقول اقبال:

ہیں ضبطِ باہمی سے قائم نظارے سارے
یہ نقطہ ہے نمایاں تاروں کی زندگی میں

۲۔ طلباء کی زندگی میں کتب بینی کی اہمیت

کتاب انسان کی بہترین دوست ہے / مطالعہ کتب کی اہمیت / کتب بینی

''کتاب انسان کی بہترین دوست ہے'' یہ ایک آزمودہ مقولہ ہے جس کی صداقت سے انکار ممکن نہیں۔ ہوش سنبھالتے ہی انسان کو کتابوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ اور یہی کتابیں ہمیں زندگی کے نشیب وفراز، طرزِ بود و باش، رہن سہن کے آدابِ زندگی، بلند پایہ مصنفین کے خیالات اور حکیمانہ باتیں ہم تک پہنچاتی ہیں۔ کتابیں تادمِ حیات زندگی کی راہوں میں ہماری رفیق، معلم اور رہنما ثابت ہوتی ہیں اور ہمیں منزلِ مقصود تک پہنچنے میں مدد دیتی ہیں۔ کتب بینی کے فوائد اتنے کثیر ہیں کہ ہم ان کا شمار انگلیوں پر نہیں کر سکتے۔ کتابیں ہماری رفیق تنہائی کی نہیں ہیں۔ بلکہ ان بزرگوں کے تجربات و مشاہدات اور مسائلِ حیات پر ان افکار کا جو ذخیرہ ملتا ہے ان سے مستفید ہو کر ہم بہترین زندگی گزار سکتے ہیں۔ مطالعہ کتب سے نہ صرف ہماری ذہنی نشو نما ہوتی ہے بلکہ پریشانی کے عالم میں یہ ہماری دلچسپی کا ذریعہ بھی بنتی ہیں۔ ایک اچھی کتاب بہترین غذا بھی ہوتی ہے۔ کتابوں میں جو علوم کا خزانہ موجود ہوتا ہے وہ لازوال ہے۔ گردشِ روزگار پر اس کا کوئی اثر نہیں۔ یہ اپنے طلب گاروں اور شیدائیوں کی تشنگی دور کرنے کے لیئے ہر وقت تیار رہتی ہے۔ اور زندگی کے نشیب وفراز میں بلا امتیاز رنگ و نسل اور مذہب و ملت پر ہر انسان کے ساتھ رہتی ہے۔ کسی سے بے وفائی نہیں کرتی۔ دولت دنیا چھین سکتی ہے۔ مگر کتب بینی سے حاصل کیا ہوا علم چرایا نہیں جا سکتا۔

کتب بینی سے انسان کے اخلاق و کردار پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ کتابیں انسانوں کو برائی کی ترغیب بھی دے سکتی ہیں۔ اس لیئے مطالعہ کتب کے لیئے بھی احتیاط کی ضرورت ہے۔ کتابیں چنتے وقت احتیاط کرنی چاہیئے کہ ان کا موضوع تعمیری رجحانات کا حامل ہو۔ منحرف اخلاق اور فحش قسم کی کتابیں ہماری بدترین دشمن تو بن سکتی ہیں لیکن دوست نہیں۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ کتابیں بہترین دوست ہوتی ہیں تو ہماری مراد ان کتابوں سے ہے۔ جس سے ہمارے کردار کی تعمیر میں مدد ملے ہماری قومی اور ملی زندگی میں صحت مند رجحانات کو فروغ حاصل ہو ہماری فلاح بہبود اور ترقی و عروج کی راہیں ہموار ہوں دل میں وطن اور اہلِ وطن کی محبت کا جذبہ ابھرے اور عالم گیر انسانیت، اخوت اور بھائی چارگی کا احساس پیدا ہو۔ عظمتِ آدم کی سربلندی حاصل ہو۔ اگر مطالعہ کتب سے یہ مقاصد حاصل ہوتے ہیں تو یقیناً ''کتاب انسان کی بہترین دوست ہے''۔

JOIN FOR MORE!!!

۳۔ سمندر کے کنارے ایک شام / ساحل سمندر کی سیر

گرمیوں کی چھٹیاں شروع ہو چکی تھیں میں نے پہلے ہی ہفتے میں اسکول کا دیا ہوا گھر کا کام ختم کر لیا تھا۔ اسی لیئے اس طرف سے مطمئن اور بے فکر تھا۔ وقت کی کمی نہ تھی چنانچہ مجھے تفریح کی سوجھی اور میں نے چند دوستوں کے ساتھ ''ہاکس بے'' جانے کا پروگرام بنالیا۔ پکنک پر جانے سے ایک دن پہلے ہم بازار گئے اور وہاں سے کھانے پینے کی اشیاء خریدیں اور منی بس بھی کرائے پر لی اور آپس میں دیگر ذمہ داریاں تقسیم کرلیں۔ کسی نے کباب کا ذمہ لیا تو کسی نے کولڈ ڈرنک کا ذمہ اور کسی نے پراٹھے لانے کا۔

اب جب روانہ ہوئے تو صبح کے ساتھ بجے کا وقت تھا۔ کوئی ڈیڑھ گھنٹے میں ہم لوگ ہاکس بے جا پہنچے۔ سب سے پہلے ہم نے ہٹ کرائے پر لیا اور سامان وغیرہ رکھ کر تیراکی کے شوق میں پانی میں اتر گئے۔ گرمی عروج پر تھی اور ہم پسینے میں شرابور ہو گئے تھے اس لیئے تیرنے میں بڑا مزہ آیا۔ ہم اپنے ساتھ گیند بھی لے گئے تھے۔ اس لیئے واٹر پولو کھیلنے میں بڑا مزہ آیا۔ ایک بجے ہم سب ہٹ میں واپس آگئے۔ ہم تیر تیر کر خوب تھک چکے تھے اس لیئے بھوک کے مارے پیٹ میں چوہے دوڑ رہے تھے۔ ہم نے سیر ہو کر کھانا کھایا اور کچھ دیر ریت پر لیٹ گئے اور گپ بازی کرنے لگے۔ چار بجے ہم نے چائے پی۔ پھر ہم سب کھیلنے اور سیپیاں جمع کرنے پانی کے قریب پہنچ گئے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی لطف اندوز ہوائیں چل رہی تھیں۔ ہم نے پھر تیرنا شروع کر دیا۔ غرض ان مشاغل میں دن ڈھل گیا اور موجیں زور زور سے اٹھنے لگیں ایسا محسوس ہونے لگا کہ پانی کی اونچی اونچی دیواریں ساحل کی طرف بڑھ رہی ہیں۔ اور جیسے تماشائیوں کے ہجوم کو اپنی لپیٹ میں لے لیں گی۔ دن بھر کا تھکا ماندہ آفتاب افقِ مغرب کی اوٹ میں سرنگوں تھا۔ ہلکی ہلکی خنک ہوا طبیعت میں کسل مندی پیدا کر رہی تھی۔ اور آسمان کے کنارے شفق رنگ بڑے دیدہ زیب نظر آرہے تھے۔ دور تک سرخ دھاریں اس طرح پھیل گئی تھیں جیسے عروسِ شام رنگین آنچل سے ڈھلک گئی ہو۔ ہم کافی دیر سے غروبِ آفتاب کے اس روح پرور نظارہ سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ آخر شام کی سیاہی بڑھی اور ہم سارے دوست ہٹ میں واپس آگئے۔ اور دسترخوان کے گرد بیٹھ گئے۔ اور کھانے کی اشیاء پر ٹوٹ پڑے۔ ویگن پر سوار ہو کر واپس گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ تو ساڑھے آٹھ بج چکے تھے۔ اپنے اپنے گھروں تک پہنچنے میں ہم بہت تھک چکے تھے۔ مگر اس میں ایک کیف و سرور کا احساس شامل تھا۔ ساحل سمندر پر گزری ہوئی یہ شام ہمارے لیئے ایسے جلووں، ایسی دل آویزی، دلکشی اور سامانِ فرحت رکھتی ہے کہ اس کی یاد ہمیں کبھی نہیں بھولتی۔

۴۔ **وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ / تعلیمِ نسواں** (۲۰۰۷)

دولتِ علم کو حاصل کرنا ہر مرد و عورت کے لیئے لازمی امر ہے۔ ترقی صرف اسی قوم کی میراث ہے جس کے افراد زیورِ علم سے آراستہ و پیراستہ ہوں۔ علم کے بغیر انسان خدا کو بھی پہچاننے سے قاصر ہے کسی بھی علم کے لیئے ضروری ہے۔ کیونکہ جب علم نہ ہوگا تو اس پر عمل درآمد کیسے ہوسکے گا۔ اسلامی نقطہ نگاہ سے بھی حصولِ علم لازمی ہے۔ اسلام نے مرد و عورت دونوں کو حصولِ علم کی تاکید کی ہے۔

خواہ وہ اس کے لیئے دور دراز کا سفر ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔ علم ایک ایسا بہتا دریا ہے جس سے جو جتنا چاہے سیراب ہوسکتا ہے۔ لیکن شرط محنت اور لگن ہے۔ زندگی کے اقدار میں نکھار اور وقار علم سے ہی آسکتا ہے۔ ہمارے معاشرے میں عورت و مرد دونوں کی اہمیت یکساں ہے۔ ترقی کی راہوں پر آگے بڑھنے کے لیئے عورتوں کے لیئے بھی علم اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ مردوں کے لیئے ہے۔ گویا عورت اور مرد ایک گاڑی کے دو پہیے جن میں سے ایک کی بھی علم سے لاتعلقی کائنات کے نظام کو درہم برہم کرسکتی ہے۔ خواتین کے فرائض میں سے ایک اہم فریضہ بچوں کی پرورش ان کی نگہداشت اور صحیح تربیت ہوتی ہے۔ بچے کی ابتدائی درس گاہ دراصل ماں کی گود ہوتی ہے۔ اگر ماں تعلیم یافتہ اور سلیقہ شعار ہو تو اولاد بھی صاحبِ علم اور مہذب ہوگی۔ بچے اپنی ماں سے طور طریقے اور ہر آداب و اطوار حاصل کرتے ہیں۔ ایک ماں نے اپنی اولاد کے خیالات کو سنوارنے کی ذمہ دار ہوتی ہے۔ جب ماں کی بنیادیں مستحکم ہونگی تو بچے بھی معاشرے کے اہم فرد کی حیثیت سے ابھر سکتے ہیں۔ اسی لیئے کہتے ہیں کہ

وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ

JOIN FOR MORE!!!

ایک تعلیم یافتہ اور باشعور ماں ہی قوم کی اس امانت میں اخلاقی ہمدردی اور ایثار پیدا کرکے جذبہ حب الوطنی بیدار کرتی ہے۔ باپ بھی تعلیم و تربیت میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ لیکن فکرِ معاش کی وجہ سے پورا وقت نہیں دے سکتا اسی لیئے بچوں کی پرورش کی حقیقی ذمہ داری ماں پر عائد ہوتی ہے۔ ماں جو ابتدائی تہذیب سکھاتی ہے۔ یہی بڑے ہوکر اس کی فطرت میں راسخ ہوجاتی ہے۔ اگر صلاحیتوں اور ذہانت کا مقابلہ کیا جائے تو عورتیں مردوں سے کسی بھی طور پر کم نہیں ہوتیں۔ تاریخ اس بات کی شاہد ہے۔ کہ اب تک کئی خواتین اقتدار سلطنت حاصل کرچکی ہیں۔ لیکن جنہوں نے یہ کارنامے انجام دیئے ہیں وہ سب تعلیم کے زیور سے آراستہ تھیں۔ صاحب عقل حضرات کی سمجھ میں یہ بات آنی چاہیے کہ عورتوں کی تعلیم کو صرف ناظرہ اور قرآن مجید تک محدود رکھنا اور دیگر علوم سے دور رکھنا کوئی عقل مندی نہیں۔ بعض حضرات کا خیال یہ ہوتا ہے کہ تعلیم یافتہ عورتیں فیشن پرست ہوجاتی ہیں۔ فضول خرچی ان کی عادت ہوجاتی ہے اور اپنے فرائض کے انجام دہی صحیح طریقے سے نہیں کر پاتیں۔ لیکن یہ سوچ بالکل غلط ہے کیونکہ یہ تمام عادات کسی کو گھریلو ماحول سے ملتی ہیں۔ ترقی پسند لوگوں کو اس حقیقت کو تسلیم کرلینا چاہیئے کہ اگر ہم انہیں پاکیزہ اور برائیوں سے پاک ماحول میں تعلیم دیں گے تو کوئی وجہ نہیں کہ تعلیم نسواں معاشرے میں کسی بگاڑ کا باعث بنے۔ اس طرح سے حوصلہ افزا نتائج برآمد ہوسکتے ہیں۔ پس ہمیں چاہیے کہ قدرت نے عورت کو جو فطری صلاحیتیں عطا کی ہیں ان کو بروئے کار لایا جائے۔ اسی طرح ان میں وہ مطلوبہ صفات پیدا ہوسکتی ہیں۔ جو خوش آئندہ مستقبل کی ضمانت ہیں۔

۵۔ **ہمت کرے انسان تو کیا نہیں ہوسکتا / محنت میں عظمت**

ہمت، تحمل اور بردباری کا مطلب کسی کام کو انجام دینا اور اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں جو دشواریوں اور مشکلات پیش آئیں انہیں برداشت کرکے ثابت قدم رہنا ہے۔ ہمت ہر مشکل کو آسان بناتی ہے۔ ہمت کے استعمال سے گریز کرنے والا انسان سستی کاہلی اور نکمے پن کو دعوت دیتا ہے۔ اللہ انسان کو جتنی بھی صلاحیتیں عطا کی ہیں اس کا صحیح استعمال انسان کو انسانیت کے عظیم درجے پر پہنچا دیتا ہے۔ دنیا کی جو قومیں آج مادی لحاظ سے ترقی کے آسمان پر جلوہ گر ہیں۔ انہوں نے یہ عروج اپنی قوت بازو سے حاصل کیا یہ بلند مقام انہیں ایک یا دو دن یا دو چار سال کی محنت سے حاصل نہیں ہوا ہے بلکہ وہ سالہا سال کی جان توڑ محنت سے اس قابل ہوئے کہ دنیا میں فارغ البالی اور خوشحالی کی زندگی گزار سکیں۔ محنت و مشقت ایک فطری جوہر ہے جو انسان کو قدرت کی طرف سے ودیعت کیا گیا ہے۔ یہ انسان کی ہی محنت کا نتیجہ ہے کہ اس نے پہاڑوں کے جگر چیر کر صحراؤں کو سبزہ زاروں اور خوبصورت شہروں میں تبدیل کردیا۔ خدا کی زمین کو اپنی انتھک محنت سے جنت کا نمونہ بنادیا۔ یہ فلک بوس عمارتیں سائنسی ایجادات یہ رواں دواں زندگی ہمت اور محنت ہی کا ثمر ہے۔

مشکلے نیست کہ آسان نشود

مرد باید کہ ہراساں نشود

دنیا کی ترقی، ایجادات، تحقیق وتجسس، سائنس کے کارنامے، انجمن ریل گاڑیاں، مواصلاتی نظام ٹیلیفون اور ایٹمی توانائی، انسان کی چاند تک پہنچ اور ہوا، آگ اور پانی پر حکمرانی سب ہمت کے کرشمے ہیں۔ اگر انسان ہمت کرے تو مٹی سے سونا پیدا کر سکتا ہے۔ تاریکیوں کا سفر ترک کر کے شہرت دولت حاصل کر سکتا ہے۔ ہمت اور صحیح طریقے پر محنت کے بغیر کوئی شخص کامیابی حاصل نہیں کر سکتا۔

وہ کون سا عقدہ ہے جو وا نہیں ہو سکتا
ہمت کرے انساں تو کیا ہو نہیں سکتا

ہمت، محنت، استقلال اور بردباری کے ذریعے ہی بڑے بڑے سیاست دان، ڈاکٹر، ماہرینِ فن، موجد اور فنکار شامل ہیں۔ اس مقامِ خاص تک پہنچنے میں جہاں آج ہم انہیں کھڑا ہوا پاتے ہیں تمام افراد جو کامیابی کے اس زینے تک پہنچے وہ مشکلات ومصائب کا مقابلہ ثابت قدمی سے کرتے ہوئے اپنی مطلب العین کی طرف گامزن رہے اور بالآخر منزلِ مقصود تک پہنچ گئے۔ انسان کے لئے کوئی کام مشکل و ناممکن نہیں ہوتا سوائے ان کاموں کے جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے مخصوص ہیں۔ مثلاً تخلیقِ کائنات صرف خداوند کریم ہی کر سکتا۔ کوئی دوسرا اس کا اہل نہیں ہو سکتا۔ آج کا انسان چاند تک پہنچ چکا ہے۔ زمین و آسمان کو ہسار و ریگزار اور ہوا پانی غرض ہر شے تسخیر کر چکا ہے۔ اور یہ سب کچھ صرف ہمت، محنت، لگن، استقلال، عزمِ صمیم کی بدولت ہے۔ ہمت کے آگے نہ سمندر رکاوٹ بن سکتا ہے۔ نہ پہاڑ ہمت میں لغزش پیدا کر سکتے ہیں۔ اور نہ ہی دشتِ صحرا آج تک انسان کا راستہ روک سکتے ہیں۔ طارق بن زیاد نے اپنی ہمت وشجاعت کا عملی مظاہرہ کیا۔ جنگِ بدر میں مجاہدینِ اسلام نے اس کا عملی ثبوت دیا۔ اندلس کی سرزمین مسلمانوں کی ہمت وعظمت کی گواہ ہے۔ اور افغانستان سے روسیوں کا انخلاء عزم و ہمت کی منہ بولتی تصویر ہے۔ ابھی کل ہی کی بات ہے کہ ہمارے عظیم رہنما قائدِ اعظم نے ناممکن کو ممکن کر دکھایا۔ ایک طرف انگریزوں کی مکاری اور چالبازی تھی تو دوسری طرف ہندوؤں کا تعصب تھا۔ ستم بالا ستم اپنوں میں بھی بیگانے موجود تھے۔

قائدِ اعظم اور دیگر رہنماؤں نے بشمول برِ صغیر کے تمام مسلمانوں نے ہمت اور عزم سے کام لیا اور ثابت قدم رہے۔ شجاعت و بُردباری سے ایک مضبوط چٹان کی طرح دشمنوں کے سامنے ڈٹے رہے۔ اور بالآخر خدا نے کامیابی سے ہمکنار کیا۔ اسی طرح دنیا کی دیگر بڑی ہستیوں کی سوانح حیات کا مطالعہ ہمیں ان کی کامیابی میں پنہاں راز تک پہنچا دے گا جو کہ ہمت واستقلال میں پوشیدہ ہے۔ قائدِ اعظم کا قول ہے کہ:

"کسی کام کو کرنے سے پہلے سو بار سوچو کہ یہ کام ٹھیک ہے مجھے ایسا کرنا چاہیئے۔ جب تمہارا ذہن فیصلہ دے دے کہ ہاں ایسا کرنا درست ہے اس میں کوئی برائی نہیں تو اس کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کا مصمم ارادہ کر لو اور دم اس وقت لو جب اسے پورا کر لو۔ اس بات سے نہ گھبراؤ کہ راستے میں مشکلات آئیں گی۔ رکاوٹیں ہوں گی دشمنوں کی مخالفت ہوگی۔ اپنی منزل کی طرف نگاہ کر کے آگے بڑھتے چلے جاؤ۔ انشاء اللہ کامیابی ضرور تمہارے قدم چومے گی۔"

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

۶۔ عجائب گھر

عجائب گھر کا نام اس لئے بہت موزوں ہے۔ اس کا نام اس کی طرز کی عکاسی کرتا ہوا نظر آتا ہے کہ نہ جانے یہ مقام کیسی کیسی عجیب وغریب چیزوں کا گھر ہو۔ عجائب گھر کا نام ہمارے لئے بھی باعثِ تجسس تھا۔ اسی لئے ہم نے بھی ایک دن لاہور کا عجائب گھر دیکھنے کی ٹھانی۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں لاہور شہر میں سکونت اختیار کئے ہوئے تھا۔ ہم تمام دوستوں نے صلاح ومشورے سے یہ تجویز کیا کہ جمعے کے دن عجائب گھر کی سیر کو چلیں گے۔ باقی دوستوں کو تو اپنے والدین سے آسانی اجازت مل گئی۔ مگر ہمیں ذرا مشکل پیش آئی بہر حال یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا۔ ہمارے ایک استاد بھی ہمارے ساتھ عجائب گھر جانے کو تیار ہو گئے تھے۔ جمعے کے دن ہم تمام دوست اپنے استادِ محترم جمال صاحب کے ساتھ عجائب گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ تقریباً گیارہ بجے ہم لوگ عجائب گھر کے دروازے پر تھے۔ عجائب گھر ایک بہت کھلی اور خوبصورت سڑک کے کنارے واقع ہے۔ اس کی عمارت بڑی شاندار ہے۔ اور اردگرد باغیچہ ہے۔ اس کے سامنے کی جانب پنجاب یونیورسٹی ہے۔ ہم نے ٹکٹیں خریدیں اور عجائب گھر میں داخل ہوئے۔

عجائب گھر کو مختلف حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ایک حصہ ایسا ہے جہاں پرانے زمانے کے مٹی کے بنے ہوئے کھلونے مورتیاں اور ایسی چیزیں اور ہتھیار موجود ہیں۔ جو اس زمانے کی تہذیب وتمدن کا پتہ دیتی ہے۔ یہ تمام اشیاء دھات کے زمانے سے بھی قبل کی ہیں۔ دوسرے حصے میں لکڑی کی اشیاء ہیں جن میں مہاتما بدھ کا مجسمہ

JOIN FOR MORE!!!

قابلِ ذکر ہے۔ وہاں کی ہر شے ہر دور کی عکاسی کرتی ہے۔

تمام اشیاء پر ان کے مختصر کوائف درج ہوتے ہیں اور احتیاط کے پیشِ نظر ان اشیاء کو چھونے کی ممانعت ہوتی ہے کہ ہاتھ لگانے سے ان نوادرات کو بھی نقصان پہنچ سکتا ہے اور دوسرے یہ کہ ان پر لگے ہوئے کیمیکلز سے ہمیں بھی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔

مسلمانوں کے دورِ حکومت نے بھی ان نوادرات کا بیش بہا خزانہ ہمارے لئے چھوڑا ہے۔ جا بجا سامانِ حرب زرہ بکتر اور لباس بھی رکھے ہوئے تھے۔ یہ لباس اس قدر بھاری بھرکم نظر آ رہے تھے کہ انہیں پہن کر چلنا تو درکنار انہیں اٹھا کر چلنا بھی ہمارے لیئے دشوار کام ہوتا۔ اس بات سے ہم نے پرانے لوگوں کی طاقت کا اندازہ لگایا کہ واقعی ان کی طاقت و شجاعت میں کوئی شک نہیں۔

ایک اور حصہ میں زمانہ قدیم کی مصنوعات تھی۔ جن میں اکثر عام پتھر اور سنگِ مرمر سے بنی ہوئی تھیں۔ اور ان اشیاء کو دیکھ کر اس زمانے کے کاریگروں کی فنکارانہ صلاحیتوں اور محنت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ اکثر مقامات پر کپڑوں کے نمونے نظر آتے ہیں۔ جن پر نقاشی کی گئی ہے۔ عجائب گھر میں مختلف زمانے کے سکے بھی پڑے ہوئے ہیں۔ جن پر لکھی ہوئی عبارت پڑھنا ہمارے بس سے باہر ہے۔ اسی طرح پتھروں پر بھی عبارتیں کھدی ہوئی ہیں۔ قرآن مجید کے قلمی نسخے بھی یہاں پر موجود ہیں۔ جن کے رسم الخط نہایت عمدہ ہیں۔ جو اپنے اپنے زمانے کے لحاظ سے مختلف ہیں۔

سیاحوں اور تاریخ دانوں کے لیئے عجائب گھر زیادہ کشش رکھتا ہے۔ کیونکہ یہ ان کی معلومات میں اضافے کا باعث بنتے ہیں۔ اسی لیئے سیاحت کے فروغ کے لیئے عجائب گھر کا صحیح انتظام لازمی ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

۷۔ عزائم کو سینوں میں بیدار کردے

نگاہِ مسلماں کو تلوار کردے

آج جو مملکت خداداد پاکستان ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ آج سے تقریباً ۷۰ سال پہلے یہاں کی یہ حالت کہ یہاں پر مسلمان کے خون کی ہولی کھیلی جارہی تھی۔ یہی وہ ملک ہے جہاں کی صدیوں پرانی شاندار تہذیب و ثقافت کو انگریزوں اپنے دستِ ستم سے بری طرح نقصان پہنچایا۔ مندرجہ بالا علامہ اقبال کا شعر جو کہ مسلم کی نگاہ کو تلوار کی حیثیت سے دلکش انداز میں پیش کررہا ہے۔ اسی شعر کے موضوع پر ان حقیقی کاوشوں کا ذکر کیا ہے۔ جس کے باعث ہم نے مملکت خداداد پاکستان حاصل کیا۔ ویسے تو ان حالات کو بیان کرنے کے لیئے کئی دفاتر درکار ہیں۔ مگر یہ بات بھی ایک حقیقت کہ مسلمانوں نے برصغیر پاک و ہند پر ایک ہزار سال تک حکومت کی تھی۔ اور ان کے بعض حکمرانوں کی غفلت کی وجہ سے برصغیر پاک و ہند پر مسلمانوں کی گرفت کمزور پڑتی گئی۔ اور اغیار کا تسلط قائم ہوگیا۔ اور پورے ہندوستان پر وہ انگریز تاجر جو کہ وہاں صرف تجارت کی غرض سے آئے تھے حاکم بن کر بیٹھ گئے اور وہاں کے باسیوں پر طرح طرح کے ظلم و ستم رواں رکھنے لگے۔ ایسے کڑے وقت میں ہندوؤں نے بھی انگریزوں کا ساتھ دیا۔ اور پوری مسلم قوم ایک ایسے شکنجے میں جکڑ گئی جو کہیں سے کھلا ہوا نظر نہیں آرہا تھا۔ یہ مسلمانوں کی غفلت کا نتیجہ تھا۔ کیونکہ قدرت کسی قوم کی اجتماعی برائیوں اور گناہوں کو کبھی معاف نہیں کرتی اور بلاوجہ کسی قوم کو دیئے گئے اعزازات نہیں چھینتی۔ ایسے مشکلات سے بھرے ہوئے دور میں قائداعظم وہ واحد ہستی تھے جنہوں نے مسلمانوں کو گمراہی اور غلامی کے کنویں سے نکال کر روشنی کی راہ دکھائی اور ان کا پورا پورا ساتھ مسلمانوں اور وقت کے عظیم لیڈر اور قومی شاعر علامہ اقبال نے دیا۔ علامہ اقبال نے اپنی پوری شاعری مسلمانوں کی اصلاح کے لیئے وقف کردی۔ ان کی شاعری مسلمانوں کے لیئے اندھیرے میں چراغ کا کام دے رہی تھی جس کی روشنی میں وہ اپنے کھوئے ہوئے راستوں کو دیکھ کر منزل کی جانب قدم بقدم بڑھ رہے تھے۔

علامہ اقبال کے خیال میں مسلمانوں کے اپنے ایمان کی وجہ سے قوتِ ارادی اتنی مضبوط ہوتی ہے کہ مسلمان کی نگاہ سے وہ مشکل کام کیا جاسکتا ہے جو کہ تلوار اور ہتھیاروں سے کیا جاتا ہے۔ مسلم کے معنی ہیں۔ ''مان لینے والا'' یا ''سرِ تسلیم خم کرنے والا'' اور پھر مسلم سے مراد یہ بھی ہے کہ وہ اللہ رب العزت اور رسول ﷺ بتائے ہوئے احکامات کو مانے اور ان کے مطابق زندگی بسر کرے۔

علامہ اقبال مسلمانوں کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

کوئی اندازہ کرسکتا ہے اس کے اور بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

اس کے علاوہ مسلمانوں کی خودی کی تعریف کرتے ہوئے کیا خوب کہا ہے۔

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

شاعری میں اقبال نے مسلمانوں کی مدد کے لیئے خداوند تعالیٰ سے مدد مانگی اور مسلمانوں کے لیئے جو اپنی راہ کھو کر غلط قسم کی تفریحات میں مشغول تھے سیدھے راستے پر چلانے کی دعا کرتے ہوئے بے شمار اشعار کہے۔ ان کی اور قائداعظم کی اور برصغیر کے دیگر مسلمانوں کی کوششوں سے مملکت خداداد پاکستان، ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو وجود میں آیا۔ پاکستان جیسی نعمت، ہمیں اتحاد و اتفاق جیسی صفات پر عمل کر کے اپنی زندگی حق کے ساتھ اور باطل کے خلاف بسر کریں اور اپنے بہادر جرنیلوں اور رہنماؤں "خالد بن ولید، عبیدہ بن جراح، محمد بن قاسم، سلطان صلاح الدین ایوبی، محمود غزنوی، طارق بن زیاد، سرسید احمد خان، علامہ اقبال، قائداعظم" غرض انھی کی طرح اپنی زندگی کو اسلام کے لیئے وقف کر دیں۔

۸۔ سائنس رحمت بھی ہے اور زحمت بھی

JOIN FOR MORE!!!

سائنس کے لغوی معنی کوئی با قاعدہ علم و حکمت ہے۔ لیکن اصطلاح میں اس سے مراد موجوداتِ عالم کی علمی تحقیقات اور اس پر تفصیلی بحث ہے۔ سائنس وہ مطالعہ قدرت ہے جو قدرت کی رنگینیوں میں گوناگوں تبدیلی کو سمجھنے میں مدد دیتی ہے۔ اہلِ امریکہ اور یورپ کا خیال ہے کہ سائنس دورِ حاضر کی خصوصیت ہے۔ لیکن اگر ہم اسلامی تاریخ کی ورق گردانی کریں۔ تو ہم یہ دیکھ کر حیران ہو جائیں گے اکثر ایجادات کے ابتدائی اصول مسلمانوں نے ہی وضع کیئے۔ لیکن سالہا سال کی غلامی نے ہمیں اسلامی تاریخ سے بیگانہ بنا دیا ہے۔ اور ہم میں سے اکثر صاحب علم یورپ کے اس دعوے کی حمایت کرتے ہیں۔ اگرچہ ہم اس بات سے انکار بھی نہیں کر سکتے کہ موجودہ سائنس کی ترقی کا زیادہ تر سہرا مغرب کے سر ہے۔

ہوا، پانی، آگ اور روشنی وغیرہ کے عناصر کو قابو میں لا کر سائنس نے بھی نوع انسان کی گراں مایہ خدمات انجام دی ہیں۔ ایسے تو سائنس کے فوائد بے شمار ہیں اور اس کے صرف عمل ہی لکھنے کے لیئے کئی دفاتر درکار ہیں۔

سائنس کی بدولت ایسی ایجادات ہو چکی ہیں کہ جنھیں دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ موٹر، ریل گاڑی، ہوائی جہاز اور بحری جہاز کے ذریعے فاصلہ نہایت ہی کم وقت میں طے ہو جاتا ہے۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعے ہم دنیا بھر کے حالات سے آشنا ہوتے ہیں۔ ٹیلیفون کی مدد سے چند منٹوں میں ایک دوسرے کی خیر خیریت سے آگاہی ہو جاتی ہے بجلی کی ایجاد کو دیکھا جائے جس نے صنعتی انقلاب برپا کر دیا۔ کارخانوں، گھروں اور دفاتر میں اس کا استعمال کیا جا رہا ہے۔ اس کے علاوہ ہیٹروں، مشینوں اور اسی قسم کی دوسری ایجادات سے ہم فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ سائنس کی بدولت بنی نوع انسان کی بیماریوں کے علاج معالجے سے خاطر خواہ فائدہ ہوا ہے۔ اور عملِ جراحی کے ذریعے جانیں بچائی جاتی ہیں۔ ایکسرے کے ذریعے ناقابلِ تشخیص بیماریوں کا پتہ چلایا جاتا ہے اور اس کے علاوہ بازار میں بھی ہر قسم کی ادویات دستیاب ہیں۔ دورِ حاضر کی جدید ترین دریافت ایٹمی توانائی ہے۔ جس کی بدولت صنعت، زراعت اور طب کے میدانوں میں نمایاں کامیابی ہوئی ہے۔

ایک وقت میں ہزار آدمی جو کام کرتے ہیں۔ اب وہی کام انتہائی کم افراد انجام دیتے ہیں۔

اگر تصویر کے دوسرے رخ کو دیکھا جائے جو جہاں سائنس نے بنی نوع انسان کو اسقدر فوائد پہنچائے ہیں، وہاں طرزِ جنگ و جدل بھی زور پکڑتا جا رہا ہے۔ انسانوں کے پرانے ہتھیار بے کار ہو چکے ہیں۔ آج کل توپوں، ٹینکوں، میزائلوں، آبدوزوں اور لڑاکا طیاروں کا استعمال کیا جا رہا ہے۔ جس سے لاکھوں جانیں تلف ہو رہی ہیں۔ آجکل ایٹم بم کا زمانہ ہے۔ جس کی ہلاکت آفرینی سے اور جس کی تباہی کے تصور سے ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ایک ہی ایٹم بم سے لاکھوں افراد لقمۂ اجل بن جاتے ہیں۔ جس کی روشنی سے لوگ اندھے ہو جاتے ہیں، میلوں دور کھڑے ہوئے آدمی کے کان کے پردے پھٹ جاتے ہیں۔ دوسری عالمی جنگ میں امریکہ نے جاپان کے شہر "ناگاساکی اور ہیروشیما" پر ایٹم بم گرائے تھے۔ جس سے لاکھوں جانیں تلف ہو گئیں اور آج بھی جو بچے وہاں پیدا ہوتے ہیں تو کسی کے کان نہیں ہوتے، تو کوئی نابینا ہے اور کوئی اپاہج پیدا ہوتا ہے۔

سائنس کا ایک اور بُرا اثر یہ ہے کہ لوگ سائنس کے کرشموں کو دیکھ کر مادہ پرست ہوتے جا رہے ہیں۔ اور اطمینان قلب ختم ہوتا جا رہا ہے۔ مندرجہ بالا باتوں سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ سائنس انسانوں کے لیئے رحمت ہے کیونکہ اگر انسان چاہے تو صرف اس سے فوائد اٹھا سکتا ہے۔ یہ اس کی کم عقلی ہے کہ وہ نقصانات کا بھی خیر مقدم کرتا ہے۔

۹۔

عمل سے زندگی بنتی ہے، جنت بھی، جہنم بھی
محض آرزوؤں سے قوموں کی تقدیریں نہیں بدلتیں

عمل سے زندگی بنتی ہے، جنت بھی، جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

حکیم الامت شاعرِ مشرق علامہ اقبال نے اس شعر میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ عمل ہی ایک ایسی واحد شے ہے، جس سے انسان اپنی زندگی کو کامیاب، خوشگوار اور پُر آشوب بنا سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین پر اپنا نائب بنا کر بھیجا ہے۔ اسی لیئے اس ذاتِ پاک نے انسان کو بے پناہ صلاحیتوں سے مالا مال کیا ہے۔ عقل دی تا کہ اپنے لیئے صحیح راستہ کا انتخاب کرے اور سعی و کوشش کی خواہش سے نوازا تا کہ اس کے منتخب کردہ راستے کے حصول کے لیئے جدوجہدِ عمل سے کام لے، ہمت واستقلال، بردباری اور عرفان دیا تا کہ مقاصد کے حصول میں پیش آنے والی پریشانیوں کا مقابلہ کر سکے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کی حدود متعین کی ہوئی ہیں۔ جن کے اندر رہ کر انسان بہت کچھ کرسکتا ہے اور جہاں تک خدا چاہتا ہے اس سے آگے کچھ بھی نہیں کرسکتا۔

مفلسی اور امیری بھی اللہ نے انسانوں کے اختیار میں کی ہے۔ جیسا عمل کیا، کوشش کی، ترقی کی راہ اختیار کی اسے ترقی ملی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''انسان کے لیئے کچھ نہیں سوائے اس کے جس کے لیئے وہ کوشش کرتا ہے''۔

کامیاب لوگوں کی ترقی کا زینہ بے اندازہ جدوجہد، شب و روز کی محنت اور عملِ پیہم سے مل کر بنتا ہے۔ کم ہمتی اور بے عمل انسان کی ناکامی کا سبب بنتی ہے۔ وہ تدبیر کو چھوڑ کر تقدیر کے سرہانے بیٹھ کر روتے ہیں اور نتیجتاً آنسو اور آہیں ان کا مقدر بن جاتی ہیں۔ قسمت بنی بنائی نہیں ہوتی بلکہ قسمت انسان خود بناتا ہے اگر اس کے مقاصد نیک ہوں تو با تدبیر عمل، صحیح سمت، محنت، لگن اور دیانت داری کے ذریعے وہ اپنی منزل مقصود تک ضرور پہنچ جائے گا اور ان میں خدا اس کا حامی و ناصر ہوگا۔ اگر انسان کوتاہیوں اور غلط منصوبہ بندی سے کام لے گا تو اس کے لیئے اپنے مقاصد کا حصول بہت زیادہ مشکل ہو جائے گا۔

صاحب عقل و فہم یہ بات بخوبی جانتے ہیں کہ کامیابی کا راز عمل میں پنہاں ہے۔ کم ہمت لوگ جو کاہل، تلون مزاجی اور بزدلی کی وجہ سے ناکام رہ جاتے ہیں۔ تقدیر کو موردِ الزام ٹھراتے ہیں۔ لیکن یہ سراسر غلط ہے۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ انسان کوشش ترک کر دے اور تقدیر پر سب کچھ چھوڑ دے۔ صاحب علم و فراست یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہر آنے والے لمحے سے وابستہ داستان ''لوحِ محفوظ'' میں قلمبند ہے جو کچھ ہم کریں گے۔ جو اس میں لکھا ہے۔ کم عقل حضرات اس سے یہ اندازہ بھی لگا لیتے ہیں کہ خواہ ہم کچھ بھی کرلیں وہی کچھ ہوگا جو تقدیر میں لکھا ہے۔ یہ سوچنا سراسر غلط ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ کسی کو کسی کام کے کرنے کے لیئے پابند کر دیا گیا ہے۔

ہمارا مشاہدہ ہے کہ ہر بڑا آدمی اپنے عزم واستقلال اور ہمت و جوانمردی سے تدبیر و عمل کے ذریعے اپنے لیئے راہ ہموار کرتا ہے۔ وہ عزت، شہرت، شان و شوکت غرض سب کچھ جہدِ مسلسل اور عملِ پیہم سے حاصل کرتا ہے۔ اسے اپنی زندگی میں مشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔ ایسی صورت میں وہ ہمت واستقلال پر قائم رہتا ہے۔ اور اپنے ارادوں کو چٹان کی طرح مضبوط رکھتا ہے۔ ہر کامیاب انسان اپنے مقصد سے غافل نہیں ہوتا۔ فضول گفتار میں وقت جیسی اہم چیز کو برباد نہیں کرتا۔ تمام اہلِ شہرت و عزت کی کامیابی کا راز عمل ہے۔ ان کی زندگی سے ہمیں دعوت ملتی ہے۔ پس انسان کی زندگی اس کے اپنے اعمال و کردار سے بنتی ہے۔ کیونکہ محض آرزوؤں سے قوموں کی تقدیریں نہیں بدلتیں۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال خود اپنی حالت بدلنے کا

JOIN FOR MORE!!!

۱۰۔ علم کی اہمیت / علم بڑی دولت ہے (۲۰۰۵،۲۰۰۶)

علم ایک ایسا خزانہ ہے جس کی چوری کا کوئی خوف نہیں ہوتا اور استعمال سے علم کم بھی نہیں ہوتا۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''مہد سے لحد تک علم حاصل کرو''

حقیقتاً علم ایسی قوت ہے جو دنیا کی تمام تر قوتوں سے افضل ہے اور جس کے زوال کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ قدرت کے سربستہ رازوں کا انکشاف علم ہی کی بدولت ہوا۔ علم کی وجہ سے دنیا کی تمام وسعتیں آج کے انسان کے سامنے سمٹ گئیں ہیں۔ دوریاں قربتوں میں بدل گئی ہیں، انسان ہوا پر قابو پا چکا ہے۔ فضا میں پرواز کرسکتا ہے۔ آج کا انسان خلاء کی وسعتوں پر حاوی ہے، چاند پر اپنی فتح کا جھنڈا گاڑھ چکا ہے۔ علم ہی کی بدولت وہ مظاہر قدرت جنھیں وہ پوجتا تھا۔ آج اس کی خاکِ راہ ہیں۔ علم ہی کا کرشمہ ہے کہ جس پر عمل کرکے آج ہم گھر بیٹھے دیگر ممالک کے حالات سنتے اور دیکھتے ہیں اور مزید معلومات حاصل کررہے ہیں۔

یہ علم کا فیض ہے کہ انسان کا نام مرنے کے بعد بھی روشن رہتا ہے۔ ہمارے اور دیگر اقوام کے عظیم قائدین نے علم کے ذریعے ہی قوم کی سچی اور پر خلوص خدمت کی ہے اور آج بھی ان کے نام زندہ و جاوید ہیں۔ بزرگانِ دین بھی علم کی شمع سے لوگوں کو سیدھی اور سچی راہ دکھاتے رہے۔ علم کی بدولت ایجادات اور انکشافات کا ایک لامتناہی سلسلہ وجود میں آیا ہے۔ جس کا دوسرا کنارا نظر سے محروم اور بعید از قیاس ہے۔

دنیا کی تمام تر ترقی علم پر منحصر ہے۔ علم ہی دراصل انسان کو انسانی صلاحیتوں سے نوازتا ہے۔ جس کی بدولت انسان نیکی اور بدی میں تمیز کرتا ہے۔ علم ہی وہ ذریعہ ہے جس کی بدولت انسان دوسرے انسانوں پر سبقت لے جاتا ہے۔ ایک زمانہ تھا جب انسان بجلی کی گرج سے ڈرتا تھا۔ اور آج وہی انسان اس پر قابو پا چکا ہے۔ اسے اپنے قبضے میں کر چکا ہے۔ بجلی کو کئی اہم کاموں میں استعمال کیا جارہا ہے۔ علم کی بدولت انسان نے اپنے لئے تفریحِ طبع کی سہولتیں بھی پیدا کرلیں۔ علم ایسا نور ہے جس سے جہالت اور گمراہی کی تاریکیاں دور ہوجاتی ہیں۔ علم کی بدولت انسان کے اخلاق شائستہ اور پاکیزہ ہوجاتے ہیں۔ وہ دل و دماغ کو جہالت کے گہرے اندھیروں اور گہرائیوں سے نکال کر اس مقام تک پہنچادیتا ہے۔ جہاں حسد و بغض، دشمنی اور لالچ کا گزر نہیں ہوتا۔ بلکہ انسان کو نیکی خلوص، فیاضی اور دوستی جیسی عظیم صفات عطا کردیتا ہے۔

دنیا کی تمام تر ترقی علم ہی کی بدولت ہے۔ علم کی بدولت ہی آج کا انسان خلاء کو مسخر کررہا ہے۔ علم انسان کو جرأت، ہمت، استقلال، تدبر و بردباری اور ہر قسم کی عقدہ کشائی کی صلاحیت بخشتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان نے دنیا کا چپہ چپہ چھان مارا، قطبِ شمالی سے قطبِ جنوبی تک زمین کو روندتا چلا گیا۔

علم ہی انسان کو باعزت، باوقار اور عظیم تر بناتا ہے۔ اسی بدولت انسان اپنی اور دوسروں کی خدمت کرتا ہے۔ اب تک جتنے بھی بڑے آدمی گزرے ہیں وہ علم کی بدولت ہی کمال عروج پر پہنچے بڑے بڑے مراتب حاصل کئے۔ غرض سقراط ہو یا بقراط، بوعلی سینا ہو یا فردوسی آج بھی ان کا نام عزت و احترام کے ساتھ لیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ حضرات علم کے سمندر کے مانند تھے اور ایسی دولت کے مالک تھے جسے ہر کوئی حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن محنت اور کاوش کے بغیر اس کا حصول ناممکن تھا اور آج بھی ناممکن ہے اس لئے کہ:

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔ حکمت مومن کی گمشدہ میراث ہے۔ یہ جہاں سے ملے اسے اپنا مال سمجھے۔ ان سنہری الفاظ سے ہمیں علم کی اہمیت کا اندازہ ہوجاتا ہے۔

۱۱۔ موبائل فون کے فوائد اور نقصانات

سائنس دان موجد یا ایجاد کنندہ جب کوئی چیز ایجاد کرتا ہے تو اس کے ذہن میں انسان کی فلاح و بہبود ہوتی ہے۔ اس زندگی کو آسان بنانا ہوتا ہے لیکن اگر اس کی بنائی ہوئی چیز کا استعمال غلط طریقے سے کیا جائے تو وہ چیز انسان کو نقصان پہنچا سکتی ہے۔ بندوق یا دوسرے ہتھیار انسان کی حفاظت کے لئے بنائے گئے تھے لیکن انسان نے اس کو قتل و غارت گری کے لئے استعمال کرنا شروع کردیا۔ اس سبب سے ہم اس کی ایجاد کنندہ یا سائنس دان کو الزام نہیں دے سکتے۔ بیسویں صدی کے اختتام تک انسان نے بے شمار ایسی چیزیں ایجاد کرلی ہیں جس کے استعمال نے انسان کی زندگی کو آسان بنادیا ہے۔ اس تیز رفتار ترقی نے انسان کی زندگی کو بدل کر رکھ دیا ہے دنیا سمٹ کر ایک گلوبل ولیج میں تبدیل ہوچکی ہے۔ طویل فاصلے مختصر فاصلوں میں تبدیل ہوچکے ہیں۔ آج کا انسان آسانی سے گھر بیٹھ کر دنیا کے کسی بھی حصے میں رہنے والے انسان سے آسانی سے رابطہ کرسکتا ہے اسے اپنا پیغام پہنچا سکتا ہے اور اس کا پیغام وصول کرسکتا ہے۔

موبائل ٹیلیفون بھی انہی آلات میں شمار ہوتا ہے۔ یہ ایک طاقتور بیٹری کے ذریعے کام کرتا ہے اس کی خوبی یہ ہے کہ آپ اس کے سیٹ کو آسانی سے اپنی جیب میں رکھ کر کہیں بھی لے جاسکتے ہے اور رابطہ کرسکتے ہیں۔ اسکے فوائد بیشمار ہیں مثلاً موٹر سائیکل، موٹر کار، بسوں میں سفر کے دوران آپ ایک دوسرے سے رابطہ کرسکتے

JOIN FOR MORE!!!

ہیں۔لیکن اس کے ساتھ اس کے نقصانات بھی ہیں۔تحقیق سے پتہ چلا ہے کہ اس سے نکلنے والی ریز اور اس کی آواز سے دماغی کینسر ہونے کا خدشہ رہتا ہے۔کیونکہ اس سیٹ کو کان پر رکھ کر سنا جاتا ہے۔ایک اخباری اطلاع کے مطابق امریکہ ایک خاتون نے ایک موبائل فون کمپنی پر مقدمہ دائر کیا۔اس کا کہنا ہے تھا کہ موبائل فون کے استعمال کی وجہ سے میں دماغی کینسر میں مبتلا ہوگئی ہوں۔موبائل فون کا استعمال ہمارے ملک میں بھی اب عام ہوگیا۔اب عام طور پر یہ لوگوں کی دسترس میں ہے اور بڑی فراخدلی سے استعمال کیا جارہا ہے۔لیکن یہ حادثہ کا سبب بن سکتا ہے۔مثلاً آپ موٹر سائیکل یا کار میں سفر کررہے ہیں اور اس دوران موبائل فون کی گھنٹی بجتی ہے تو فوراً آپ اسے اپنے کان سے لگاتے ہیں۔اس دوران اگر آپ کی توجہ تقسیم ہوجائے تو آپ حادثہ کا شکار ہوسکتے ہیں۔بہتر یہ ہے کہ ایسے موقع پر یعنی سفر کے دوران جب بھی فون آئے تو گاڑی ایک طرف روک کر فون سنا جائے تو بہتر ہے۔ان باتوں کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ موبائل ٹیلیفون کے جہاں فوائد ہیں وہاں نقصان بھی ہیں۔

۱۲۔ کمپیوٹر کے فوائد اور نقصانات

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں
محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہوجائے گی

علم سائنس ایک تجرباتی علم کہلاتا ہے۔کیونکہ اس علم میں تجربہ نے جنم لیا ہے۔اور اسکی نشوونما تجربہ خانے میں ہی ہوتی رہے گی۔لاکھوں آدمی سائنس کی تحقیق میں مشغول ہیں وہ سب اس علم کے ذخیرے میں اضافہ کرتے چلے جارہے ہیں۔ایسی ترقی دوسرے علوم میں دیکھنے میں نہیں آتی یاد کرتا ہے زمانہ انہی انسانوں کو۔

سائنس اور ٹیکنالوجی کے تعلق سے حاصل ہونے والی ایجادات نے انسانی معاشرے میں ایک انقلاب برپا کردیا ہے۔اس دور میں سائنس کی ایک انقلابی اور حیرت کن ایجاد کمپیوٹر ہے۔

یوں تو کمپیوٹر کی تاریخ پرانی ہے لیکن بجلی سے چلنے والا کمپیوٹر بیسویں صدی کی ایجاد ہے۔کمپیوٹر کو بجلی سے چلانے کے لیے پہلے ڈائیوڈ ٹیوب (Diode Tube) استعمال کیے جاتے تھے۔جب ٹرانسسٹر ایجاد ہوگیا توان ٹیوب کی جگہ اسے استعمال کیا جانے لگا۔اب ٹرانسسٹر کی جگہ پر انٹیگریٹیڈ سرکٹ (Integrated Circuit) استعمال کیا جاتا ہے۔

اب کمپیوٹر اتنا ترقی کرگیا ہے کہ اس میں اتنی معلومات اور یادداشت کو محفوظ کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔جتنی لاکھوں کتابوں میں محفوظ کی جاسکتی ہے۔کمپیوٹر سے انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں میں آسانیاں اور سہولتیں پیدا ہوگئیں ہیں۔دنیا بھر میں ترقی یافتہ ممالک زندگی کے ہر شعبے میں کمپیوٹر کا استعمال بڑھاتے چلاے جارہے ہیں تاکہ ہر قسم کے معاملات ومسائل کو کم وقت میں حل کیا جاسکے۔یہاں یہ بات ذہن میں رکھنا چاہیے کہ کوئی بھی ایجاد بذاتِ خود نہ تو مفید ہوتی ہے اور نہ نقصان دہ۔یہ خود انسان کے اوپر منحصر ہے کہ وہ اسے مثبت انداز میں استعمال کرلے یا منفی طور پر۔

اس وقت کمپیوٹر کی اہمیت اور ضرورت سے انکار نہیں کیا جاسکتا مگر اسی کمپیوٹر کو منفی طور پر استعمال کیا جائے تو اسکے نقصانات کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا ان کی چند مثالیں کچھ یوں ہیں کہ آج کمپیوٹر پر انٹرنیٹ کی معرفت غیر اخلاقی مواد با آسانی دستیاب ہوجاتا ہے کہ جو کہ ہماری نوجوان نسل کے بے راہ روی کا باعث ہے۔

اس طرح آج کل چھوٹے بچے مسلسل کمپیوٹر پر مختلف قسم کے گیمز کھیلتے ہیں۔جسکی وجہ سے ان کی بینائی پر اثر پڑتا ہے۔یہ چند مثالیں کمپیوٹر کی منفی استعمال کے نتیجہ کے متعلق ہیں۔اسی لیے ضرورت اسی بات کی ہے کمپیوٹر کو مثبت اور تعمیری مقصد کے لیے استعمال کیا جانا چاہیے۔کہیں نہ ہو بقول اکبر

قابلیت تو بہت بڑھ گئی ماشاء اللہ
مگر افسوس یہی ہے کہ مسلمان نہ رہے

۱۳۔ اسلام کی برکتیں

یہ بات ہم پاکستانیوں کے لیئے باعث فخر ہے کہ ہم فخر موجودات سرکار دو جہاں رہبر انسانیت شافع ملت رسالت مآب ﷺ کی امت سے تعلق رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیئے مبعوث فرمایا حضور ﷺ کی زندگی کا ہر پہلو اور آپ ﷺ کی تعلیمات ہمارے لیئے ایک بہترین نمونہ اور مشعل راہ ہے اس لیئے ہم میں سے جو اپنے آپ کو شیدائے رسول ﷺ کا دعویٰ کرتے ہیں۔وہ آگے بڑھیں اور دہر میں اسم محمد ﷺ سے اجالا کردیں یہی ہمارا دینی فریضہ ہے۔اور اس بدامنی اور بے راہ روی کے زمانے میں یہی وقت کی سب سے بڑی ضرورت بھی ہے۔چونکہ ہم قریب قریب دین کو بھلا بیٹھے ہیں۔اس لیئے اسلام کی

JOIN FOR MORE!!!

برکتیں دن بدن ہم سے دور ہوتی جارہی ہیں۔رزق کے دروازے بند تو نہیں ہو گئے لیکن رزق میں تنگی زبردست مہنگائی، نوجوانوں کی مذہب سے بیزاری، فحاشی ناچ گانے اور بھانڈوں کی ثقافت کا دور دورہ ہمیں نظر آرہا ہے، یہ سب کیا ہے ہم نے اپنے پیارے رسول ﷺ کی تعلیمات کو بھلا دیا ہے۔اسم محمد ﷺ ہماری زبان سے جاری نہ رہا ہم قرآن کی تعلیم سے غافل ہو گئے اور ناچنے گانے والی فحاشی میں مبتلا قوم بن گئے۔

ہم میں قوم لوط، قوم شعیب، قوم عاد، قوم نمرود، غرض ان تمام خدا کی نافرمان قوموں کی خصوصیات پیدا ہوگئی ہیں جسکی وجہ سے یہ قومیں اللہ نے عذاب نازل فرما کر تہس نہس کر دیں۔اب اگر ہم پھر بھی زندہ ہیں تو حضور اکرم ﷺ کی برکتوں کا طفیل ہے کہ ہم چونکہ آپ ﷺ کی امت سے تعلق رکھتے ہیں اگر چہ گناہ گار ہیں۔فاسق ہیں فاجر ہیں پھر بھی اللہ نے ہم پر عذاب نازل نہیں فرمایا کیونکہ اللہ نے اپنے محبوب کی خوشنودی کی خاطر ہمیں بڑی زبردست چھوٹ دے رکھی ہے۔ہمیں اللہ کو راضی کرنے میں اب دیر نہیں کرنی چاہیئے کیونکہ بہت زیادہ نافرمانی کر کے ہم قہر ربی سے بچ نہیں سکتے یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ ہم اس ذات اقدس سے اپنا رشتہ جوڑتے ہیں جو گالیاں سن کر دعائیں دیتی تھیں ظلم برداشت کر کے بھی ظالموں کے حق میں بھلائی کی خواہش رکھتی تھی وہ پاک مقدس ذات ہمارے پیارے رسول کی آج بھی ہم سے یہی توقع رکھی ہے۔کہ ہم اسکا نام لے کر اسکے پیغام کو دنیا میں عام کریں تا کہ ایک طرف لوگ مصیبت سے بچ جائیں، سچے مسلمان بن جائیں ان کے اخلاق اور زندگی اسلامی پیرائے میں تعمیر ہو اور وہ دنیا کے لائق تقلید انسان بن جائیں اور جب ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی خوشنودی حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ ہمارے لئے رحمتوں کے دروازے کھول دے گا اور ہمیں بے حساب رزق عطا فرمائیگا دنیا کیساتھ ساتھ ہماری عاقبت بھی سدھر جائے گی اور قوم پر اسلام کی برکتوں سے ہماری زندگی کی کایا پلٹ جائیگی مہنگائی کا رونا رونے امن و امان کے فقدان کی شکایت کرنے سے کوئی فائدہ نہیں اب ضرورت ہے کہ اسلام کی تعلیمات کو دوبارہ زندہ کیا جائے۔اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں سچے دل سے گناہوں کی معافی کی درخواست کریں تا کہ ہمیں اپنے آباؤ اجداد کی طرح اسلام کی برکتوں سے فیض یاب ہونے کا موقع نصیب ہو۔

JOIN FOR MORE!!!

۱۴۔ **وقت کی اہمیت**

قدم قدم ہم سفر رہا ہوں نہ ایک لمحہ جدا ہوا ہوں
مگر مجھے بھی خبر نہیں کہ عمر رفتہ کدھر گئی ہے

یونان کے سنگ تراش اپنے فن میں بڑے ماہر تھے انہوں نے وقت کی اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اسے مجسم کر دیا اور وقت کا ایک بت تیار کر لیا جس کی شکل ایک بوڑھے گنجے کی تھی جو ہوا میں اڑ رہا تھا اسکی پیشانی پر بالوں کی ایک لٹ تھی ہاتھ میں تیشہ ساعت تھا جس سے وہ لوگوں کی عمر کی پیائش بدل کرتا تھا اس کے دوسرے ہاتھ میں ایک درانتی تھی جس سے وہ کشت امید کاٹتا جا رہا تھا۔پیشانی کے بال اس بات کی دعوت تھے کہ اگر کوئی اسے روکنا چاہے تو ان بالوں کو پکڑ کر اسے روک لیا۔

وقت کیا ہے! یہی زندگی ہے
صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے
عمر یوں ہی تمام ہوتی ہے

سورج نہ ہم سے پوچھ کر طلوع ہوتا ہے اور نہ ہم اسے غروب ہونے سے روک سکتے ہیں ہم چاہیں ۲۴ گھنٹے جاگتے رہیں یا سوتے رہیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا وقت گزرتا رہتا ہے نئے لمحے پیدا ہوتے ہیں بچپن لڑکپن جوانی ادھیڑپن اور بڑھاپے کی منزلیں طے کر کے خاک میں پنہاں ہو جاتے ہیں سیل زمانہ کو کوئی نہیں روک سکتا کیا بائبل کی تہذیب کیا فراعنہ فرعون مصر کی تہذیب اور کیا وادئ سندھ کی تہذیب کیسی کیسی تہذیبیں دنیا میں رائج ہوئیں اور اب وہ سب نقش و نگار طاق و نسیان ہو گئیں انسان کی زندگی بڑی مختصر ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے گزر جاتی ہے اور بقول اکبر الہٰ آبادی:

کیا کہیں احباب کیا کارنمایاں کر گئے
بی اے کیا نوکر ہوئے پنشن ملی اور مر گئے

غرض ہم کچھ بھی کرنہیں پاتے اور زندگی ختم ہو جاتی ہے اس لیئے جو کچھ کرنا ہو اسے وقت کی قدر و قیمت جانتے ہوئے جلد سے جلد کر لینا چاہیئے خدا نے ہم کو عبث پیدا نہیں کیا اور ہم پاکستانی مسلمان پر تو پانچ وقت کی نمازیں بر وقت ادا کرنے رمضان کے مہینے میں روزہ رکھنے اور حج کے مہینے میں حج کرنے کا حکم ہے یعنی ہر کام بر وقت ادا کرنے کی تاکید کی گئی ہے اس لیئے لہو ولعب میں وقت برباد نہیں کرنا چاہیئے اور دنیا کے اور کاموں کی انجام دہی کے لیئے بھی ضروری ہے کہ ہم بر وقت انہیں پورا کریں تاکہ کامیابی سے ہمکنار ہوں۔

زندگی کا ہر لمحہ قیمتی ہے اور گزرا ہوا وقت کبھی واپس نہیں آتا اس لیئے عقلمندی اسی میں مضمر ہے کہ ہم وقت کی قدر جانیں اور ہر کام کو بر وقت انجام دیں انسان چاہے لاکھ کوشش کرے وہ گزرے ہوئے وقت کو واپس نہیں لاسکتا وقت کی قدر و قیمت کا جن کو احساس نہیں ہوتا خاص کر جو طلباء سال بھر کھیل کود میں یہ سمجھ کر وقت ضائع کر دیتے ہیں کہ ابھی امتحان میں بڑا وقت ہے باقی ہے وہ آخر میں پچھتاتے ہیں اور پھر آخری وقت میں وہ امتحان کی تیاری نہیں کر پاتے اور بڑی مشکل سے امتحان میں کامیاب ہوتے ہیں بلکہ بسا اوقات سال ضائع کر لیتے ہیں طلباء کو خاص طور پر یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ ان کی زندگی میں وقت ہی سب کچھ ہے اور اگر وہ اپنا وقت تعلیم میں صحیح طور پر صرف نہیں کرتے تو امتحان تو کیا زندگی میں بھی انہیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے آج کے کام کو کل پہ اٹھا کر رکھنا سب سے بڑی نادانی ہے اللہ نے انسان کو عقل عنایت فرمائی ہے اور فکر کی دولت سے مالا مال کیا ہے اس لیئے اپنے اچھے برے کے بارے میں صحیح سوچ پیدا کرنی چاہیئے اور ہر کام کو اس کے صحیح وقت پر پورا کرنا چاہیئے یہاں تک کہ صحیح وقت پر پنجگانہ نماز ادا کرنا چاہیئے یعنی اللہ کی عبادت میں بھی وقت کی پابندی ملحوظ رکھنی چاہیئے اور یہی طریقہ زندگی ہے۔

۱۵۔ ٹیلی ویژن کے فوائد ونقصانات

JOIN FOR MORE!!!

ٹیلی ویژن سے انسان دور سے بولنے یا کام کرنے والے شخص کو دیکھتا ہے ٹیلی ویژن کا موجد جان ایل برڈ نامی ایک شخص تھا۔

فوائد ونقصانات:

دیگر اکثر چیزوں کی طرح ٹیلی ویژن کے بھی دو رخ ہیں اچھا اور برا۔ دنیا میں کوئی بھی چیز اچھی یا بری نہیں ہوتی محض سوچ اسے اچھا یا برا بنا دیتی ہے۔ بالکل اسی طرح یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ کوئی چیز اچھی یا بُری نہیں ہوتی محض اس کا استعمال اسے اچھا یا بُرا بنا دیتا ہے۔ ٹیلی ویژن کے فوائد ونقصانات بھی اس کے ساتھ ساتھ چلتے ہیں تاہم یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ اس کے فوائد اس کے نقصانات سے زیادہ ہیں۔

ٹیلی ویژن کے فوائد:

۱۔ ذریعہ تفریح:

ٹیلی ویژن بہترین ذریعہ تفریح ہے آدمی جب دن بھر کے کام کے بعد شام کو تھکا ماندہ گھر پہنچتا ہے تو اس کا دل تفریح کو چاہتا ہے تاکہ اس کی کوفت دور ہو سکے دماغ کا بوجھ ہلکا ہو اسے کاروبار یا ملازمت کی الجھنوں سے چھٹکارا ملے لہٰذا وہ چائے کے ساتھ ساتھ ٹیلی ویژن سے بھی دل بہلاتا رہتا ہے وہ ڈراموں اور من پسند پروگراموں سے بھی اپنی طبیعت خوش کرتا ہے۔

۲۔ تازہ خبریں:

پَل پَل بدلتے لمحات کے ساتھ ساتھ تازہ ترین خبریں تھکے ماندے لوگوں کے لیئے نہ صرف تفریح کا سامان ہوتی ہیں بلکہ ملکی اہور غیر ملکی حالات سے بھی انسان ہر وقت باخبر رہتا ہے۔ خبریں معلوم کرنے کا ایک چسکا ہے کہ آدمی صبح کے وقت جب تک اخبار نہ دیکھ لے اسے کسی پل چین نہیں پڑتا۔

۳۔ دینی تعلیم وشعائر:

ٹیلی ویژن عوام کو دینی تعلیم دینے کا بھی بڑا اہم ذریعہ ہے اس پر ہفتہ وار دینی پروگرام کسی نہ کسی اسٹیشن سے نشر ہوتے رہتے ہیں جن میں علماء کرام اہم دینی مسائل پر اپنی رائے کا اظہار کرتے رہتے ہیں رمضان المبارک میں خاص طور پر اسلام کے بارے میں اور سیرت پاک پر جید علماء اپنے خیالات سے عوام الناس کو مطلع کرتے رہتے ہیں ارکان اسلام اور روز مرہ کے مسائل کے بارے میں ٹی۔ وی عام لوگوں کے علم میں اضافے کا باعث بنتا ہے۔

ان کے علاوہ ٹیلی ویژن ہر علمی وادبی پروگرام طبی مسائل، کوئز پروگرام اور کھیلوں کے مقابلے کی خصوصی نشریات بھی عوام کی دلچسپی کا سبب بنتی ہے۔

ٹیلی ویژن کے نقصانات:

۱۔ وقت کا ضیاع:

ٹیلی ویژن کا بڑا نقصان وقت کا ضیاع ہے۔ لوگ اپنے کام کاج چھوڑ کر ٹیلی ویژن کے سامنے گھنٹوں پروگرام دیکھتے رہتے ہیں اس میں بالخصوص طلباء کا بہت قیمتی وقت ضائع ہوتا ہے۔

۲۔ نظر متاثر ہوتی ہے:

ٹیلی ویژن دیکھنے سے دوسرا اہم نقصان یہ ہے کہ آدمی کی نظر متاثر ہوتی ہے زیادہ دیر تک مسلسل نظر لگا کرٹی۔ وی دیکھنا بچوں کے لیئے نقصان دہ ہے۔

۳۔ کرکٹ میچ:

ٹیلی ویژن اکثر کرکٹ میچ دکھانے کا اہتمام کرتا رہتا ہے ایک روزہ میچوں میں کروڑوں لوگوں کا ایک دن ضائع ہو جاتا ہے اور دفتروں میں حاضری بھی بہت کم ہوتی ہے جو کہ متعلقہ ادارے کا نقصان ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

۱۶۔ میرا پسندیدہ مشغلہ / میرا دلچسپ مشغلہ

انسان کام کی یکسانیت سے گھبراتا ہے اور اسے اکتاہٹ محسوس ہونے لگتی ہے اور وہ تھک جاتا ہے اس تھکان اور اکتاہٹ کا واحد علاج یہی ہے۔ انسان فرصت کے اوقات کو کسی نہ کسی دلچسپ مشغلہ یا کام میں صرف کرے دن بھر کے کام کے بعد فارغ اوقات میں ہم جو بھی کام کرتے ہیں اس کو ہم مشغلہ یا "ہابی" کہتے ہیں۔

قلمی دوستی:

خانہ دار مستورات تعلیم یافتہ لڑکے لڑکیوں کے لیئے اور درس و تدریس سے متعلق خواتین و حضرات کے لیئے ایک دلچسپ مشغلہ قلمی دوستی ہے یہ نہایت ہی دلچسپ مشغلہ ہے۔ جس کے ذریعے فاضل وقت میں ملک کے اندر اور بیرون ملک لوگوں سے دوستی کی جاتی ہے تعلیم یافتہ لوگ اس طرح دنیا کی مختلف قوموں میں دوستانہ روابط بڑھانے میں مدد کر سکتے ہیں اور اسی طرح قومی بلکہ بین الاقوامی روابط استوار کرنے کی خدمت انجام دے سکتے ہیں۔ مگر موجودہ دور میں جبکہ خط و کتابت کے لیئے ڈاکخانہ کے اخراجات بہت زیادہ ہو سکتے ہیں یہ ایک مہنگا مشغلہ ہو گیا ہے۔ مثلاً امریکہ کو ایک لفافہ اکیس روپیے میں اور مشرق وسطیٰ کے لیئے پندرہ روپیے میں بھیجا جاتا ہے۔

فوٹو گرافی:

یہ مشغلہ بھی فوٹو گرافی کی طرح ایک مہنگا مشغلہ ہے۔ فوٹو گرافی کی فلمیں اور اس کی دھلائی کے اخراجات بھی آج کل آسمان سے باتیں کر رہے ہیں اس لیئے شوقیہ فوٹو گرافی کرنا مہنگا سودا ہے۔ البتہ اگر فوٹو گراف مناسب قیمت پر رسالوں اور اخراجات کو فروخت کیئے جا سکیں تو اس مشغلہ سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ قدرتی مناظر اور اہم واقعات کی وقتی تصاویر کی اچھی قیمت حاصل ہو سکتی ہے۔ لیکن ایسی تصاویر کی فروخت غیر یقینی ہوتی ہے۔

پینٹنگ اور ڈرائنگ:

یہ مشغلہ نہ صرف مہنگا ہے بلکہ اس سے کوئی منافع کی توقع رکھنا فضول ہے۔ مگر اس شوق کو اگر پیشہ بنا لیا جائے اور سخت محنت کی جائے تو اچھے آرٹسٹ بن جانے کے مواقع میسر ہو جاتے ہیں بہت سے بڑے آرٹسٹ پہلے اس فن کو مشغلہ کی طرح اپناتے ہیں اور پھر اس کو پیشہ کے طور پر اختیار کر لیتے ہیں۔

باغبانی:

یہ ایک انتہائی فائدہ مند مشغلہ ہے۔ اگر پھولوں کے پودوں سبزیوں اور پھلوں کی کاشتکاری کو مشغلہ بنایا جائے تو اس سے ذاتی آمدنی میں خاطر خواہ اضافہ ہو جاتا ہے۔ تازہ تازہ ترکاریاں اور پھل کھانے کے لیئے مل جاتے ہیں۔ دوست احباب اور رشتہ داروں میں تازہ ترکاریاں اور پھل تقسیم کر کے ان کی خوشنودی حاصل کی

جاتی ہے باغبانی کرتے وقت ہلکی پھلکی ورزش ہو جاتی ہے اور باغیچہ لگانے سے تازہ ہوا اور آکسیجن کی خاص پیداوار سے انسانی صحت پر خوشگوار اثر پڑتا ہے۔ طبی نقطہ نظر سے بھی یہ مشغلہ بوڑھے پینشن یافتہ یہاں تک کہ معذور اور بیمار لوگوں کے لیئے بھی نہایت مفید ہے۔

یہی وجہ ہے کہ میں نے باغبانی کو اپنا پسندیدہ مشغلہ بنالیا ہے میں نے اپنے گھر کے صحن میں میوؤں کے خاص طور پر آم، لیموں، کینو اور جامن کے درخت لگائے ہیں اور کیاریاں بنا کر ہر قسم کی موسمی ترکاری کی کاشت شروع کر دی ہے جس سے مجھے خاطر خواہ آمدنی ہو رہی ہے علاوہ ازیں گلاب کے پودوں سے مجھے اپنے گلاب حاصل ہو رہے ہیں کہ ان کو بیچ کر بھی پہلی فرصت میں باغبانی کے مشغلہ کو اپنائے۔ آم کے آم گٹھلیوں کے دام حاصل ہوتے رہیں۔ مگر طالب علم بھائیوں کے لیئے مشورہ ہے کہ وہ پہلے تعلیم پر توجہ دیں پھر باغبانی کا شوق فرمائیں۔

۱۷۔ کتب خانوں کی اہمیت

برطانیہ اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ اور روس کے فرینڈز سرکل نے دنیا بھر کے ممالک میں برٹش کونسل کی لائبریریاں امریکی انفارمیشن سروس کی لائبریریاں اور کیمونسٹ لٹریچر کی لائبریریاں کھول رکھی ہیں جن میں ان ممالک کے سیاسی اغراض و مقاصد پورے کرنے کے لیئے بہت ساری کتابیں اور لٹریچر دستیاب ہے لیکن تعلیمی معیار بلند کرنے تحقیق کے کام انجام دینے اور اپنی ذاتی معلومات میں اضافہ کرنے کے لیئے بھی ان لائبریریوں میں کتابوں کا ایک عظیم ذخیرہ موجود ہے جن سے دنیا بھر کے ملکوں میں طلباء اور محققین فائدہ اٹھا رہے ہیں ہمارے ملک میں بھی یونیورسٹیوں میں اپنی لائبریریاں ہیں جن میں کتب کے بڑے ذخیرے موجود ہیں کراچی شہر میں کراچی یونیورسٹی کی لائبریری کے علاوہ ٹی۔ وی اسٹیشن کے قریب لیاقت میموریل لائبریری موجود ہے اسی طرح کلفٹن کے علاقے میں بھی ایک اچھی لائبریری موجود ہے دراصل اس قسم کی لائبریریاں یا دارالمطالعہ ہر کالج اور ہائی سکول میں موجود ہونی چاہئیں جہاں حوالہ جات کے لیئے کتابیں ذخیرہ کرنی چاہئیں اس سے ملک میں طلباء کے تعلیمی معیار میں کافی ترقی ہوتی ہے۔ اور علم حاصل کرنے کا شوق بڑھتا ہے ویسے بھی درسی کتب اتنی مہنگی ہیں کہ دوسری خصوصی حوالہ جاتی کتابیں خریدنا عام طالب علم اور محقق کے لیئے مالی اعتبار سے بہت مشکل کام ہے اگر ہر محلہ میں کارپوریشن کے تعاون سے لائبریریاں کھول دی جائیں تو علم کی جو تشنگی عوام میں موجود ہوتی ہے اس کی تشفی ہو جائے ممکن ہے قوم کے بچوں اور پینشن پانے والے افراد کے لیئے علوم و فنون کے محققین کے لیئے لائبریریاں قائم کرنا بے انتہا مفید ثابت ہوتا ہے۔ اگر حکومت تعلیم کو عام کرنا چاہتی ہے اور خواندگی کی شرح بڑھانا چاہتی ہے تو ایسے لائبریریوں کے قیام پر خصوصی توجہ دینی چاہیئے اور بجائے ٹی۔ وی وغیرہ پر ناچ گانے کے پروگراموں پر وقت اور پیسہ برباد کرنے کے اسی رقم سے اگر لائبریریاں قائم کی جائیں تو اس سے علم کی بڑی خدمت ہو سکتی ہے اور نوجوانوں میں علم حاصل کرنے کا شوق زیادہ کیا جاسکتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارے ملک کے محکمہ تعلیم کے ذمہ دار لوگ اس طرح خصوصی توجہ دیں اور بڑے کارخانہ داروں اور تاجروں کو بھی اس فلاحی کام کے لیئے ترغیب دیں اس سلسلہ میں پاکستانی قوم کے لوگ جو ملک سے باہر یورپ اور امریکہ میں کام کرتے ہیں وہ بھی مدد کر سکتے ہیں اور ان ممالک کے لوگوں اور لائبریریوں سے درخواست کر کے کتب کے بڑے ذخیرے پاکستان بھیج سکتے ہیں دراصل تعلیم کا ایک اہم شعبہ ہے جس پر نہ حکومت توجہ دیتی ہے نہ نجی ادارے اس سلسلے میں کچھ کرتے ہیں جبکہ ملک کا عام تعلیمی معیار دن بدن گھٹتا جا رہا ہے کاغذ کی مہنگائی سے تو درسی کتب تک خریدنا طالب علموں کے لیئے مشکل ہو گیا ہے ان حالات میں لائبریریاں واحد حل ہیں جو اس مسئلہ میں کوئی ٹھوس علمی خدمت اور مدد فراہم کر سکتی ہیں۔

JOIN FOR MORE!!!

۱۸۔ کسی تفریحی مقام/ساحل سمندر کی سیر

یوں تو کراچی میں چڑیا گھر ہے۔ سفاری پارک ہے۔ عزیز بھٹی پارک اور ہل پارک ہیں مزار قائد بھی اچھی تفریح کی جگہ ہے۔ لیکن کراچی کی کثیر آبادی گرمی کے زمانے میں سمندر کا رخ کرتی ہے اور سمندر کے ساحل پر چلنے والی ٹھنڈی ہواؤں سے لطف اندوز ہونے کی خواہشمند ہوتی ہے امتحانات سر پر آچکے تھے اپریل کا مہینہ چل رہا تھا سخت گرمی پڑ رہی تھی دسویں اور نویں جماعت کے طلباء نے ہیڈ ماسٹر صاحب سے درخواست کی کہ انہیں کلاس ٹیچر صاحبان کی زیر نگرانی کلفٹن کے ساحل کی سیر کی اجازت دی جائے اور نیز اسکول کی ٹرانسپورٹ بس استعمال کرنے کی اجازت دی جائے۔ ہیڈ ماسٹر بھی خود ساتھ چلنے کو تیار ہو گئے۔ اب نویں اور دسویں کے

دوسرے ٹیچر حضرات نے بھلا کیا قصور کیا تھا سب نے کلفٹن جانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ سب ٹیچروں نے مل کر اتفاق رائے سے ایک تفریحی پروگرام مرتب کیا کہ ہر ٹیچر دس دس لڑکوں کو اپنے ساتھ رکھے گا اور ہر گروپ اپنے ٹیچر کے مشورہ سے بازار سے خورد نوش کی چیزیں خریدے گا ہفتے کے دن ۸ بجے طلباء کو طلب کر لیا گیا۔

ہفتہ کا سورج ہم سب کے لیئے خوشیوں کا پیغام لایا ہم سب بچے وقت سے پہلے ہی اسکول میں جمع ہو گئے تھے طلباء کے سب گروپوں کے پاس کھانے پینے کا سامان، کیرم بورڈ موسیقی کے آلات واٹر کولر چائے سے بھرے ہوئے تھرماس موجود تھے۔ سب بچے تفریحی موڈ میں تھے اور بہت ہی زندہ دل اور خوش نظر آرہے تھے ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے ہیڈ ماسٹر صاحب نے بڑے سلیقے سے سارے بچوں کو اپنے اپنے ٹیچر کی نگرانی میں بس میں سوار کر دیا اور ہمارا کارواں کلفٹن کے لیئے روانہ ہوا۔ طلباء کو سختی سے ہدایت کردی گئی کہ وہ اپنے ٹیچروں کے احکامات کی ہر حالت میں پابندی کریں اور کوئی طالب علم سمندر میں نہانے یا پانی میں اترنے کی حماقت نہ کرے۔

راستے بھر سب بچے قہقہے لگاتے رہے کچھ لڑکے ساز بجاتے اور ملی نغمے گاتے رہے ٹھیک نو بجے ہم کلفٹن پہنچ گئے ساحل کے قریب لیکن پانی سے دور ایک خاص جگہ پر ہیڈ ماسٹر صاحب نے سب بچوں کو اسکول سے لایا ہوا شامیانہ نصب کرنے کا حکم دیا اس میں کھانے پینے کا سامان سلیقے سے رکھ دیا گیا۔ پھر کچھ شور وغل ہونے لگا کوئی گا رہا تھا کوئی بجا رہا تھا کوئی چیخ رہا تھا ہیڈ ماسٹر صاحب نے کہا کہ اس طرح جنگلی طرز سے تفریح نہیں ہوگی۔ چنانچہ یہ طے پایا کہ پہلے موسیقی کی محفل سجے گی اور جن بچوں کی آوازیں اچھی ہوں وہ گانا سنائیں گے موسیقی کا یہ پروگرام گیارہ بجے تک چلتا رہا پھر انتہائی نظم وضبط کے ساتھ طلباء نے حضرت عبداللہ شاہ غازی کی درگاہ پر حاضری دی اور فاتحہ پڑھی درگاہ کی چھاؤں میں سب سلیقے سے بیٹھ گئے اور سمندر سے آنے والی ٹھنڈی ہواؤں سے لطف اندوز ہوتے رہے پھر ہم پلے لینڈ میں گئے لکڑی کے گھوڑوں پر سواری کی جھولا جھولے ساحل پر بیٹھے بڑی دیر تک کھیلتے رہے ڈیڑھ بجے سب اس جگہ واپس آگئے جہاں ہمارے کھانے کا سامان رکھا تھا اور تین ٹیچر اور چند لڑکے ہمارے اس سامان کی حفاظت کر رہے تھے دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد ہمیں دور سے سمندر کے پانی کا نظارہ کرنے کے لیئے جایا گیا۔ پھر ہم ایکواریم میں گئے اور وہاں موجود ہمہ اقسام کی مچھلیاں دیکھیں چار بجے تک ہم اِدھر اُدھر گھومتے رہے پھر ایک جگہ بیٹھ کر ہم نے چائے پی اور آپس میں لطیفے اور خوبصورت کہانیوں کو سنانے کے بعد واپسی کے لیئے بس میں سوار ہو گئے سارا سامان اچھی طرح سمیٹ کر گاڑی میں رکھ لیا اور واپس اسکول کی طرف روانہ ہوئے پونے پانچ بج گئے سب طلباء خوشی خوشی اپنے اپنے گھروں کو واپس آگئے ہمیں سمندر کے کنارے اس تفریحی پروگرام کا بڑا مزا آیا جو ہمیں سفاری پارک اور گارڈن وغیرہ میں ہرگز میسر نہ آتا۔

۱۹۔ ایک ناقابل فراموش واقعہ / یادگار واقعہ

اس سے پہلے کہ میں اپنی زندگی کے ایک سچے ناقابل فراموش یادگار واقعہ کو آپ کے گوش گزار کردوں بہتر ہوگا کہ کچھ اپنے بارے میں آپ کو بتا دوں اور کچھ اپنے محسن کے بارے میں بھی کہوں میرے والد فضل دین جہلم سے نقل مکانی کر کے سندھ میں آباد ہو گئے انہوں نے میمن گوٹھ میں رئیس حاجی نبی بخش کے کھیتوں میں ہاری کا کام کرتے ہیں وہ میرے تعلیم کے سخت خلاف تھے ان کا خیال تھا کہ اگر میں تعلیم حاصل کر لیتا تو اپنا آبائی پیشہ چھوڑ دیتا اور ہوسکتا ہے کہ خود ان سے دور کہیں اور چلا جاتا اور کراچی میں ملازمت کر لیتا یا لاہور چلا جاتا یہ محض ان کے شبہات پر مبنی خیال تھا۔ میں رئیس کے دو لڑکوں اللہ بخش اور کریم بخش کے ساتھ کھیلتا تھا اور اکثر ان کے ساتھ رئیس کے سامنے جانے کا اتفاق بھی ہو جاتا تھا۔ رئیس میرے ساتھ بھی اسی طرح پیش آتے تھے جیسے وہ اپنے بچوں کے ساتھ سلوک کرتے تھے رئیس کے لڑکے گوٹھ کے اسکول میں تعلیم کی غرض سے داخل کرائے گئے تو مجھے بھی اسکول جانے کا شوق ہوا۔ میں نے اپنے والد سے ذکر کیا تو انہوں نے ڈانٹ دیا اور کہا کہ ''کھیت میں کام کر اپنی اوقات پہچان مُنڈے چپ کر کے بیٹھ جا''۔ میں رو پڑا اور باہر نکل گیا رئیس کے لڑکوں نے مجھے روتے دیکھا تو وجہ دریافت کی اور میں نے سارا واقعہ سنایا۔

رئیس کے لڑکے میرے بڑے جگری دوست تھے انہوں نے میری خواہش کا ذکر رئیس سے کر دیا میرے والد کی طلبی ہوئی اور رئیس نے انہیں ڈانٹا اور دوسرے دن رئیس کے دیوان جی منشی دین محمد نے مجھے اسکول لے جا کر ضروری کاغذات داخل کر کے داخلہ دلوا دیا ایک ہفتہ بعد میرے لیئے اسکول کے یونیفارم بھی سلوا دیئے گئے میں رئیس کے لڑکوں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا تھا اور انہی کے ساتھ بیٹھ کر اپنا اسکول کا کام کرتا تھا رئیس نے ہم تینوں کے لیئے ایک ٹیوٹر بھی مقرر کر دیا۔ ہم تینوں کو ٹیوٹر سے یہ کہتے ہوئے متعارف کرایا میرے تینوں بچوں کی تعلیم کا خاص خیال رکھا کریں۔ ماسٹر صاحب میرے والد صاحب اس وقت موجود تھے ان کی آنکھوں سے آنسو

JOIN FOR MORE!!!

چھلک پڑنے میں بچہ تھا مجھے سمجھ میں نہیں آیا کہ آخران کو رونے کی کیا ضرورت تھی لیکن اب میں سمجھ سکتا ہوں کہ رئیس کی عنایت نے میرے والد کو خوشی کے آنسو رونے پر مجبور کر دیا تھا یہ میری زندگی کا ایک ناقابل فراموش یادگار واقعہ ہے۔ جسے میں کبھی نہیں بھلا سکتا کون کہتا ہے کہ حاتم طائی مر گیا کون کہتا ہے کہ سندھی پنجابیوں سے نفرت کرتے ہیں حاجی نبی بخش جیسے سندھی تو ایسا نہیں کرتے۔

وقت گزرتا گیا میں نے میمن گوٹھ سے مڈل کا امتحان پاس کر کے اللہ بخش اور کریم بخش کے ساتھ کراچی منتقل ہو گیا پھر ہم تینوں نے پہلے میٹرک اور پھر آئی کام اور آخر میں بی کام کے امتحانات میں پاس ہوئے کراچی میں سب ملنے جلنے والے ہم تینوں کو ایک دوسرے کا بھائی سمجھتے تھے کیونکہ رئیس کے لڑکے مجھے خداداد کے بجائے جو میرا نام ہے خدا بخش کہتے تھے۔ جب ہم تینوں کے گریجویٹ ہونے پر رئیس حاجی نبی بخش نے میمن گوٹھ میں ایک جشن کا اہتمام کیا تو بکرے ذبح ہوئے دیگیں پکائی گئیں گاؤں کے سارے لوگ اور سرکاری افسران اور دوسرے وڈیرے مدعو ہوئے رئیس نے سب سے پہلے مجھے پھول پہنائے مبارک باد دی اور کہا کہ ہو میرے بچے خدا بخش تو اے گریڈ میں پاس ہوا اور اپنے بھائیوں اللہ بخش اور کریم بخش سے زیادہ امتیازی کامیابی حاصل کی تو مجھے وہ دن یاد آیا جب میرے اسکول میں داخلہ کے بعد ٹیوٹر کے مقرر کیئے جانے والے دن میرے والد کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے تھے ''خوشی کے آنسو'' اور آج میں بھی رو پڑا اور میں نے جھک کر رئیس کے قدم چھو لیئے رئیس نے مجھے اٹھایا اور گلے لگا لیا پھر رئیس نے اللہ بخش اور کریم بخش کو پھول پہنائے اور انہیں بھی گلے لگایا یہ دن آج بھی مجھے یاد ہے اور تادم زیست یاد رہے گا۔

کاش میرے وطن میں اور خاص کر سندھ میں بہت سے نبی بخش پیدا ہوں آمین۔

JOIN FOR MORE!!!

۲۰۔ ۱۔ درددل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
۲۔ چلو تو سارے زمانے کو ساتھ لیکر چلو

انسانی فطرت میں اللہ تعالیٰ نے بے شمار فضائل اخلاق اور صفات حسنہ جمع کر رکھی ہیں۔ اور ان کے حصول کو انسانیت کی بنیاد قرار دیا ہے تقویٰ اور پرہیزگاری محبت اور غم خواری، صداقت اور عہد کی پاسداری سب ہی اعلیٰ اخلاق کے مظاہرے ہیں۔ تاہم ان تمام اوصاف کو افضل و اعلیٰ وصف جیسے کہا گیا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ عام طور پر ہر شخص اپنے ذاتی فائدوں کے لئے کوشش کرتا رہتا ہے۔ لیکن انسانوں میں افضل و برتر وہ شخص ہے جو ذاتی فائدے کو بالائے طاق رکھ کر دوسروں کو فائدہ پہنچانے میں مصروف ہو۔ اور ملک و قوم کی فلاح و بہبود کے لئے کام کرے۔ کیونکہ

درددل کے واسطہ پیدا کیا انسان کو
ورنہ اطاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

ہمیں کوشش یہ کرنی چاہیے کہ ہم ایسے کام سرانجام دیں جسکی وجہ سے اجتماعی فوائد حاصل ہوں مثلاً ہم اپنے اردگرد کے ماحول کا خیال رکھیں اور صفائی ستھرائی پر خاص توجہ دیں اگر ہر شخص اس بات کا خیال رکھے تو اس کا اجتماعی فائدہ یہ ہوگا کہ پورا معاشرہ بیماریوں سے کافی حد تک محفوظ رہے گا۔ اسلام بھائی چارے اور اخوت کا درس دیتا ہے ہمیں اپنے چھوٹے بڑے اختلافات، لڑائی جھگڑے بھلا کر ایک دوسرے کے ساتھ محبت، ہمدردی اور جذبہ ایثار کے ساتھ پیش آنا چاہیے اپنے دل و دماغ میں وطن سے محبت اور اہل وطن کی عزت و تعظیم ہونا چاہیے۔

اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ جب تک پھل پھول اپنے شجر سے پیوستہ رہتے ہیں۔ خوب پھلتے پھولتے ہیں لیکن جب وہ درخت سے جدا ہو جاتے ہیں۔ تو گل سڑ جاتے ہیں یہی حال انسان کا ہے بحیثیت قوم، قبیلہ، برادری اگر ان میں فکری اور عملی اتحاد اور یکجہتی ہے تو وہ ترقی کے راستے پر گامزن رہیں گے ورنہ پستی اور تنزل ان کا مقدر ہوگی

فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں

پانی کا ایک قطرہ بے معنی حیثیت رکھتا ہے مگر جب بہت سارے قطرے ملتے ہیں تو بحر قلزم بناتے ہیں بلکہ اسی طرح انسان بھی ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر رہیں گے تو اس میں ملک وقوم سب کا فائدہ ہے۔

اتحاد واتفاق پیدا کرنے میں مذہب انتہائی اہم اور کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ اسکی بہترین مثال مسلمان قوم ہے جب مکے سے نکلے تھے تو یہ مٹھی بھر مسلمان تھے۔ لیکن جب ایک خاص مقصد کے لئے ان میں اتحاد واتفاق پیدا ہوا تو دیکھتے ہی دیکھتے دنیا پر چھا گئے۔ یہ مذہب ہی ہے جو مختلف قوم، رنگ، نسل اور طبقوں سے تعلق رکھنے والوں کو یکجا کرتا ہے۔

قوم مذہب سے ہے مذہب جو نہیں تم بھی نہیں

جذبہ باہم جو نہیں محفل انجم بھی نہیں

مسلمان قوم اگر حقیقت میں ترقی کرنا چاہتی ہے تو پوری دنیا کے مسلمانوں کو دوسروں کا منہ تکنے اور ان کے راستے پر چلنے کی ضرورت نہیں۔ ہماری قومی ترقی کا راز مذہب کی پیروی میں پوشیدہ ہے۔ ہم اپنی آباؤ اجداد اور بزرگوں کے نقش وقدم پر چل کر اپنی کھوئی ہوئی عزت وعظمت اور شان وشوکت حاصل کر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے

نیل کے ساحل سے لے کر تا بہ خاک کاشغر

JOIN FOR MORE!!!

زندگی میں کوئی بھی کام یا اہم فیصلے ہوں تو اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ اس بات کا فائدہ انفرادی ہونے کے بجائے اجتماعی ہو۔ جس کے دوررس اثرات ہوتے ہیں اسی لیے کسی نے کیا خوب کہا ہے اور اس بات کی صحیح منظر کشی کی ہے کہ چلو تو سارے زمانے کو ساتھ لے کر چلو۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی

نہ ہو جس کو خیال خود آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

۲۱۔ ریل گاڑی کا دلچسپ سفر یا ایک یادگار سفر

یہ انسان کو اپنی زندگی میں کبھی نہ کبھی سفر سے واسطہ پڑتا ہے۔ سفر کو وسیلہ ظفر یعنی کامیابی کا ذریعہ بھی کہا گیا ہے۔ اور جہلم یا عذاب بھی۔ زمانہ قدیم میں سفر واقعی عذاب تھا۔ لیکن آج کل جدید ذرائع آمد ورفت کے باعث سفر بہت آسان اور آرام دہ ہو گیا ہے۔ پھر بھی سفر آخر سفر ہے۔ اس میں کچھ تکلیف بھی ہوتی ہے۔ لیکن یہ اپنے اندر بہت سی دلچسپیاں بھی رکھتا ہے۔ اور مختلف چیزوں کے مشاہدے اور لوگوں کے میل جول سے انسان کی معلومات میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔

میری خالہ لاہور میں رہتی ہیں پچھلے سال ان کے بڑے صاحبزادے کی شادی تھی۔ پیغام موصول ہوا۔ ماہ اکتوبر کی مناسبت سے ہم نے کپڑے اور ضروری سامان باندھا۔ تین بجے کے قریب ابا جان اپنے آفس سے ایک گاڑی لے آئے۔ جس میں ہم نے اپنا سامان رکھا اور کینٹ اسٹیشن پہنچ گئے۔ پلیٹ فارم پر انسانوں کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ اکتوبر کی آخری تاریخوں کے باوجود کافی گرمی تھی۔ سامان اٹھانے کے باعث ہم پسینے سے شرابور ہو رہے تھے۔ خوانچہ فروشوں نے جگہ جگہ ڈیرے جما رکھے تھے۔ ہر طرف ٹھنڈے مشروبات کا دور دورہ تھا۔ چائے نوش کرنے والوں کی بھی کمی نہ تھی۔ کچھ لوگ بک اسٹال پر کھڑے مطالعہ کے ذریعے وقت گزار رہے تھے۔ قلی مسافروں کا سامان لا کر پلیٹ فارم پر رکھ رہے تھے۔

یہی آئین قدرت ہے یہی اسلوب فطرت ہے

جو ہے راہ عمل میں گامزن محبوب فطرت ہے

آخر انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں۔ پلیٹ فارم کی ہنگامہ پرور فضا میں ایک طوفانی گرج سنائی دی اور دیکھتے ہی دیکھتے تیز گام ایکسپریس سبک رفتاری سے پلیٹ فارم کی حدود میں داخل ہو گئی۔ قلی گاڑی کو دیکھتے ہی اسکی طرف لپکے۔ ایک عجیب نفسا نفسی کا عالم تھا ہر کوئی اپنی سیٹ پر قبضہ کرنا اور سامان کو قرینے سے رکھنا چاہتا تھا۔ ہم نے اپنا سامان اپنی سیٹوں کے نیچے رکھ لیا۔ آخر خدا خدا کر کے گاڑی نے سیٹی بجائی جلد ہی گاڑی فراٹے بھرنے لگی۔

حیدرآباد کے اسٹیشن پر پہنچے تو رات کے کھانے کا پروگرام بنایا۔ امی جان جو کھانا گھر سے تیار کر کے لائی تھیں اس پر ہم سب ہاتھ صاف کرنے لگے۔ کھانے کے بعد امی جان نے تھرماس سے ایک ایک گرم چائے کا کپ ہر ایک کو دیا۔ کھانا کھانے اور چائے پینے کے بعد ہم سب ایک دوسرے کو طرح طرح کے لطیفوں اور چٹکلوں سے محظوظ کرنے لگے۔ رات نو بجے کے قریب ابا جان نے ہم سب بہن بھائیوں کو دونوں برتھوں پر سلا دیا۔ اور خود نیچے آرام کرنے کے لئے لیٹ گئے گیارہ بجے کے قریب روہڑی پہنچے سردی کے مارے ہمارا برا حال تھا ابا جان گاڑی رکتے ہی گرم گرم چائے لے آئے امی جان نے اپنی گرم شالیں نکال کر ہم پر ڈالیں۔

رحیم یار خان کے قریب ایک ٹکٹ کلکٹر ہمارے ڈبے میں داخل ہوا اور مسافروں کے ٹکٹ چیک کرنے لگا۔ ایک مسافر جو بغیر ٹکٹ سفر کر رہا تھا چپکے سے کھسک گیا اور بیت الخلاء میں گھس گیا اور اُس وقت باہر نکلا جب ٹکٹ کلکٹر جا چکا تھا۔ وہ اپنے اس کارنامے پر بہت فخر کر رہا تھا۔ ایک موقع پر بھی وہ بچ نکلا لیکن آخر کار وہ پکڑا گیا۔

جب ہماری گاڑی ملتان پہنچی تو سورج طلوع ہوا ہم کھڑکی سے بیرونی مناظر آسانی سے دیکھ سکتے تھے۔ ہمارے سامنے ہرے بھرے کھیت تھے، مویشی چراگاہوں میں چر رہے تھے کسان کھیتوں میں ہل چلا رہے تھے، عورتیں کھیتوں کی طرف کھانا لئے جا رہی تھیں۔ ہماری گاڑی نہایت تیز رفتاری سے درختوں، باڑوں، جھاڑیوں، کھیتوں باغوں، ٹیلوں، پلوں اور وسیع و عریض میدانوں سے گزر رہی تھی کبھی ہم کچے اور پکے گھروں پر مشتمل گاؤں کے مشاہدہ کرتے اور دیہات کے باہر کھیلتے ہوئے بچے نظر آتے۔ الغرض مختلف قسم کے مناظر پلک جھپکنے میں ہماری نظروں سے گزر جاتے۔ آخر خدا خدا کر کے گیارہ بجے ہماری گاڑی لاہور پہنچی۔ لاہور کا ریلوے اسٹیشن دیکھ کر ہم حیران رہ گئے اسٹیشن پر ہمارے خالو صاحب اور ان کے صاحبزادے یعنی ہمارے کزن موجود تھے۔ جنہوں نے ہمارا بڑی گرمجوشی سے استقبال کیا۔

JOIN FOR MORE!!!

۲۲۔ میڈیا معاشرے کی تباہی کا باعث ہے / میڈیا آزاد، نسل برباد

یہ ایک برسوں سے طریقہ چلا آرہا ہے کہ کوئی بھی شخص اپنی غلطی یا جرم تسلیم نہیں کرتا اپنی غلطی یا خطا احساس بھی ہو جائے تو وہ دوسرے کے سر ڈالنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہی کچھ میڈیا کے ساتھ ہو رہا ہے، جس کو دیکھو میڈیا کو برا کہتا ہے۔ لوگ نسل کی تباہی اور بربادی میں میڈیا کا ہاتھ بتاتے ہیں۔ عُریانیت کے پھیلانے میں میڈیا کو ذمہ دار قرار دیا جاتا ہے۔

چوری چکاری، غنڈہ گردی، لوٹ مار، دہشتگردی کی تربیت و ترغیب بھی میڈیا کے حصے میں ڈال دی جاتی ہے۔ لیکن یہ بی سن ہے کہ میڈیا کے بے جا آزادانہ رہنے سے نئی نسل تباہ و برباد ہو رہی ہے۔ لیکن؟ میڈیا کیا ہے؟ میڈیا تو ایک بے جان کاغذ ہے جو ہمارے سامنے اخبارات اور رسائل کی شکل میں آتا ہے۔ میڈیا بے جان مشینوں کا نام ہے۔ جو ہمارے سامنے ریڈیو، ٹی وی، وی سی آر ٹیلیفون، موبائل اور کمپیوٹر کی شکل میں آتا ہے۔ کیا ان بے جان مشینوں میں یہ صلاحیت ہے کہ اپنی مرضی سے کچھ کر سکیں؟ نہیں۔۔۔ ہرگز نہیں۔۔۔ ان میں جان ڈالنے والے ہم ہی لوگ ہیں جو ہم کہتے ہیں وہ وہی کرتا ہے تو قصوروار ہم ہوئے یا میڈیا؟ معاشرے افراد سے بنتا ہے افراد اچھے ہونگے تو معاشرے اچھا ہوگا۔ افراد برے ہونگے تو معاشرے برا ہوگا۔ میڈیا کو بدنام کرنے میں سب سے بڑا ہاتھ ان افراد کا ہے۔ جو میڈیا سے متعلق پالیسیاں بناتے وقت یہ خیال نہیں رکھتے کہ ان کا اثر معاشرے پر اچھا ہوگا یا برا۔ اسکے علاوہ معاشرے کے وہ افراد ذمہ دار ہیں۔ جو نفسیاتی اور ذہنی بیمار ہیں یا پھر روپے پیسے نے ان کی آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔

یہ لوگ میڈیا سے متعلق کوئی چیز بھی استعمال کرتے ہیں تو تخریبی ذہن کے ساتھ اگر اخبارات رسالے دیکھیں گے تو اس میں بھی عریانیت تلاش کریں گے۔ ٹیلیفون اور موبائل استعمال کریں گے تو بے ہودہ گفتگو کو چھوڑ کر برے کاموں کے لئے استعمال کرینگے۔ انسان کے سامنے بہت سی راہیں کھلی ہیں انسان اشرف المخلوق ہے۔ اللہ نے اس کو عقل و شعور دیا ہے کہ وہ خیر و شر کی تمیز کر سکے اس کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ عقل و شعور سے کام لے۔ حقیقت یہ ہے کہ میڈیا سے متعلق تمام ایجادات حیرت انگیز انقلاب کا سبب بنی ہیں۔ ایجاد کوئی بھی ہو اس کا اچھا یا برا ہونا اسکے استعمال کی نوعیت پر منحصر ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ میڈیا کو بہتر اور مفید بنائیں تاکہ میڈیا ہمارے معاشرے میں انسان کو معاون و مددگار بن کر ابھرے اور نئی نسل کی تعمیر و ترقی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے تاکہ نئی نسل کی صحیح تعلیم و تربیت ہو سکے۔

۲۳۔ قلم میں تلوار سے زیادہ طاقت ہے

قدیم زمانے میں جب انسانی معاشروں اور تہذیبوں کے قیام کی شروعات کا وقت تھا اسی وقت انسان بھی جانوروں کی طرح رجحانات رکھتا تھا۔ قدیم زمانے میں انسانوں کی ضروریات محدود تھیں لیکن ضرورت کے تحت اس نے بہت سارے چیزوں کا علم حاصل کیا اس وقت انسان کا معاشی سرمایہ سرسبز کھیت اور مویشی ہوا کرتے تھے اور انسان انہیں اپنی دولت تصور کرتا تھا۔ اس وقت انسان میں اتنی صلاحیت نہیں تھی کہ وہ قحط جیسی صورت حال پر قابو پا سکے اس لئے عام طور پر آبادیاں دریاؤں کے قریب قائم ہو کرتی تھیں۔ قدیم دور کے چھوٹے چھوٹے معاشروں میں آباد انسان بھی جھگڑالو فطرت رکھتا تھا اس لئے وہ اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنے کے لئے تیار رہتا تھا اس مقصد کے لئے اس نے لوہے کے ہتھیار بنا لیے تھے اور جانوروں میں گھوڑوں اور ہاتھیوں کو جنگی سواریوں کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا اس طرح تہذیبوں میں باقاعدہ جنگوں کی صورت میں تصادم ہوتا تھا اور تلواروں کے ذریعے جنگیں لڑی جاتی تھیں جن کا مقصد اپنے علاقوں کی وسعت اور زرخیز زمینوں اور مویشیوں پر قبضہ کرنا ہوتا تھا ان جنگوں میں ہزاروں کی تعداد میں لوگ مارے جاتے تھے دنیا میں یہ صورت حال سترھویں صدی عیسوی تک قائم رہی جس سے تلواروں اور دیگر ہتھیاروں کے ذریعے طاقت کا مظاہرہ کیا جاتا رہا۔ تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ انسان کو اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنے کا شوق ابتداء سے ہے یہ مظاہرہ انفرادی طور پر بھی کیا ہے جس جس میں باڈی بلڈنگ، کراٹے، کنگ فو جمناسٹک اور کھیلوں کے مقابلے شامل ہیں اس کے علاوہ یہ مظاہرہ اجتماعی طور پر ریاستی طاقت کو ظاہر کرنے کے لئے بھی کیا جاتا ہے جس میں ریاستیں اپنی فوجی طاقت کا استعمال کرتی ہیں اور کمزور ریاستوں پر اپنا تسلط قائم کر لیتی ہیں۔ تہذیبوں کے درمیان یہ تصادم جو پہلے تلواروں اور ہتھیاروں کے استعمال سے کیا جاتا ہے اب اس کا طریقہ کار بدل گیا ہے اب قلم کی طاقت کو اس جگہ پر استعمال کیا جا رہا ہے۔ قلم میں تلوار اور دیگر لڑائی میں استعمال کئے جانے والے ہتھیاروں کے مقابلہ میں کہیں زیادہ طاقت ہے کیوں کہ موجودہ دور نسل انسانی کی ایک بڑی تعداد پڑھنا لکھنا سیکھ چکی ہے اس لئے دنیا کی تمام ریاستوں میں حکومتوں کا قیام اور اس کا تمام تر کام تحریری طور پر کیا جاتا ہے۔ تحریری شکل میں موجود ثبوت عدالتوں کے فیصلوں میں نمایاں کردار ادا کرتا ہے

اس لئے دنیا میں تہذیبوں کے درمیان ہتھیاروں کی جنگ تو ختم ہو چکی ہے لیکن اب قلم کی جنگ جاری ہے کیوں کہ قلم کی جنگ کو جیتنے کے لئے زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرنا ضروری ہوتا ہے اس لئے دنیا کی تہذیبوں میں علم کے حصول کا رجحان بڑھتا جا رہا ہے اور زیادہ علم حاصل کرنے پر دنیا کے مختلف معاشروں میں افراد کے شعور میں بھی اضافہ ہو رہا ہے اب مہذب افراد اپنا نکتہ واضح کرنے کے لئے تحریروں کا سہارا لیتے ہیں یہ تحریریں جو لوگ پڑھتے ہیں ان پر ان تحریروں سے براہ راست اثرات مرتب ہوتے ہیں اور لوگ ان تحریروں کی بدولت خاص تحریکوں کی طرف راغب ہو جاتے ہیں۔ اس طرح جدید دور میں لوگوں میں اتحاد پیدا کرنے، ان میں جذبہ قومیت پیدا کرنے اور انہیں سیاسی طور پر متحرک ہونے کے لئے قلم تلوار اور ہتھیاروں سے زیادہ موثر وسیلہ ہے۔

JOIN FOR MORE!!!

۲۴۔ میری پسندیدہ شخصیت "میری پسندیدہ قومی شخصیت"

قائداعظم محمد علی جناح بانی پاکستان ہیں۔ قائداعظم محمد علی جناح میری پسندیدہ قومی شخصیت ہیں۔ قائداعظم محمد علی جناح 25 دسمبر 1876 کو کراچی میں پیدا ہوئے ان کے والد جناح پونجا چمڑے کا کاروبار کرتے تھے۔ قائداعظم محمد علی جناح نے اپنی ابتدائی تعلیم کا کچھ حصہ بمبئی میں مکمل کیا اور میٹرک کا امتحان سندھ مدرسۃ الاسلام کراچی سے پاس کیا اس کے بعد وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے انگلینڈ چلے گئے اور وہاں لنکن ان نامی ادارے میں داخلہ لیا، وہاں سے بیس سال کی عمر میں انہوں نے بیرسٹری کا امتحان پاس کر لیا۔

قائداعظم محمد علی جناح جب واپس ہندوستان آئے تو ان کے والد کا کاروبار زوال پذیر تھا اور ان کی والدہ کا بھی انتقال ہو گیا تھا۔ قائداعظم محمد علی جناح کے والد انہیں اپنے ساتھ اپنے کاروبار میں شامل کرنا چاہتے تھے لیکن بعد میں انہوں نے اپنا ارادہ تبدیل کر دیا اور قائداعظم محمد علی جناح کو وکالت کرنے کی اجازت دے دی۔ جب کراچی میں قائداعظم محمد علی جناح کو وکالت میں کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوئی تو وہ بمبئی چلے گئے وہاں قائداعظم محمد علی جناح کو وکالت میں کامیابی حاصل ہوئی۔ قائداعظم محمد علی جناح کو انگلستان میں تعلیم کے حصول کے دوران ہی سیاست میں دلچسپی ہو گئی تھی اس لئے انہوں نے انڈین نیشنل کانگریس میں شمولیت اختیار کر لی لیکن کانگریس کے ساتھ کئی سال کام کرنے کے بعد قائداعظم محمد علی جناح کو یہ احساس ہو گیا کہ کانگریس صرف ہندوؤں کی نمائندہ جماعت ہے اور وہ صرف ہندوؤں کے حقوق کے لئے عملی جدوجہد کر رہی ہے اس لئے انہوں نے بالآخر انڈین نیشنل کانگریس کو چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا۔ قائداعظم محمد علی جناح 1913ء میں مسلم لیگ میں شامل ہوئے اور اس کے بعد انہوں نے مسلمانوں کے حقوق حاصل کرنے کے لئے جدوجہد کا آغاز کر دیا۔ قائداعظم محمد علی جناح کی مسلم لیگ میں شمولیت کا واحد مقصد یہ تھا کہ ہندوؤں کی حکمت عملی سے مسلمانوں کو نقصان پہنچ رہا ہے اور ہندوستان میں ہندو راج قائم کرنا چاہتے ہیں لیکن قائداعظم محمد علی جناح ہندوؤں کی مسلم لیگ سے مخالفت کا انداز اور کانگریس کی منافقانہ پالیسی کو دیکھ کر قائداعظم محمد علی جناح بددل ہو گئے تھے۔

قائداعظم محمد علی جناح نے انتہائی بیمار ہونے کے باوجود مسلمانوں کے حقوق کے لئے جدوجہد کی وہ قوم کو اتحاد یقین محکم اور تنظیم کا درس دیتے رہے انہوں نے خود محنت کر کے یہ ثابت کیا کہ محنت انسان کی ترقی کے لئے ضروری ہے۔ اتحاد قوت عملی کا دوسرا نام ہے۔ یقین جذبہ ایمانی اور نصب العین کی کامیابی کے لئے بہت ضروری ہے۔ اصول، نظم و ضبط اور تنظیم اعمال و کردار کی صحیح راہیں متعین کر کے منزل مقصود تک پہنچنا آسان ہو جاتا ہے۔ قائداعظم محمد علی جناح کو کوششوں کی بدولت برصغیر کے مسلمانوں میں اتحاد قائم ہو گیا اور انہوں نے 14 اگست 1947ء کو پاکستان حاصل کر لیا۔ پاکستان کے قیام کے بعد بھی ابتدائی مشکل حالات میں قائداعظم محمد علی جناح نے اپنے لوگوں کی پوری رہنمائی کی اس دوران قائداعظم محمد علی جناح کی صحت روز بروز خراب ہوتی چلی گئی اور 11 ستمبر 1948ء کو ان کا انتقال ہو گیا۔

JOIN FOR MORE!!!